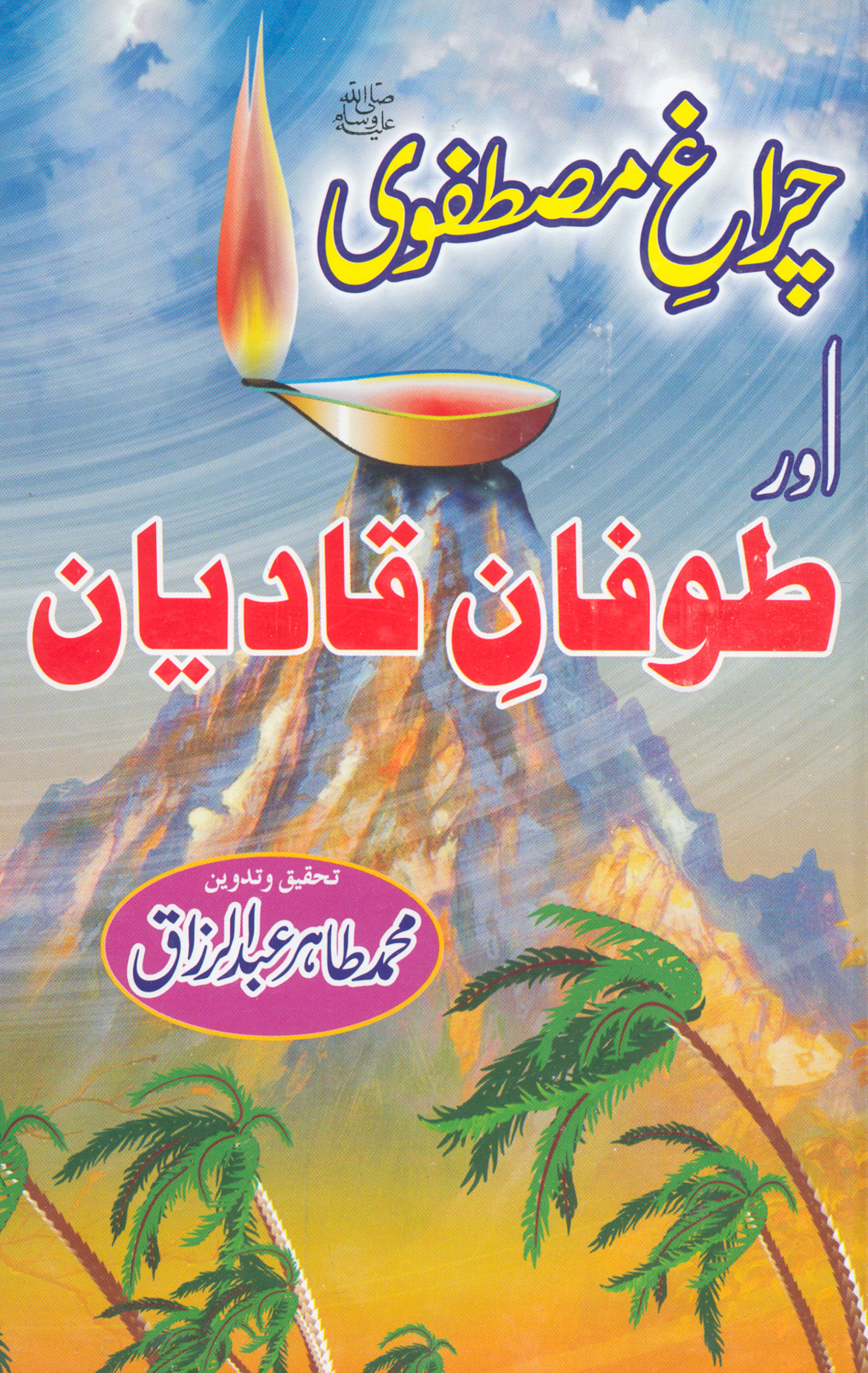
چراغِ مصطفوی ﷺ

اور

طوفانِ قادیان



تحقیق وتدوین

محمد طاہر عبدالرزاق

چراغِ مصطفوی اور طوفانِ قادیان

تحقیق وتدوین

محمد طاہر عبدالرزاق

عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

انتساب

- خطیبِ ختمِ نبوت
- مناظرِ ختمِ نبوت
- پاسبانِ ناموسِ رسالت
- نبّاضِ قادیانیت
- جرّاحِ مرزا قادیانی

مولانا اللہ وسایا مدظلہ

کے نام

سلیقہ

جب مرزا قادیانی عقیدہ ختم نبوت پر ایمان رکھتا تھا

تحریر: محمد طاہر عبدالرزاق

ابھی اُس نے اپنا ایمان انگریز کے ہاتھوں بیچا نہیں تھا۔ ابھی وہ ارتداد کا پیالہ پی کر مرتد نہیں ہوا تھا۔ ابھی اُس نے اسلام کے خلاف اپنا پھٹا ہوا منہ اور زہرناک کالی زبان کھولی نہیں تھی۔ وہ حضور اکرم ﷺ کو آخری نبی مانتا تھا۔ وہ ایمان رکھتا تھا کہ سلسلہ وحی منقطع ہو گیا ہے۔ اُس کا یقین تھا کہ نبوت کا روشن سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور حضرت خاتم النبیین محمد عربی ﷺ پر ختم ہو گیا۔ وہ قرآن مجید کو آخری آسمانی کتاب مانتا تھا۔ وہ نبوت محمدیؐ کے فیضان کو قیامت تک کے لیے جاری و ساری ہونے کا یقین رکھتا تھا۔ اُس کا ایقان تھا کہ عقیدہ ختم نبوت سے "وحدت امت" قائم ہے۔ وہ مدعی نبوت کو کذاب، دجال، کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا یقین رکھتا تھا۔

اگر آپ کو یقین نہ آئے تو اُس کی تحریروں کے حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

☆...... "اگر ہم اپنے نبی ﷺ کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز قرار دیں تو گویا ہم باب وحی بند ہو جانے کے بعد اس کا کھلنا جائز قرار دیں گے اور یہ صحیح نہیں جیسا کہ مسلمانوں پر ظاہر ہے اور ہمارے رسولؐ کے بعد نبی کیوں کر آ سکتا ہے۔ درآں حالے کہ آپ کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ فرما دیا۔" (حمامۃ البشریٰ" ص 24 "روحانی خزائن" ص 200، ج 7 مرزا غلام قادیانی)

کاش تو اس عقیدے پر قائم رہتا اور لاکھوں لوگ مرتد ہونے سے بچ جاتے۔ (مؤلف)

☆...... "آنحضرت ﷺ نے بار بار فرما دیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے۔ اپنی آیۃ کریم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔" (کتاب البریہ" 184ء، حاشیہ "روحانی خزائن" ص

218-217، ج13، مصنفہ مرزا غلام قادیانی)

نبوت تو ختم ہوگئی لیکن تو کہاں سے آ گیا؟ (مؤلف)

☆...... ''اب جبرئیل بعد وفات رسول اللہ ﷺ ہمیشہ کے لیے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بہ حیثیت رسالت ہمارے نبی ﷺ کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا۔'' (''ازالہ اوہام'' ص 577 ''روحانی خزائن'' ص 412، ج3، مصنفہ مرزا غلام قادیانی)

جبرائیل کی آمد تو بند ہوگئی لیکن تیرا فرشتہ ٹیچی ٹیچی کس بغل سے نکل آیا؟ (مؤلف)

☆...... ''قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا۔ خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو۔ کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے اور باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔'' (''ازالہ اوہام'' ص 761 ''روحانی خزائن'' ص 511، ج3، مصنفہ مرزا غلام قادیانی)

تیرے قول سے ہی ثابت ہوا کہ تیرا آنا ناجائز ہے (مؤلف)

☆...... ''ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تابہ قیامت منقطع ہے۔'' (''ازالہ اوہام'' ص 614، ''روحانی خزائن'' ص 432، ج3، مصنفہ مرزا غلام قادیانی)

پھر تجھ پر کون سی وحی آتی رہی؟ (مؤلف)

''حسب تصریح قرآن کریم رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام وعقائد دین جبرئیل کے ذریعے سے حاصل کیے ہوں لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے۔ کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی؟'' (''ازالہ اوہام'' ص 534، ''روحانی خزائن'' ص 387، ج3، مصنفہ مرزا غلام قادیانی)

لیکن تو نے خود ہی اس مہر کو توڑنے کی ناپاک جسارت کی (مؤلف)

☆...... ''اور اللہ کو شایان نہیں کہ خاتم النبیین کے بعد نبی بھیجے اور نہیں شایان کہ سلسلہ نبوت کو دوبارہ از سر نو شروع کردے۔ بعد اس کے کہ اسے قطع کر چکا ہو اور بعض احکام قرآن کریم کے منسوخ کردے اور ان پر بڑھادے۔'' (ترجمہ) (''آئینہ کمالات اسلام'' ص 377، ''روحانی خزائن'' ص 377، ج5، مصنفہ مرزا غلام قادیانی)

لیکن تو نے یہ سلسلہ اپنی ذات سے دوبارہ شروع کر دیا (مؤلف)

☆...... "ہمیں محمد ﷺ کے بعد کسی نبی کی حاجت نہیں کیونکہ آپ کے برکات ہر زمانہ پر محیط اور آپ کے فیض اولیاء اور اقطاب اور محدثین کے قلوب پر بلکہ کل مخلوقات پر وارد ہیں۔ خواہ ان کو اس کا علم بھی نہ ہو کہ انہیں آنحضرت ﷺ کی ذات پاک سے فیض پہنچ رہا ہے۔ پس اس کا احسان تمام لوگوں پر ہے۔" (ترجمہ) ("حمامتہ البشریٰ" ص 49، طبع اول، ص 60، طبع دوم "روحانی خزائن" ص 243-244، ج7، مصنفہ مرزا غلام قادیانی)

☆...... "میں ایمان لاتا ہوں اس پر کہ ہمارے نبی محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور ہماری کتاب قرآن کریم ہدایت کا وسیلہ ہے...... اور میں ایمان لاتا ہوں اس بات پر کہ ہمارے رسول آدم کے فرزندوں کے سردار اور رسولوں کے سردار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا۔" (ترجمہ) ("آئینہ کمالات اسلام" ص 21، "روحانی خزائن" ص 21، ج5، مصنفہ مرزا غلام قادیانی)

لیکن تو اور تیرے ساتھی تجھے رسول اکرمؐ سے بہتر کہتے رہے اور تجھے شرم نہ آئی؟ (مؤلف)

☆...... "ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہوگئی۔" (مرزا غلام قادیانی کا اشتہار، مجموعہ اشتہارات، ص 230، ج1، مورخہ 2 اکتوبر 1891ء، مندرجہ تبلیغ رسالت، جلد دوم، ص2)

اسی لیے ہم بھی تجھے کاذب اور کافر مانتے ہیں (مؤلف)

☆...... "ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہلسنّت و جماعت کا مذہب ہے...... اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا مسجد (جامع مسجد دہلی) میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیا ﷺ کی ختم

نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔" (مرزا غلام قادیانی کا تحریری بیان جو بتاریخ 23 اکتوبر 1891ء جامع مسجد دہلی کے جلسے میں دیا گیا۔ مجموعہ اشتہارات، ص 255، ج 1، مندرجہ تبلیغ رسالت، جلد دوم، ص 44)

تیرے اپنے فیصلے کے مطابق ہی تو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (مؤلف)

☆...... "کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت و نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت ﷺ کے بعد رسول اور نبی ہوں۔" ("انجام آتھم" ص 27، "روحانی خزائن" حاشیہ ص 27، ج 11، مصنفہ مرزا غلام قادیانی)

قادیانیو! ہوش کرو اور مرزا قادیانی کی باتوں پر غور کرو (مؤلف)

☆...... "میں جانتا ہوں کہ ہر وہ چیز جو مخالف ہے قرآن کے، وہ کذاب و الحاد و زندقہ ہے۔ پھر میں کس طرح نبوت کا دعویٰ کروں جب کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔" ("حمامۃ البشریٰ" ص 96، "روحانی خزائن" ص 297، ج 7، مصنفہ مرزا قادیانی)

☆...... "میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائیکہ اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر...... اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔" ("تبلیغ رسالت" جلد دوم، ص 22، مجموعہ اشتہارات، ص 230، ج ا، مورخہ 2 اکتوبر 1891ء)

اللہ پاک نے تیرے منہ سے ہی تجھے کاذب اور کافر کہلوا دیا (مؤلف)

☆...... "مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں کی جماعت سے جاملوں۔" (ترجمہ) ("حمامتہ البشریٰ" ص 96، "روحانی خزائن" ص 297، ج 7، مصنفہ مرزا غلام قادیانی)

☆...... "اے لوگو......! دشمن قرآن نہ بنو اور خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ

جاری نہ کرو۔ اس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کیے جاؤ گے۔"
(''آسمانی فیصلہ'' ص 25، ''روحانی خزائن'' ص 335، ج4، مصنفہ مرزا غلام قادیانی)

لیکن تجھے خدا سے شرم نہ آئی اور تو بڑے دھڑلے سے نبوت و رسالت کے دعوے کرتا رہا (مؤلف)

☆...... ''ظاہر ہے کہ اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیل لاویں اور پھر چپ ہو جاویں یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے۔ کیونکہ جب ختمیت کی مہر ہی ٹوٹ گئی اور وحی رسالت پھر نازل ہونی شروع ہو گئی تو پھر تھوڑا یا بہت نازل ہونا برابر ہے۔ ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرائیل بعد وفات رسول اللہ ﷺ ہمیشہ کے لیے وحی نبوت کے لانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی ﷺ کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا۔'' (''ازالہ اوہام'' ص 577، ''روحانی خزائن'' ص 412۔ 411، ج3، مصنفہ مرزا غلام قادیانی)

(ایک منہ...... ستر زبانیں (مؤلف)

پھر اُس نے ایک اُلٹی زقند لگائی اور اپنے پرانے سارے عقائد سے منہ موڑ لیا۔ ناطہ توڑ لیا۔ اُسے سیم و زر کے انبار دکھائے گئے تھے۔ اُسے فرنگی دربار میں ایک عالی شان کرسی پیش کی گئی تھی۔ اُسے انگریز کے وفاداروں کی فہرست میں ایک نمایاں مقام ملا تھا۔ اُسے وسیع جائیدادیں پیش کی گئی تھیں۔ اُسے شراب و شباب سے نوازا گیا تھا۔ ان ساری نوازشات کو دیکھ کر اُس کی آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ اُس کی کھوپڑی گھوم گئی۔ اُس کا ضمیر سوختہ لاش بن گیا۔ اُس کے دل میں ایمان کا چراغ بجھ گیا اور اُس کا دل کافر کی کالی قبر بن گیا اور اُس نے دعویٰ نبوت کر دیا۔ آپ سوچیں گے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

فرعون جانتا تھا کہ وہ رب نہیں۔ نمرود جانتا تھا کہ وہ خدا نہیں۔ شداد جانتا تھا کہ وہ خدا نہیں۔ لیکن اپنے مفادات کے لیے وہ ربوبیت کا دعویٰ کرتے تھے۔ ابوجہل جانتا تھا کہ وہ

جھوٹا ہے۔ ابولہب جانتا تھا کہ وہ جھوٹا ہے۔ ولید بن مغیرہ جانتا تھا کہ وہ کذاب ہے۔ امیہ بن خلف کو معلوم تھا کہ وہ دجال ہے۔ عبداللہ ابن ابی جانتا تھا کہ وہ منافق اور مکار ہے۔ اسود عنسی کو معلوم تھا کہ وہ اللہ کا نبی نہیں ہے۔ مسیلمہ کذاب کو پتہ تھا کہ وہ اللہ کا رسول نہیں ہے۔ لیکن یہ سارے جھوٹے، اپنے سچے ہونے کا اعلان کرتے تھے۔ کیونکہ ان کے دنیاوی مفادات ان ہی اعلانات میں تھے۔ دنیا کی محبت میں تڑپتے ہوئے ایک انسان کے ہمیشہ دو بڑے مفادات ہوتے ہیں۔ (1) حب جاہ (2) حب مال۔ ان سب لوگوں کی قلابازیاں اور دغا بازیاں ان دونوں کا حصول تھا۔

ایک کرائے کا قاتل جانتا ہے کہ وہ جس شخص کو قتل کرنے جا رہا ہے، وہ مظلوم ہے۔ ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہے۔ سات بہنوں کا واحد بھائی ہے۔ بوڑھے والدین کی آنکھوں کا چراغ ہے۔ اُس کی شادی کو صرف تین ماہ ہوئے ہیں۔ عروسہ کے ہاتھوں کی حنا ابھی نہیں اُتری۔ ابھی اُس نے اپنے جیون ساتھی کو جی بھر کر دیکھا بھی نہیں۔ وہ سفاک قاتل یہ سب کچھ جانتا ہے کہ اُس کے اس قتل سے کہاں کہاں بجلی گرے گی۔ اور کتنے لوگوں پر قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ لیکن اُسے اس کام کا پچاس ہزار روپیہ ملنا ہے۔ وہ اپنے شیطانی مفاد کے لیے اُس خوبرو نوجوان کو قتل کر دیتا ہے۔ اور اُس کا خاندان ذبح ہوتے پرندوں کی طرح تڑپ رہا ہوتا ہے۔ لیکن بدطینت سفاک قاتل اپنی جیب میں پچاس ہزار ڈالے مسکرا رہا ہوتا ہے۔

اے مرزا قادیانی! تو نے بھی جھوٹی نبوت کا سارا ڈرامہ جاہ و منصب اور حصول دولت کے لیے رچایا تھا۔ بتا! فرنگی سے حاصل کی گئی وہ دولت کتنے دن تیرے کام آئی؟ کیا اُس دولت سے تیری ذہنی اذیتوں کا علاج ہو سکا؟ کیا اُس دولت سے تو اپنی کانی آنکھ ٹھیک کروا سکا؟ کیا اُس دولت سے تو اپنی ٹیڑھی اور اُونچی نیچی آنکھیں سیدھی کروا سکا؟ کیا اُس دولت سے تو اپنا بجو نما چہرہ خوبصورت بنوا سکا؟ کیا اُس دولت سے تیری سینکڑوں بیماریاں ٹھیک ہو سکیں؟ کیا تیرا جاہ و منصب تجھے لیٹرین میں مرنے سے بچا سکا؟ کیا ساری دنیا کے انگریز ڈاکٹر تجھے ڈبل ہیضے کی موت سے بچا سکے؟ کیا وہ تیرے مرنے کے بعد بھی تیرے منہ سے بہتی ہوئی غلاظت بند کر سکے؟ ہائے مرزا قادیانی! تو نے کتنے گھاٹے کا سودا کیا۔ تو نے کس نبی ﷺ کے منصب پر ڈاکہ ڈالا۔ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں۔ جس نے پتھر مارنے والوں کو محبت کے پھولوں سے نوازا۔ جس نے ساری زندگی کسی کا دل نہیں دکھایا۔ جو رات کے پچھلے پہر مصلے پر بیٹھ کر جانی دشمنوں کے ایمان کے لیے بھی روتا رہا۔ جس نے

یہودی عورت کے جنازے کو گزرتے ہوئے دیکھا تو آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے کہ وہ عورت دنیا سے ایمان کے بغیر جارہی تھی۔ جس نے چہرہ انور پر تھوکنے والے سے کہا کہ اب تو تو نے اپنا غصہ نکال لیا۔ اب تو کلمہ پڑھ لے۔ محمد ﷺ تجھے جہنم میں جاتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔ مرزا قادیانی! تو تو جہنم میں اپنے بدترین ٹھکانہ پر پہنچ گیا۔ لیکن افسوس کہ تو اپنے ساتھ گمراہ انسانوں کا ایک بہت بڑا ریوڑ بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ اور آج بھی لاکھوں عقل کے اندھے تیری تیار کردہ ''جہنمی موٹروے'' پر سرپٹ بھاگتے ہوئے اوندھے منہ جہنم میں گر رہے ہیں۔ میں نے تیرے باقی ماندہ پیروکاروں کو بچانے کے لیے تمہاری ہی کتابوں سے حوالے نکال کر اُن کے سامنے رکھ دیئے ہیں تا کہ وہ انہیں پڑھ کر حقیقت سے آگاہ ہوسکیں اور قادیانیت کے زنداں سے نکل کر اسلام کے چمنستان میں آجائیں۔ (آمین ثم آمین)

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سر عام رکھ دیا

خاکپائے۔ جرنیل تحفظ ختم نبوت۔ جناب سیدنا صدیق اکبرؓ

محمد طاہر عبدالرزاق

بی ایس سی۔ ایم اے (تاریخ)

من کی بات

دین اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ آخری دین ہے جو حبیب کبریا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ شفیع المذنبین رحمت اللعالمین حضور خاتم النبیین ﷺ کے ذریعہ اس امت کو جسے خیر الامت کے لقب سے نوازا گیا ہے ملا، اور تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے آپ پر اپنی کتاب قرآنِ مجید کو نازل فرمایا اور اس کی تا قیام قیامت حفاظت اپنے ذمہ لے لی اور اللہ تعالیٰ حسب اعلان اس کی حفاظت فرما رہے ہیں۔ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب اور امت مسلمہ آخری امت ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''انا آخر الانبیاء و انتم آخر لا مم'' آپ ﷺ نے قیامت تک آنے والے فتنوں کی خبر دی ہے ان فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ جھوٹی نبوت کا ہے جو حضور اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں ظاہر ہو گیا تھا اور جسے خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی قوتِ ایمانی سے تلوار کے ذریعہ ختم کیا جس میں بارہ صد کے قریب جلیل القدر صحابہ کرام جن میں قرآن کریم کے حافظ و قاری اور بدری صحابہ بھی تھے اپنی قیمتی جانوں کے نذرانے پیش کیے اور بائیس ہزار کے قریب مرتد قتل کرا کر آنے والی امت مسلمہ کے لیے ایک روشن مثال قائم کر کے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت کو واضح کیا اور ہر دور میں مسلمان حکمرانوں نے اس سنت صدیقی پر عمل کیا۔ لیکن انیسویں صدی میں جب دشمن اسلام انگریز نے برصغیر ہندوستان پر اپنا غاصبانہ تسلط جمایا تو وہ مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے بڑا خائف تھا کہ مسلمانوں کا جذبہ جہاد جب بیدار ہوتا ہے تو وہ بڑی سے بڑی طاقت کو پاش پاش کر دیتا ہے۔ پہاڑوں سے ٹکرا جاتا ہے۔ سمندروں کو عبور کر لیتا ہے۔ آگ میں کود جاتا ہے اور پھر فزت برب الکعبہ کا نعرہ لگاتا ہے کہ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا اس لیے اس نے ضرورت محسوس کی کہ مسلمانوں سے جذبہ جہاد کو ختم کیا جائے اس کے لیے اس نے کئی تدابیر اختیار کیں۔ ان میں ایک تدبیر یہ سوچی کہ ایک جھوٹا نبی پیدا کیا جائے جس سے جہاد کے فریضہ کو حرام قرار دلوایا جائے چنانچہ اس کام کے لیے

ان کی نظر انتخاب مرزا غلام احمد قادیانی پر پڑی کیونکہ یہ خاندان پہلے سے انگریز کا وفادار اور جانثار تھا۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے بڑے فخر سے لکھا ہے کہ 1857ء کے غدر (جنگ آزادی) میں میرے والد نے پچاس گھوڑے اور پچاس سوار ایک دفعہ بہم پہنچائے اور چودہ گھوڑے اور چودہ سوار پھر مہیا کر کے انگریز کی مدد کی اگر یہ نعرہ (جہاد) اور طول پکڑتا تو میرا والد سو گھوڑے اور سو سوار مزید بھی دینے کو تیار تھا اور اپنی خدمات (غداری) کے صلہ میں اسے گورنر کے دربار میں عزت سے کرسی ملتی تھی۔ (''لعنت بر پدر فرنگ)

علماء اسلام مشائخ عظام نے اسی وقت اس فتنہ کی سرکوبی زبان اور قلم سے شروع کی، مناظرہ و مباہلہ کے میدان میں اسے للکارا اور ہر میدان میں اسے چاروں شانوں چت کیا۔ لیکن انگریز جس نے اس پودا کو خود کاشت کیا تھا وہ اس کی آبیاری اور ہر طرح سے پشت پناہی کرتا رہا اور ابھی تک کر رہا ہے آج یہی برطانیہ اور امریکہ جیسی سپر طاقتیں اس کی حفاظت اور پشت پناہی کر رہی ہیں۔ اسلام کے بدترین دشمن اسرائیل سے ان کے تعلقات چھپے ڈھکے نہیں ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اب دین کی حفاظت کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وقت کے بڑے بڑے علماء و مشائخ سے بھی کام لیا اور ان کے اپنے تیار کردہ مبلغین اور مناظرین کو ہدایت نصیب فرمائی جیسا کہ مولانا لال حسین اختر، مولانا عتیق الرحمان، ڈاکٹر عبداللہ جتوئی وغیرہ جنہوں نے ان کو ناکوں چنے چبوائے اور گھر کے بھیدی ملک راحت مظہر الدین ملتانی، پروفیسر منور احمد، قاضی خلیل احمد، حسن محمد فلسطینی جیسوں کو ہدایت عطا فرمائی جنہوں نے اندرون خانہ راز ہائے سربستہ کو آشکار کر کے ان کو ذلیل و خوار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ہر دور میں اپنے دین کی خدمت کے لیے انسانوں کو چنتا رہتا ہے۔ بابو حبیب اللہ محکمہ نہر کے کلرک تھے۔ الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ تھے۔ پروفیسر الیاس برنی کوئی رسمی اور اسمی عالم نہ تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس جھوٹی نبوت کے استحصال کے لیے ان سے بڑا کام لیا ان کی خدمات رہتی دنیا تک یاد رہیں گی۔ اس دور میں اللہ تعالیٰ ایک ایسے نوجوان سے کام لے رہے ہیں جو رسمی طور پر عالم نہیں بلکہ بی ایس سی تک اس کی تعلیم ہے اور تاریخ میں ایم اے ہے۔ سرکاری آفیسر بنے لیکن حضور اکرم خاتم النبیین ﷺ کے عشق و محبت سے سرشار ختم نبوت کا فدا کار و جانثار، جس کا نام محمد طاہر عبدالرزاق ہے۔ قادیانیوں کے لیے پیام موت ہے۔ ان کا قلم نیزے اور تلوار سے زیادہ کاٹ کرتا ہے اس کے مضمون دل کو تڑپا اور گرما دینے والے ہوتے ہیں۔ قادیانی فتنہ کے خلاف ان کی ۲۲ مختلف عنوانوں پر کتابیں

چھپ چکی ہیں۔ ان کی خوبی یہ ہے کہ اپنے مضامین کے علاوہ مختلف اہل قلم اور محققین کے قیمتی مضامین کو جو تاریخ کے اوراق میں گم ہو رہے ہیں ان کو تلاش کر کے ایک کتاب میں جمع کر کے زندہ جاوید بنا دیتے ہیں۔ ان کی تازہ تصنیف ''چراغ مصطفویؐ اور طوفان قادیان'' جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے اسی لڑی کی ایک کڑی ہے اور یہ ساتویں جلد ہے اور نامعلوم اس کے بعد کتنی اور جلدیں آئیں گی۔ اس میں انہوں نے مورخ اسلام سید سلیمان ندویؒ، پیر طریقت حضرت مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ، مفتی اعظم مفتی محمد شفیعؒ، شیخ التفسیر و الحدیث حضرت مولانا سرفراز صفدر، مناظر اسلام مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری جیسی عظیم نابغہ روزگار اور قدآور شخصیات کے نادر علمی مضامین ایک جگہ کتاب کی شکل میں جمع کر دیئے ہیں جیسے کوئی قیمتی موتی مختلف مقامات سے تلاش کر کے ایک قیمتی ہار تیار کر دیا ہے یا مختلف چمنستانوں سے اعلیٰ سے اعلیٰ قیمتی پھول چن کر ایک خوبصورت گلدستہ تیار کر دیا ہے اس کے مطالعہ کرنے سے آپ کو اندازہ ہو گا کہ کس محنت سے کہاں کہاں سے یہ قیمتی مضامین چن کر ایک دیدہ زیب کتاب کی شکل میں آپ کے سامنے رکھ رہے ہیں۔ اس میں شان خاتم النبیینؐ، عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت و عظمت، نزول عیسیٰ علیہ السلام کا اجماعی عقیدہ، مہدی اور عیسیٰ کی بحث، قادیانیوں اور خصوصاً لاہوری جماعت کے وجوہ تکفیر، معراج جسمانی کا ثبوت، منکرین کے شبہات کا ازالہ، ربوہ کی تاریخی اور تحریفی حقیقت، گستاخ رسول اور مرتد کی سزا، مرزائیوں کے بعض اعتراضات اور ان کے جوابات، بیس کے قریب مختلف اہم عنوانات پر محققین، اہل قلم، مناظرین اسلام، مشائخ عظام کے قیمتی مقالات ہیں، پڑھیے اور عزیز محمد طاہر عبدالرزاق کی جستجو، انتخاب اور محنت کی داد دیجئے، کتنا قیمتی سرمایہ انہوں نے یکجا جمع کر دیا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت شاقہ کو قبول فرما دیں اہل اسلام کے لیے باعث اطمینان اور قادیانیوں کے لیے ذریعہ ایمان بنائے۔ یہ اس سلسلہ کا نقش اول ہے۔ امید ہے کہ یہ سلسلہ کئی مجلدات تک مزید جاری رہے گا، اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کی عمر اور علم میں برکت نصیب فرمائیں۔(آمین)

مولانا منظور احمد چنیوٹی
سیکرٹری جنرل انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ
سابق ایم۔پی۔اے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

الحمد لله وحده والصلوة والسلام علی من لانبی بعدہٗ

چراغِ مصطفویؐ اور طوفانِ قادیان

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محسن انسانیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو مبشرؐ، خاتم النبیینؐ، رحمۃ للعلمینؐ، اور دوسرے عظیم الشان القاب سے سرفراز کر کے داعی الی اللہ اور ''سراج منیر'' کے اعزاز سے بھی مشرف کیا ہے، ایک ایسی روشنی جو ساری کائنات کو محیط ہے ایک ایسا درخشاں اور تابناک چراغ جس کی ضوفشانی سے عالمین منور ہیں۔ انسانوں کی فکری و نظری ظلمت کدہ ہی نہیں بلکہ ان کے دلوں کی اتھاہ گہرائیوں میں بھی خورشید جہاں تاب بن کر چمکے ہیں اور چمکتے رہیں گے۔

اللہ نے حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ o (ہم نے آپ کو ساری کائنات انسانی کے لیے رسول کی حیثیت سے مبعوث کیا ہے) کے ارشاد گرامی سے ایسی عظمتوں اور سربلندیوں سے ممتاز کیا ہے جو قبل ازیں کسی بھی نبیؑ اور رسولؑ کو عطا نہیں ہوا کیونکہ تمام انبیاء و رسل علیہم السلام اپنے خاص علاقے میں خاص زبان کے ساتھ اور خاص قوم کی جانب مبعوث ہوئے تھے، لیکن حضور خاتم النبیین والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا دائرہ نبوت و رسالت چونکہ پوری کائنات انسانی ہے، انسان اس کرۂ ارض پر، خلاء میں یا کسی بھی سیارے میں آباد ہیں اور انسان کا جہاں کہیں بھی وجود موجود ہے اس کے نبی اور رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات اقدس ہے،

ختم نبوت و رسالت کے اس خورشید درخشاں کو گہنانے اور ''چراغ مصطفویؐ'' گل کرنے کے لیے چند مسیلمہ کذابوں اور اسود عنسیوں نے اسلام دشمن طاقتوں کے ساتھ ساز باز کر کے کئی حربے استعمال کئے اور کئی سازشیں کیں مگر۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

''چراغ مصطفویؐ'' بجھانے کے لیے فرنگی سامراج کی سازش سے مسیلمہ پنجاب مرزا غلام قادیانی نے بھی ناپاک کوشش کی تھی، مگر اللہ بہت ہی جزاء خیر عطا کرے ان عاشقانِ حضور خاتم النبیینؐ اور محافظین عقیدہ ختم نبوت کو جنہوں نے کمال جرأت و بے باکی، اور حکمت و دانائی کے ساتھ اس قادیانی فتنے کے تار عنکبوت ناپید کر دیئے اور چراغ مصطفویؐ کی لو تیز تر کرنے کی خاطر لائق صد تحسین و آفریں اور تاریخ ساز کارنامہ انجام دیا ہے، اس سلسلے میں علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، پیر سید مہر علی شاہ گولڑہ شریف، مولانا کرم دین بھیںؒ جہلم، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا احمد رضا خانؒ بریلوی، مولانا قاضی احسان احمد شجاع ؒ آبادی، مولانا محمد عبداللہؒ لدھیانوی، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، علامہ محمد اقبالؒ، مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد قادریؒ، مفتی محمد شفیعؒ، مولانا عبدالحامدؒ بدایونی، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، علامہ راغب احسنؒ، مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ، مولانا محمد الیاسؒ برنی، مولانا محمد حیات فاتح قادیان، مولانا لال حسین اختر، مولانا سید ابو الحسن ندویؒ اور دیگر عظیم مرتبے کی شخصیات کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔

ان تمام جلیل القدر ہستیوں کی مساعی حسنہ اور جہد مسلسل کو عملی پیکر میں ڈھالنے اور علامہ اقبال کے مطالبے کے مطابق منکرین عقیدہ ختم نبوت کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیکر غیر مسلم اقلیت کے زمرے میں شامل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کو اس توفیق و سعادت سے سرفراز کیا کہ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں باقاعدہ بحث و ندا کرے اور قادیانی گروہ کے سربراہ کو اپنا موقف پیش کرنے کا موقع دینے کے بعد قادیانیوں کو عقیدۂ ختم نبوت سے انکار اور حضور خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی اور رسول ماننے کی بناء پر غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا تاریخی فیصلہ صادر فرمایا تھا۔

بہر نوع قادیانی فتنے سے اُمت مسلمہ کو خبردار کرنے کے سلسلے میں اگرچہ مختلف شخصیات اور جماعتیں اپنے اپنے انداز میں لائق تحسین خدمات انجام دے رہی ہیں لیکن جس انداز اور جدید عصری تقاضے کے مطابق عزیزم محمد طاہر عبدالرزاق صاحب نے اس

موضوع سے متعلق بہت سی گرانقدر کتب اور پمفلٹ شائع کیے ہیں وہ ایک ایسا کارنامہ ہے جسے مورخ ہرگز نظر انداز نہیں کر سکتا، ''چراغ مصطفویؐ اور طوفانِ قادیان'' کے زیر عنوان یہ کتاب بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے اس میں جن عظیم شخصیات کے گرانقدر مضامین شریک اشاعت ہیں ان میں شیخ المشائخ پیر سید مہر علی گولڑویؒ، علامہ سید محمد سلیمان ندویؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا علاؤ الدین ندویؒ، مولانا سرفراز خاں صفدرؒ، مولانا مرتضٰی حسن چاند پوریؒ، علامہ خالد محمود (مانچسٹر) علامہ محمود احمد رضویؒ، شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید (اکوڑہ خٹک) مولانا عنایت اللہ چشتیؒ سابق خطیب مسجد ختم نبوت قادیان، ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن شاہ بخاریؒ، اور مولانا احمد علی سراج کے علاوہ چند دیگر اہم شخصیات شامل ہیں۔

یہ ایک مستحسن پیشکش ہے۔ فکرو نظر کی بالیدگی اور'' فتنۂ قادیانیت'' سے آگاہ ہونے کے لیے اس کا مطالعہ ہر فرزندِ اسلام کے لیے ضروری ہے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالٰی عزیزم محمد طاہر عبدالرزاق کی اس گرانقدر کاوش اور پیشکش کو مقبول خلائق بنا کر اجر عظیم سے نوازے۔ آمین

متمنی شفاعت رسولؐ

مولانا مجاہد الحسینی

فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قبلہ نما

خالق کائنات، اللہ رب العزت، اپنی مخلوق پر اس قدر مہربان و کرم فرما ہے کہ اس کے احسانات و انعامات کا شمار بھی ممکن نہیں، کلامِ الٰہی کے الفاظ، **وان تعدوا نعمة الله لاتحصوها** اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

نبوت و رسالت، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مخلوق کو ملنے والا سب سے اعلیٰ اور بے مثال و بے بہا انعام ہے۔ یہ لازوال اعزاز، سراسر وہبی ہے کسبی نہیں، یعنی انسانی کوشش و کمال کا اس اعزاز کے حصول سے کوئی سروکار نہیں۔ عبادتوں اور ریاضتوں سے انسان نیک نفس، عابد و زاہد اور خدا رسیدہ و متقی تو کہلا سکتا ہے، لیکن یہ عبادتیں اور ریاضتیں اس کے لیے عطائے نبوت و رسالت کی بنائے استحقاق نہیں بن سکتیں کیونکہ یہ اعلیٰ اعزاز بالکلیہ، اللہ قادرِ مطلق کی خصوصی نوازش ہے لہٰذا انسانی کد و کاوش اور ہر کمندِ ہوس کی رسائی سے باہر ہے ۔

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

خالق کائنات نے ابتدائے آفرینش ہی سے اپنی مخلوق کی بھلائی اور رہنمائی کے لیے بعثت انبیاء کا آغاز فرمایا تا کہ وہ لوگوں کو اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تعلیم و تربیت سے آراستہ کریں۔ سلسلہ نبوت میں سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخری نبی حضرت محمد عربی ﷺ ہیں۔ ان کی بعثت، سلسلۂ انبیاء و رسل کی آخری کڑی اور ایوانِ رسالت میں نصب ہونے والی آخری اینٹ ہے جس کی تنصیب کے ساتھ ہی سلسلۂ بعثت بتمام و کمال اختتام کو پہنچا ۔

بعثت پیغمبراں ہے مثل تعمیر بنا
باعث و معمار جس کا خالق ارض و سما
خشت اول اس محل کی حضرت آدمؑ ہوئے
اور خشت آخریں لاریب امام الانبیاءؐ

کتاب وسنت کے مطالعے سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے بعد نبوت ورسالت کا ہر دعویٰ بے بنیاد و باطل ہے۔ رسو اکرمؐ خیرالبشر ہیں اور آپؐ کی امت خیرالامم، آپؐ خاتم الانبیاء ہیں اور آپؐ کی امت خاتم الامم، اسی طرح آپؐ پر نازل ہونے والی کتابِ الٰہی (قرآن مجید) خاتم الکتب ٹھہری۔ قرآن مجید میں خیرالامم سے خطاب کرتے ہوئے واضح الفاظ میں اعلان کیا گیا ہے:

کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنکر و تؤمنون باللہ

تم لوگ (خیرالامم) بہترین امت ہو جنہیں عامۃ الناس (کے فائدے) کے لیے نکالا گیا ہے۔ تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

وہ خوش نصیب افراد (مرد، عورت، بچے) جو اسلام قبول کرنے کی حالت میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی صحبت کیمیا اثر سے مستفید ہوئے اور ایمان و اسلام ہی پر ان کی وفات یا شہادت ہوئی، اصطلاحِ شریعت میں صحابی کہلاتے ہیں۔ صحابی ہونے کے لیے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری ضروری ہے، جسے اصطلاحاً صحبت کہا جاتا ہے۔ صحابی کا لفظ، اسی صحبت سے بنا ہے۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کے سچے اطاعت گزار، دین کے مددگار و جان نثار، مہاجرین و انصار اور مخلص و عادل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اور حضرت رسالت مآب ﷺ نے اپنے فرمودات میں صحابہ کرامؓ کی بہت تعریف وتوصیف فرمائی ہے۔ اس لیے کوئی بڑے سے بڑا بزرگ اُمتی بھی کسی صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ صحبت نبویؐ کی تاثیر قدسی صفات سے صحابہ کرامؓ ایسا پارس بن گئے کہ ان کی نسبت صحبت سے مشرف ہونے والے خوش بخت اہل ایمان، تابعی کہلائے، ان تابعین میں بھی صحابہ کرامؓ کی ایمان آفریں توجہ سے ایمان کی وہ مقناطیسی خصوصیات پیدا ہوگئیں کہ ان کی زیارت (بحالت ایمان) سے فیضیاب ہونے والے

''تبع تابعین'' کہلائے، پھر اس کے بعد تا قیامِ قیامت آنے والے اہل ایمان، عامۃ المسلمین میں شمار ہوتے ہیں۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ اَمر، آفتابِ نصف النہار کی طرح روشن ہو جاتا ہے کہ ایوانِ نبوت و رسالت کی تکمیل کے بعد، جس طرح کسی نبی یا رسول کی بعثت کی گنجائش نہیں رہی بعینہٖ اب کسی شخص کا صحابی، تابعی بلکہ تبع تابعی ہونا بھی ممکن نہیں رہا۔ صحابی، کوئی تب کہلائے گا جب حضرت رسالت مآب ﷺ کی صحبت سے مستفید ہوگا، تابعی تب کہلائے گا جب کسی صحابی کو بحالت ایمان دیکھے گا، تبع تابعی تب کہلائے گا جب کسی تابعی کی زیارت بحالت ایمان کرے گا، یہ تمام ابواب فضیلت صدیوں پیشتر بند ہو چکے، یہ بساطِ مراتب سمیٹی جا چکی اور یہ سلسلۃ الذہب اختتام پذیر ہو چکا۔

یہ رُتبہ بلند ملا جن کو مل گیا

بایں ہمہ، ابلیس کے بہکاوے میں آ کر، ہوس پرستوں نے نبوت و رسالت کو بھی مالِ یغما سمجھ لیا، اور کبھی زور وزر کے بل پر، کبھی کہانت و ذہانت کے برتے پر اور کبھی کسی علم و فن میں امتیاز و مہارت کی بنا پر، انہوں نے ایسے ایسے دعوے کیے کہ دُنیا ان کی جسارت و جرأت پر انگشت بدنداں رہ گئی! اور یہ حقیقت اس سے بھی حیرت انگیز ہے کہ نبوت و رسالت کے ان شعبدہ بازوں میں سے کسی کو بھی یہ گلہ نہیں رہا کہ اُسے پیروکار نہیں ملے! عقل سے بے نیاز اور ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھنے والے، شیطانی ڈگڈگی کی آواز پر جب بھی دیوانہ وار لپکے تو شیطان کے چیلوں نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ تاریخ فتن و آشوب کے اوراق ایسے آثار و شواہد سے رنگین ہیں۔ انہی ایمان سوز فتنوں میں سے ایک فتنۂ مرزائیت ہے۔ جو برعظیم پاک و ہند میں برطانوی استعمار کے دست کرشمہ ساز کا شر انگیز و افتراق پرور شاہکار ہے۔

۱۹ ویں صدی عیسوی کے نصف آخر کا ہندوستان مسلمانوں کے سیاسی، مذہبی، معاشی اور معاشرتی ادبار و تنزل کی تصویر پیش کرتا ہے، ملی نشاۃ نو کی تحریکوں کی ناکامی اس تصویر کو اور بھی بھیانک بنا دیتی ہے۔ ان حالات میں مذہبی و معاشرتی مناقشات اُبھرنے لگتے ہیں عیسائی مشنری اور آریہ سماجی مسلمانوں پر فکری و نظری یلغار کر دیتے ہیں، مسلمان علما ہر محاذ پر دین اسلام کا دفاع کرتے ہیں، لیکن عامۃ المسلمین، ادبارِ مسلسل کے باعث سیاسی بے چارگی، معاشرتی بے راہروی اور مذہبی توہم پرستی کا بھی شکار نظر آتے ہیں۔ فکری و نظری انتشار مسلم

معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ ادھر انگریز اپنے تمام تر جور و استبداد کے باوجود مسلمانوں کی بیداری اور ان میں ابھرنے والی کسی بھی تحریک بالخصوص جہاد سے لرزاں و ترساں ہیں، انہیں ہر آن یہ خطرہ و خدشہ دامن گیر ہے کہ مسلمانوں میں پھر سے تحریک جہاد کا کوئی داعی پیدا نہ ہو جائے۔ سیّد احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی تحریک جہاد کے اثرات اب بھی ان کے اعصاب پر موت کی طرح سوار ہیں، حالانکہ انہوں نے مسلمان مجاہدین کو ''وہابی'' کہہ کر بدنام کیا، ان سے کالے پانی کی ویران جیلیں آباد کیں، ہر شجر و ستون کو ان کے لیے پھانسی گھاٹ بنا دیا۔ ان کی فرہنگ میں لفظ ''وہابی'' خوفناک باغی اور مذہبی دیوانے کا مترادف سمجھا جاتا ہے۔ جیسے آج کل امریکہ اور اس کے حواریوں کی ڈکشنری میں ''طالبان'' ''القاعدہ'' ''اُسامہ'' ''ملا عمر'' یا دیگر مجاہدین ''دہشت گرد'' قرار دیئے گئے ہیں۔ سوڈان میں وہ مہدی سوڈانی کے ہاتھوں بار بار زک اُٹھا چکے تھے، ان حالات میں انہیں ہر آن یہ خطرہ لاحق تھا کہ مہدی سوڈانی کی طرح اگر کسی ہندی مہدی نے بھی ''ہندوکش کی بلندیوں سے اُتر کر جہاد کا پرچم بلند کر دیا تو ہم کیا کریں گے؟ روس یقیناً اس موقع سے فائدہ اٹھائے گا، افغانستان قابل اعتماد نہیں، باقی رہے ہندوستان کے مسلمان، تو جہاد کے نفیر عام کے بعد شاید وہ بھی بغاوت پر آمادہ ہو جائیں۔ اس وقت ہر شخص کی زبان پر یہ چار الفاظ تھے۔ ''مہدی، جہاد، روس اور امیر کابل'' اور ہندوستان کے نائب السلطنت کی زبان بھی انہی الفاظ کے اعادہ و تکرار کے لیے وقف ہو چکی تھی۔'' (چراغ حسن حسرت، مقدمہ ارمغانِ قادیان ص ۸)

اس لیے انگریز، جہاد کو ختم کرنے اور مسلمانوں کو متفرق و منتشر کرنے کی سازشوں میں دن رات مصروف رہے، انہوں نے ہندوستان بھر میں اپنے ایجنٹوں اور گماشتوں کے ذریعے اپنے مفید مطلب افراد کی تلاش جاری رکھی بالآخر وہ اپنے ڈھب کے آدمی تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے جن میں سے ایک میرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ میرزائے آنجہانی انگریزوں ہی کے زیر احسان ایک خانوادے کا فرد ہونے کی بنا پر ان کے لیے ہر طرح باعث اطمینان اور قابل اعتماد تھا چنانچہ ؎

آبائی سرپرست کے ایمائے خاص پر
کم بخت بن کے صاحب الہام آ گیا

جہاد سے خائف، انگریزی استعمار نے برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ کے حصار

میں رخنہ گری کے لیے منجملہ دیگر حربوں کے جھوٹی نبوت کا بھی ڈول ڈالا اور اپنے ایک وفادار و نمک خوار خاندان کے ایک فرد، مختاری کے امتحان میں ناکام ہونے والے، سیالکوٹ کچہری کے ملشی مرزا غلام احمد قادیانی کو اس بساطِ شطرنج کے مہرے کے طور پر ایک خاص نہج سے بتدریج آگے بڑھایا۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کسی نے کہا تھا ۔

عجب رنگ زمانہ ہے عجب اس کی روانی ہے
کہ معمولی کلرکوں نے نبی بننے کی ٹھانی ہے
خبر تھی احمدؐ مرسل کی جھوٹے تیس آئیں گے
اسی زمرے میں واللہ ایک مرزا قادیانی ہے

فرنگی کی عطا کردہ اس نبوت کے آغازِ سفر میں مرزا قادیانی ایک مناظر اور قلمکار کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ وہ عیسائی پادریوں اور آریہ سماجیوں سے مناظرے کرتا ہے۔ اسلام کی حقانیت پر ''براہین احمدیہ'' کے نام سے پچاس جلدوں پر مشتمل کتاب لکھنے کا اشتہاری وعدہ و دعویٰ کرتا ہے اور لوگوں سے پچاس جلدوں کی قیمت پیشگی وصول کر کے انہیں صرف پانچ جلدوں پر ٹرخا دیتا ہے۔ جب اس بدمعاملگی پر وہ اعتراضات کی زد میں آتا ہے تو مکر آمیز سادگی سے جواب دیتا ہے۔

''پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پانچ پر اکتفا کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لیے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا۔''

بسیار نویسی کے باعث وہ ''سلطان القلم'' ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور قدیم اہل علم کے ذخیرۂ علم و معارف کے اقتباسات حوالہ دیئے بغیر اپنی تحریروں میں شامل کرتا ہے اس پر بھی ادبی نقطۂ نظر سے اس کی تحریریں 'غلطیہائے مضامین مت پوچھ'' کا مصداق ہیں۔ شاعری سے شغف کی بنا پر ایک مجموعۂ کلام ''دُرِ ثمین'' کے نام سے پیش کرتا ہے۔ اس میں سے دو شعر دیکھئے ۔

۱۔ اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال
۲۔ کرمِ خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

اس کی فارسی شاعری کا نمونہ بھی دیکھ لیجئے کہتا ہے ۔

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفاں نہ کمتر ز کسے

(نبی تو اگرچہ بہت سے ہوئے ہیں، میں خدا شناسی میں کسی سے بھی کم نہیں ہوں)
لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اس کے نظریۂ تنسیخ جہاد پر ڈاکٹر سر اقبال نے ''ضربِ کلیم'' میں خوب گرفت کی ہے۔ جب رفتہ رفتہ مختلف ذرائع سے حکومت کے زیر سایہ کچھ شہرت ہو جاتی ہے تو پھر بتدریج مہدی، کرشن، مریم، مسیح موعود اور ظلی و بروزی نبی وغیرہ کا روپ دھارتا ہے اس کی اس ''ہمہ منصبی'' اور ''ہرفن مولا'' بننے کی تمنائے بے تاب پر تبصرہ کرتے ہوئے کسی نے کہا ہے ۔

کبھی احمد، کبھی عیسیٰ، کبھی کرشن کبھی مریم!
جو سچ پوچھو تو جھوٹوں کی تلون ہی نشانی ہے

''ٹیچی ٹیچی'' اس پر وحی و الہام کی موسلا دھار بارش برساتا ہے اور یہ وحی اردو، انگریزی، ہندی، پنجابی، فارسی، عربی اور سنسکرت وغیرہ متعدد زبانوں میں نازل ہوتی ہے۔ مشکلاتِ وحی کی تسہیل و ترجمانی کے لیے ایک ہندو لڑکے شیام لال کو ملازم رکھتا ہے، گویا وہ اپنی ذات پر نازل ہونے والی وحی کے مفہوم کی تفہیم سے بھی قاصر و عاجز ہے۔ مترجم ٹھیک یا غلط جو بتلائے، مرزا اسی کا پابند ہے۔ کیا خوب ۔

ملہم علیہ پر ہی نہ مفہوم، جب کھلا
تعبیر کون جانے پھر ان مہملات کی؟

طفیلی نبوت کا سودا و خمارِ خام جب سنبھالے نہیں سنبھلتا تو ہوس کی مسلسل مہمیز پر مکمل نبی ہونے کا بہروپ بھرتا ہے لیکن ہوا و ہوس کی آندھی اس پر بھی جب رکنے کا نام نہیں لیتی تو نہایت بے حیائی سے (نقل کفر، کفر نباشد) نہ صرف ''محمدؐ'' ہونے کا دعویٰ کرتا ہے بلکہ اپنے ''خطبۂ الہامیہ'' میں نعوذ باللہ، فضل و کمال میں انؐ سے بھی آگے ہونے کا مدعی ہے! العیاذ باللہ من تلک الخرافات۔ مرزا کی چلبلی طبیعت اور بے چین روح کو سکون راس نہیں آتا لہٰذا وہ پے در پے ایسے ایسے ناگفتنی دعوے کرتا چلا جاتا ہے کہ ہوش و خرد فرطِ حیرت سے منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں ۔

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است!

مرزا کے اسی نوع کے بے شمار الہامات و مزعومات کے گمبیر تناظر میں اس کی

شخصیت چوں چوں کا مربہ دکھائی دیتی ہے یا پھر ہر آن رنگ بدلتا گرگٹ! مرزا نے ایسے ایسے حیا سوز و متضاد الہامات و دعاوی کے انبار لگائے ہیں کہ قلم انہیں نقل کرنے سے گریزاں ہے۔

وہ گل کھلائے ہیں مرزائے قادیانی نے
کہ تذکرے سے بھی ان کے قلم گریزاں ہے

مختصراً یہ جان لیجئے۔

مرزا کی موشگافیاں سنتے ہی دوستو!
سکتے میں ایک بار تو الحاد آ گیا
سن کر دعاوی اس کے یہ شیطان بول اٹھا
میں کیا ہوں؟ یہ تو میرا بھی اُستاد آ گیا!

نامور مصنف اور صحافی چراغ حسن، حسرت قادیانیت کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مرزا غلام احمد کے عقائد پر غور کیجئے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں جتنے باطل تصورات پیدا ہوئے ہیں وہ سب اپنی ترقی یافتہ صورت میں میرزا صاحب کے ہاں موجود ہیں۔ ان میں وہابیت کا ظاہر تو ہے لیکن اس کے باطن یعنی ذوقِ جہاد سے سروکار نہیں، وہ سرے سے جہاد بالسیف کے منکر ہیں اور انگریزی حکومت کو واجب الاطاعت سمجھتے ہیں۔ وہ صوفی بھی ہیں لیکن ان میں نہ تو صوفیوں کی سی فراخ دلی اور وسعت نظر ہے نہ بے نیازی اور قناعت۔ وہ اپنے منکروں کو کافر کہتے ہیں اور اپنے مخالفوں کو بے دریغ گالیاں دینے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ انہوں نے تصوف کے صرف عقائد کو قبول کرلیا جو مجوسی عقائد کی بازگشت معلوم ہوتے ہیں اور جنہیں اسلامی تصوف سے کوئی تعلق نہیں، یعنی ظل و بروز، تشبہ و تجسم اور وحدتِ وجود، ان پر بابی تحریک کا بھی کافی اثر پڑا، چنانچہ چند مسائل کو مستثنیٰ کر دیجئے تو ان کے اور محمد علی باب کے دعوے میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ وفاتِ مسیح کا عقیدہ جس پر ان کے دعوے کی عمارت استوار ہے انہوں نے سرسید سے لیا ہے۔ اسلامی عقائد کی نئی تعبیر و تفسیر اور علوم جدیدہ سے ان کی تطبیق کے

باب میں بھی وہ سرسید کے متبع ہیں۔ لیکن ان کی تحریک میں جو چیز سب
سے نمایاں نظر آتی ہے وہ تنسیخ جہاد اور انگریزوں کی خلافِ الٰہیہ کے
مسائل ہیں۔ ان کی کتابوں میں کوئی دوسرا مسئلہ ایسا نہیں جس کا ذکر
انہوں نے اس جوش وخروش کے ساتھ بار بار کیا ہو۔ ان کے خیالات
میں تضاد و تباین بے حد ہے وہ خود اپنے دعاوی کے متعلق ایسی متضاد
باتیں کہتے ہیں کہ پڑھنے والا پریشان ہو جاتا ہے۔ لیکن تنسیخ جہاد اور
حکومت انگریزی کی اطاعت کے متعلق انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ ہر
قسم کے ابہام و تضاد سے پاک ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان مسائل کو
اصل کی حیثیت حاصل ہے اور دوسرے تمام مسائل حتیٰ کہ ان کا دعویٰ
مہدویت بھی فرع کی حیثیت رکھتا ہے۔'' (چراغ حسن حسرت، مقدمہ
ارمغانِ قادیاں ص ۱۲،۱۱)

مرزا کی اسی مکروہ روش پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا ظفرعلی خاں مرحوم نے کہا تھا:

نصاریٰ کی رضا جوئی ہے مقصد اس نبوت کا
اور ابطالِ جہاد انجاحِ مقصد کا وسیلہ ہے

اب ہم ایک ایسی پیش گوئی کا کچھ احوال بیان کرنا چاہتے ہیں جسے متنبّی قادیان نے اپنی نبوت کی ''تقدیر مبرم'' یعنی دلیل محکم قرار دیا، لیکن وہی اس کی رسوائی اور جگ ہنسائی کا پیش خیمہ بن گئی۔

۱۸۸۸ء میں جبکہ مرزا قادیانی کی عمر پچاس سال تھی، اس نے اپنے ایک رشتہ دار مرزا احمد بیگ کی جواں سال بیٹی محمدی بیگم کے نکاح کا پیغام دیا اور اس ضمن میں بڑی شد و مد کے ساتھ الہامی اشتہار بازی بھی شروع کر دی۔ لڑکی والوں کو ڈرانے، دھمکانے، لالچ دینے، مختلف رشتہ داروں کے ذریعے مرعوب و ہراساں کرنے اور عدم تعمیل کی صورت کی ان کی بعض رشتہ دار خواتین کو طلاق دلوانے وغیرہ کے متعدد حربے اختیار کیے اور بار بار یہ الہامی دعویٰ بھی کیا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کا عقد نکاح مجھ سے آسمان پر باندھ دیا ہے۔ اگر لڑکی والوں نے اس ''نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک

فوت ہو جائے گا اوران کے گھر پر تفرقہ اور تنگی پڑے گی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لیے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔''

آسمانی نکاح کی اس پیش گوئی کو متنبی قادیاں نے اپنے صدق وکذب کی جانچ کے لیے نشانِ آسمانی، فیصلہ آسمانی اور ''تقدیر مبرم'' قرار دیا۔ ایک دوسرے الہامی اشتہار میں اس نے دعویٰ کیا:

''......اور فرمایا کہ خدائے تعالیٰ ہر طرح سے اس کو تمہاری طرف لائے گا باکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ کر کے اور ہر ایک روک درمیان سے اٹھا دے گا اور اس کام کو ضرور پورا کرے گا کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔''

مگر امر واقعہ یہ ہے کہ مرزا کی ہر طرح کی دوڑ دھوپ اور تگ و دو کے باوجود ۷۔اپریل ۱۸۹۲ء کو محمدی بیگم کا نکاح مرزا سلطان محمد ساکن پٹی ضلع لاہور سے ہوگیا، متنبی قادیان، اس نکاح کے بعد بھی بمصداق ''کھسیانی بلی کھمبا نوچے'' اپنی الہامی پیش گوئی کی تکمیل کا آرزومند اور منتظر رہا، چنانچہ ۱۹۰۱ء میں ضلع گورداسپور کی عدالت میں اس نے اپنے حلفیہ بیان میں کہا:

''سچ ہے وہ عورت میرے ساتھ بیاہی نہیں گئی مگر میرے ساتھ اس کا بیاہ ضرور ہوگا جیسا کہ پیش گوئی میں درج ہے وہ سلطان محمد سے بیاہی گئی...... عورت اب تک زندہ ہے میرے نکاح میں وہ عورت ضرور آئے گی۔''

لیکن کوشش بسیار کے باوجود مرزا وصل دلبر کی حسرت دل میں لیے سوزِ غم فراق میں شب و روز سلگتا اور اندر ہی اندر گھلتا رہا، اور اس کی ''الہامی پیش گوئی'' کا مضحکہ اڑتا رہا۔ وہ جگ ہنسائی ہوئی کہ الامان والحفیظ! اسی موقع کی مناسبت سے کسی نے کہا تھا ؎

عدو کے گھر میں ہے آباد جس کی پیش گوئی تھی
بتاؤ کیا یہی شانِ نکاح آسمانی ہے؟

متنبی قادیان نے جب دیکھا کہ مرزا سلطان محمد سے محمدی بیگم کی شادی ہوئے اڑھائی سال سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے باوجود میری الہامی پیش گوئی کے مطابق کوئی ناگہانی آفت واُفتاد ان پر نہیں آئی، بلکہ وہ دونوں خوش وخرم ہیں اور خوش گوار ازدواجی زندگی گزار رہے ہیں تو اس نے اپنی خفت مٹانے کے لیے، اس ''الہامی پیش گوئی'' کی میعاد میں

اپنی طرف سے توسیع کردی۔ لیکن ؎

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ!

آخر کار، مکہ یا مدینہ میں اپنے مرنے کی الہامی پیش گوئی کا دعویدار یہ متنبّی قادیان

(۱) بموجب پیش گوئی ڈاکٹر عبدالحکیم خان (سابق قادیانی)

''مرزا، ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک مرجائے گا۔''

(۲) (مولانا ثناء اللہ امرت سری کے خلاف) خود اپنی ہی ایک دعائے مباہلہ کی پاداش میں ہیضہ جیسی منہ مانگی موذی و مہلک بیماریوں میں مبتلا ہوکر بتاریخ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو بروز منگل بمقام برانڈرتھ روڈ لاہور، عبرتناک موت کا شکار ہوگیا۔ مرگِ مرزا کی اس منفرد کیفیت پر کسی شاعر نے خوب تبصرہ کیا ہے ؎

اس کے بیماروں کا ہوگا کیا علاج؟

''کالرا'' سے خود مسیحا مر گیا!

(''کالرا'' انگریزی زبان میں ہیضہ کو کہتے ہیں)

مرزا کی موت واقع ہوگئی، لیکن اس کا وہ نکاح جو بقول اس کے خدا نے خود، آسمان پر محمدی بیگم سے پڑھایا تھا، زمین پر، ہزار جتن کرنے کے باوجود عملی صورت اختیار نہ کرسکا، بالفاظِ دیگر متنبّی قادیان کی ''تقدیر مبرم'' (نہ ٹلنے والی حقیقت) بری طرح درہم برہم ہوگئی! معلوم ہوتا ہے کہ یہ مراقی، شیخ چلی کی طرح، محض خیالوں ہی خیالوں میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے میں سرگرداں رہا، لیکن وہ نہ ملے پر ملے! کسی شاعر نے حسب موقع کیا خوب کہا ہے ؎

کوئی بھی کام مسیحا ترا پورا نہ ہوا

نامرادی میں ہوا ہے ترا آنا جانا

مرزا اور اس کے وکلاء نے علماء اسلام سے زبانی و تحریری مناظرے بھی کیے جن میں شکست و پسپائی ان کا مقدر بنی، مقدمہ بازی بھی ہوئی، عدالتوں میں معافی کی درخواستیں بھی مرزا نے لکھیں۔ وہ ملکہ وکٹوریہ کی شان میں قصیدہ خوانی بھی کرتا رہا۔ اور انہی قصیدوں میں درپردہ، یک طرفہ ''عشق'' کا اظہار بھی کرتا رہا۔ اس نے شاہ نعمت اللہ ولی سے منسوب فارسی زبان میں منظوم پیش گوئیوں میں ردوبدل کرکے انہیں اپنی ذات پر منطبق کرنے کی ناروا کوشش بھی کی۔ مباہلوں کی تیاریاں بھی ہوئیں لیکن نجرانی عیسائیوں کی طرح، اس گرفتارِ مراق کو کبھی

میدانِ مباہلہ میں آنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے کیا خوب کہا ہے ؎

وہ بھاگتے ہیں اس طرح مباہلے کے نام سے
فرار کفر جس طرح ہو مسجد حرام سے

متنبّی قادیان شراب وخمریات کا بھی رسیا تھا اور مال روڈ لاہور کے ای۔ پلومر کی تیار کردہ ''ٹانک وائن'' اسے بطور خاص مرغوب تھی۔ اس کی شراب خوری کا معاملہ عدالت تک بھی جا پہنچا۔ کسی نے اس حوالے کو بھی شعری صورت دے کر یادگار بنا دیا ہے ؎

دوائی کے لیے مرزا جی ''ٹانک وین'' کہتے تھے
عدالت میں یہی ''الفضل'' والے کی زبانی ہے

ذہنی اور جسمانی لحاظ سے متنبّی قادیان گوناگوں امراضِ پیچیدہ کی آماجگاہ تھا۔ اور ان امراضِ خبیثہ کا تذکرہ، اس نے خود اپنی کتابوں میں جابجا کیا ہے۔ جسمانی آرام واستراحت کے حوالے سے ''بھانو'' وغیرہا غیر محرم عورتیں اس کے لیے سامانِ تسکین وسرور تھیں۔

قیامِ پاکستان سے پہلے غیر منقسم ہندوستان میں خود انگریزوں کے زیر انصرام عدالتوں اور بالخصوص عدالت عالیہ بہاولپور نے پورے برعظیم پاک و ہند کے معروف ومقتدر علمائے اسلام اور مرزائیت کے ممتاز و چیدہ نمائندوں کے موقف کا بالاستیعاب مطالعہ وتجزیہ کرنے کے بعد مرزائیت کو دین اسلام کے مقابلے میں سراسر کفر وارتداد قرار دیا۔ وطن عزیز پاکستان کی سول کورٹس، ہائی کورٹس اور سپریم کورٹ کے علاوہ خود ایوانِ حکومت (قومی اسمبلی، غرض ہر مجاز و مختار ادارے نے مرزا قادیانی کے جملہ دعاوی و اشتہارات اور ذخیرۂ وحی والہامات کا بنظر غائر جائزہ لینے بلکہ مرزائیت کے وکلاء و معاونین اور ان کے سربراہ وقت مرزا طاہر احمد کو ان کے اپنے موقف کی ترجمانی و دفاع کا مکمل باضابطہ اور منصفانہ موقع دینے اور ان کے دلائل ومزعومات کی طویل اور صبر آزما سماعت کے بعد متنبّی قادیانی مرزا غلام احمد آنجہانی اور اس کی امت مرزائیہ کے دونوں دھڑوں (قادیانی اور لاہوری) کو کافر قرار دے کر ان کے غیر مسلم اقلیت ہونے کا واشگاف اعلان کیا۔ اس کے علاوہ عالم اسلام اور دنیا کی دیگر مختلف عدالتیں بھی مرزا قادیانی کی نبوت کے رگ وریشہ کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد اسے خلافِ اسلام بغاوت اور مرائیوں کو کافر قرار دے چکی ہیں۔

خلاصۂ کلام کے طور پر بلاخوفِ تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ مرزا کی زندگی کے نشیب و فراز کا احوال، اسے ایک معقول، معتدل اور معتبر انسان بھی ثابت نہیں کرتا۔ بنابریں ایسے شخص

کی طرف سے کسی برتر حیثیت کا دعویٰ تو محض دیوانے کا خواب ہے ۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

یاد رہے کہ متنبّی قادیانی منگل کے دن کو منحوس جانتا تھا لیکن قضائے الٰہی سے منگل ہی دن اس کی موت واقع ہوئی۔ مرزا، ریل گاڑی کو ''دجال کا گدھا'' کہا کرتا تھا لیکن انجام مرزا کی ستم ظریفی دیکھئے کہ خود مرزا کی لاش اسی ''خرِ دجال'' پر لاد کر لاہور سے قادیان لے جائی گئی۔ ''حق، بحق دار رسید'' کی یہ کیسی منہ بولتی تفسیر ہے ۔

ریل گاڑی کو ''خرِ دجال'' مرزا نے کہا
لاشِ مرزا بر خرآں دُود دَم ہے دیدنی!

حقیقی انبیاء و رسل کی ایک امتیازی شان یہ بھی ہے کہ ان کا مقامِ وفات ہی ان کا مدفن بھی ہوتا ہے۔ متنبّی قادیان کو اس کی مکروہ البیان جائے وفات سے اس کے اپنے تعمیر کردہ ''بہشتی مقبرے'' میں دفن کرنے کے لیے مال گاڑی پر لاد کر لاہور سے قادیان لے جایا گیا۔ حیرت ہے کہ قدرت کی طرف سے قدم قدم پر اظہار حق کی عبرت آموز نشانیوں کو دیکھ کر بھی لوگ قبولِ حق سے اعراض کی روش کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں! کسی صاحب دل نے ایسے ہی افراد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے ۔

اگر ہے قلب و چشم و گوش پر مہر خداوندی
نہ مانو گے نہ حق کی بات تم نے کوئی مانی ہے

دنیا میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات و حوادث اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مخلوق بالخصوص انسان کے لیے عبرت و موعظت کے گوناگوں پہلوؤں کا مظہر ہوتے ہیں۔ تقدیس و تنزیہ کا دعویٰ کرنے والے اگر اپنی عملی زندگی اور انجام کے لحاظ سے عام لوگوں سے بھی رسوا و بدتر ہوں تو یہ امر قدرت کی طرف سے اہل دنیا کے لیے درسِ عبرت اور اظہارِ حق کا اعلان بن جاتا ہے۔ کسی اللہ والے نے کیا خوب کہا ہے ۔

انقلاباتِ جہاں، واعظِ رب ہیں، دیکھو
ہر تغیر سے صدا آتی ہے فَافْهَمْ فَافْهَمْ

قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت ایک ایسے طویل اور ہمہ جہت علمی سفر کا نام ہے جس میں بیک وقت مذہبی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی اطراف و مناظر کی جلوہ آرائی

ہے۔اہل نظر اصحابِ قرطاس وقلم نے اس فتنۂ حشر آثار کے آغاز ہی سے ٹھوس علمی بنیادوں پر اس کا تنقیدی وتحقیقی اور تجزیاتی محاکمہ ومحاسبہ شروع کر دیا تھا۔اس وقت سے لے کر آج تک ہزاروں کتب اور کتابچے منظر عام پر آچکے ہیں۔ رسائل و جرائد میں شائع ہونے والے مضامین و مقالات اور فتاویٰ بھی اسی سلسلۂ زرتاب کی شاخہائے گہر بار ہیں۔ زیرِنظر تالیف ''چراغِ محمدیؐ اور طوفانِ قادیان'' ایسے ہی بصیرت افروز مقالات کا ایک حسین انتخاب ہے۔ یہ کاوشِ جمیل محترم محمد طاہر عبدالرزاق کی مساعی حسنہ کا مظہر ہے۔ مرتب موصوف ایک کثیر المطالعہ شخصیت اور جانے پہچانے مصنف ومؤلف ہیں۔ انہوں نے اپنی تمام تر توجہات اور جملہ علمی مصروفیات کو مرزائیت کی تحقیق وتنقید پر مرکوز کرلیا ہے۔ اب شب و روز یہی ان کا اوڑھنا بچھونا اور دمِ گفتگو یہی ان کا طرۂ کلام ہے۔ ان کی دِلی خواہش ہے کہ مسلمان فتنۂ مرزائیت کو اچھی طرح پہچان لیں۔ مرزائیوں کی بین الملّی اور بین الاقوامی سرگرمیوں اور دسیسہ کاریوں کے پیشِ نظر مرزائیت شناسی کا شعور ملت اسلامیہ کے لیے مذہبی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی نقطۂ نظر سے انتہائی اہم ہے۔

''چراغِ مصطفویؐ اور طوفانِ قادیان'' معروف علماء کرام اور نامور اہل علم و دانش کے منتخب علمی وتحقیقی مقالات کا چشم کشا و بصیرت افروز مجموعہ ہے اور مرزائیت شناسی کے حوالے سے نہایت اہم ہے۔ جس میں مرزا قادیانی کی شخصیت، اس کی ملحدانہ سرگرمیوں کا احوال، مرزائیوں کے پیدا کردہ شبہات ومغالطات مثلاً کیا مہدی اور مسیح موعود ایک ہی شخصیت کے دومختلف روپ ہیں یا دومختلف الوجود ہستیاں ہیں، تشریعی اور غیرتشریعی نبی کی بحث، مولانا عبیداللہ سندھی اور مسئلہ نزول مسیح، اور انسانی حقوق کے حوالے سے عالمی سطح پر مرزائیوں کی مظلومی کے خانہ ساز افسانوں کا جائزہ اور محاکمہ شامل ہے۔ علاوہ ازیں قرآن کریم کے لفظ ''ربوہ'' کا تحقیقی مطالعہ، اسلام اور کفر وارتداد، مرتد کے لغوی واصطلاحی معانی، خاتم النبیینؐ...... کامل نمونہ، اور لاہوری مرزائی کافر کیوں؟ جیسے قابل قدر اور علم افروز مضامین اس کتاب کی زینت ہیں۔ مثال کے طور پر مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ کا مقالہ ''لاہوری مرزائی کافر کیوں؟'' اس لحاظ سے بطورِ خاص اہم اور منفرد شان کا حامل ہے کہ مرزائی مکر وفن اور چرب زبانی کے باعث بعض حلقوں میں لاہوری مرزائیوں کے لیے نسبتاً نرم گوشہ پایا جاتا ہے مولانا چاندپوری موصوف نے براہین وشواہد کی روشنی میں ایسی ہر ظلمت کو اس خوبی سے تحلیل کیا ہے کہ لاہوری مرزائیوں (پیغامیوں) کو بے ضرر خیال کرنے والوں کے خیالِ خام کی ازخود نفی ہو

جاتی ہے۔ ''انسانی حقوق اور قادیانی جماعت'' یہ مقالہ ایک ایسے صاحب قلم کا ہے جو زمانۂ ماضی میں خود قادیانی رہے ہیں چنانچہ گھر کا بھیدی ہوتے ہوئے پروفیسر منور احمد ملک نے اس موضوع کو اس خوبصورتی سے دامن قرطاس پر پھیلایا ہے کہ دعوائے مظلومی کے پردے میں چھپے مرزائیوں کی نہ صرف اصل شکل دنیا کے سامنے آجاتی ہے بلکہ اس نقاب کشائی کے بعد، مظلومیت کا بہروپ بھرنے والے خود ستم گر و ستم ایجاد نظر آتے ہیں۔ اسی طرح ''قرآنِ کریم کے لفظ ''ربوہ'' کا تحقیقی مطالعہ''، اپنی نوعیت و ندرت کے اعتبار سے نہ صرف دلچسپ اور جاذبِ التفات ہے بلکہ اپنے مضمرات کے حوالے سے مرزائیوں کی تحریفی سرشت اور علمی بددیانتی کو بھی طشت ازبام کرتا ہے۔ الغرض، اس تالیف میں شامل ہر مقالہ، اپنے قلم کار کے ذوقِ تحقیق اور علمی وجدان کا آئینہ دار ہے۔

ہمیں یقین کامل ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ، عامۃ المسلمین اور علم دوست احباب کے علاوہ اسلام اور مرزائیت کے محاذ پر کام کرنے والوں کے لیے بھی نہ صرف علمی و فقہی مسائل کی گرہ کشائی کا موجب ہوگا بلکہ خود مرزائیوں کے لیے بھی انشاء اللہ العزیز سرمۂ بصیرت ثابت ہوگا۔ فاضل مرتب کی یہ حسین کاوش فی الواقعی لائق ستائش و مبارکباد ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے اور ان کا یہ جذبۂ تحقیق مرزائیت، روز بروز نت نئے پہلوؤں سے مرزائیت شناسی کے فروغ کا باعث ہو:

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

یہ چند سطور، حسب ارشادِ مؤلف محترم اور بتقاضائے محاسن کتاب، بطور دیباچہ، اس خاکسار نے تحریر کر دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُمید ہے کہ یہ کاوشِ ناچیز، قارئین کے لیے انشاء اللہ العزیز ''قبلہ نما'' ہوگی۔

خاکسار

محمد بشیر متین فطرت

استاذ شعبۂ تاریخ

گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور

رسولِ خاتم ﷺ

علامہ سید محمود احمد رضوی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

"ھُوَالۡاَوَّلُ وَالۡاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالۡبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ [1] وہی اول' وہی آخر' وہی ظاہر' وہی باطن۔ وہی سب کچھ جانتا ہے۔

سورۂ حدید کی اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت جل مجدہٗ کی صفات عالیہ کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ اول ہے ہر شے سے پہلے بے ابتداء ہے کہ وہ تھا اور کچھ نہ تھا۔ یہ تھا تھے تم بھی نہ تھے اور وہ تھا۔ وہ آخر ہے ہر شے کے فنا ہو جانے کے بعد باقی رہنے والا ہر شے فانی ہے باقی تو صرف اسی کی ذات ہے۔

"کُلُّ مَنۡ عَلَیۡھَا فَانٍ وَّیَبۡقٰی وَجۡہُ رَبِّکَ ذُو الۡجَلٰلِ وَالۡاِکۡرَامِ" [2] کائنات میں جو کچھ ہے فنا ہونے والا ہے اور باقی تمہارے رب کی ذات ہے عظمت و بزرگی والی۔

جن۔فرشتے۔ انبیاء۔ اولیاء اصفیاء غرضیکہ کل جہان اس کے فضل و کرم کا محتاج ہے کوئی بھی اس سے بے نیاز نہیں ہے۔ عالم کا ذرہ ذرہ اس کے حضور سجدہ ریز ہے کیونکہ وہ آخر ہے باقی ہے سارے جہانوں کی بادشاہی اسی کے لئے ہے...... وہ ظاہر بھی ہے دلائل و براہین سے اس کا وجود ثابت ہے۔ ہر شے پر غالب ہے۔ جو چاہتا ہے جیسے چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے چاہنے میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا کیونکہ وہ "مالک الملک" ہے۔ "فعال لمایرید" ہے اور "علی کل شیٔ قدیر" اسی کی شان ہے وہ باطن ہے۔ سننے' سمجھنے' دیکھنے' سوچنے اور پرکھنے کی قوتیں اس کے ادراک سے اور وہم' قیاس' گمان اس کے حقیقی عرفان سے عاجز و درماندہ ہیں۔

---

[1] الحدید: ۳ [2] رحمٰن: ۲۶

وہ ''بکل شیٔ علیم'' ہے۔ اس کے علم کی نہ ابتداء ہے نہ انتہا۔ عالم الغیب و الشہادہ صرف اور صرف اسی کی ذات ہے۔ اس کی صفت علم ازلی۔ ابدی۔ دائمی۔ ذاتی اور سرمدی ہے۔ حسن و جمال فضل وکمال۔ قدرت و اختیار غرضیکہ ہر شے اور ہر چیز کا وہی تنہا حقیقی مالک و مختار ہے۔ مخلوقات میں جس کسی کو جو بھی فضل وکمال اور قدرت و تصرف حاصل ہے' وہ اس کی عطا ہی سے ہے۔ اس کی مشیت کے خلاف بڑی سے بڑی شخصیت بھی ایک تنکا ادھر سے ادھر نہیں کر سکتی۔

ماسہ گھٹے نہ تل بڑھے بن سائیں کے چاہ
لاتَتحرّکَ ذرّۃ اِلاّ بِاِذنِ اللّٰہ

تمام عظمتیں اور تعریفیں اسی کو سزاوار ہیں۔ یہ جہاں اسی کی جلوہ گاہ ہے۔ تصویر کی تعریف مصور کی تعریف ہے عالم امکان کی کسی بھی چیز کی تعریف کیجئے' تعریف تو خالق دو جہاں ہی کی قرار پائے گی۔ مگر اس خصوص میں بھی ہمارے رسولِ محترم نبی مکرم آسمان نبوت کے نیر اعظم ذات و صفات خداوندی کے مظہرِ اتم۔ محبوبِ ربّ دو جہاں۔ قاسم علم و عرفان۔ ماحی ظلم و طغیاں راحت قلوب عاشقاں۔ سرورکشور رسالت۔ رونق منبر نبوت۔ چشمہ علم و حکمت۔ نازشِ مسند امامت غنچۂ رازِ وحدت۔ جوہر فرد عزت۔ ختم دور رسالت۔ شمع بزم ہدایت۔ مخزن اسرار ربانی۔ مرکز انوار رحمانی۔ مصور فیوض یزدانی اسم برکات صمدانی۔ سید المرسلین۔ خاتم النبیین۔ رحمۃ للعلمین شفیع المذنبین۔ سید عالم۔ نور مجسم۔ ہادی سُبُل ختم الرسل محمد مصطفیٰ۔ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی عظمت و شان کی کیفیت یہ ہے کہ:

جس کے ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں حسن و جمال
اے حسین تیری ادا اس کو پسند آئی ہے

سیّد المحدّثین حضرت شیخ عبدالحق محدثؒ دہلوی قدس سرہ العزیز ''مدارجِ النبوۃ'' کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ سورہ حدید کی آیت حمدِ الٰہی بھی ہے اور نعت نبی بھی۔ جن صفات خداوندی کا اس آیت میں ذکر ہے حضور سرورکائنات ﷺ اس کے مظہر ہیں۔ یعنی بقول علامہ اقبالؒ۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں' وہی فرقاں' وہی یٰسؔ وہی طٰہٰ

(ا) حضور سرورِ عالم ﷺ اول بایں معنیٰ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضور کے نورِ

پاک کو پیدا فرمایا۔ حضور فرماتے ہیں:

"اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ وَالْخَلْقُ کُلُّهُمْ مِنْ نُوْرِیْ."[1]

تمام مخلوقات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے۔

کائنات کا افتتاح حضور ہی کے نور پاک سے ہوا۔ یہ نور نہ ہوتا تو چمن دہر میں مہر و انجم کی ضیاء ہوتی نہ بہاروں کی شمیم جانفزا۔ نہ کلیوں کا تبسم ہوتا نہ غنچوں کی چٹک نہ پھولوں کی مہک نہ ہواؤں کی دل افروزی نہ بلبل کا ترنم نہ گل خنداں کی بہار دلکشا...... مختصر یہ کہ اگر حضور نہ ہوتے تو نہ ہم ہوتے نہ آپ اور نہ یہ خطہ پاک ؎

نہ شمع جلتی نہ پھول کھلتے نہ دن نکلتا نہ رات ہوتی
جو یہ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا وجودِ کون و مکاں نہ ہوتا

حضور ہی کی ذاتِ اقدس نور الٰہی، نورِ اوّل، نور الانوار اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے طیب و طاہر روشن و منور نور ہیں۔

"قَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ. [2]

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا۔ [3]

اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ کفار نور محمدی کو بجھانے کی کوشش کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ اس نور کی روشنی کو بجھنے سے محفوظ رکھے گا۔ اس نور کی روشنی بڑھتی ہی رہے گی ظلمتیں بڑھ بڑھ کر پھونکیں مارتی رہیں گی لیکن چراغ محمدی ﷺ میں ذرا بھی تھرتھراہٹ پیدا نہ کرسکیں گی۔

"یریدون لیطفئوا نور الله بافواههم ط والله متم نوره ولو کره الکفرون."[4]

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے خواہ کافر براہی مانیں۔ (پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔)

---

[1] مدارج النبوۃ [2] المائدہ: ۱۵ [3] مفسرین کرام نے نور سے حضور کی ذات کو مراد لیا ہے۔ دیکھیے تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۹۵ خازن، ج ۱ ص ۴۱۷، مدارک، ج ۱ ص ۴۷۰، روح المعانی، ج ۶ ص ۸۷، روح البیان، ج ۱ ص ۵۴۸۔ معالم التنزیل، ج ۲ ص ۲۳، درمنثور ج ۳ ص ۲۳۱۔ مدارج النبوۃ، مواہب لدنیہ، زرقانی، شفا، ج ۱ ص ۱۰ تفسیر جلالین، تفسیر ابن جریر، امداد السلوک ص ۱۸۵ از مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، نشر الطیب ص ۷ مصنفہ مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ [4] سورۃ الصف: ۸

اللہ تعالیٰ نے جہاں کا افتتاح اور بشریت کی ابتداء اور سلسلۂ نبوت و رسالت کا آغاز صبح ازل کے نور یقین۔ اور شامِ ابد کے ماہ مبین خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء ہی کی ذات ستودہ صفات سے فرمایا:

یہ عالم ہست و بود ہوتا نہ زندگی کا وجود ہوتا
جہاں کی تخلیق ہی نہ ہوتی جو حاصل دو جہاں نہ ہوتا

عظمت وجود سید سرور کی معراج یہ ہے کہ آپ کو پیدا فرمانا مقصود نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ فرماتا۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی قیوم ربانی شیخ سرہندی قدس سرہ الربانی نے مکتوبات میں حدیث قدسی درج کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول سے فرمایا:

"لو لاک لما اَظْهَرْتُ الرّبُو بية." ا؎ کہ اگر تمہیں پیدا فرمانا منظور نہ ہوتا تو ہم اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ فرماتے۔

یعنی ؎

تیرے سر کے سوا سجتا بھی کہاں لولاک لما کا تاج بھلا
اے صلِ علیٰ یہ شان تیری اے صاحب تخت و تاج نبی

رسولِ اوّل و آخر ہونا حضور سرورِ عالم ﷺ کے اعظم خصائص سے ہے۔ اور آپؐ کے ان دونوں مناصب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ دنیا میں جس قدر انبیاء و مرسلین از آدمؑ تا عیسیٰ علیہ السلام آئے وہ نبی و رسول ہی ہیں۔مگر کسی نے اوّل النبیین اور آخر النبیین ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ انبیاء سابقین پر اجمالی طور پر ایمان لانے کا مفہوم یہ ہی تھا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں لیکن حضور ﷺ پر ایمان لانے کے لئے آپ کو صرف رسول ماننا ہی کافی نہیں ہے بلکہ آپ کی رسالت و نبوت پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ آپ کے اس وصف خاص پر ایمان لانا بھی ضروری ہے کہ آپ رسول اول بھی ہیں اور رسولِ آخر بھی۔ چنانچہ حدیث قدسی میں ارشاد ہے:

"قَالَ تَبارَک تعالیٰ جعلتکَ اَوّل النبیّین خَلْقًا وَ اٰخِرَ هُمْ بَعْثًا وَ جَعَلْتُکَ فَاتِحًا وَ خَاتِمًا" ۲؎ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محمد ﷺ پیدائش کے لحاظ سے تم کو سب نبیوں سے پہلے اور بلحاظ بعثت سب سے آخر بھیجا۔ نبوت کی ابتداء کرنے والا اور ختم کرنے والا تم ہی کو بنایا۔

۱؎ مکتوبات، ج ۲ ص ۲۳۲ ۲؎ براویت ابونعیم، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۹۷

آیۂ مبارکہ: "واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح" (سورہ احزاب : ۷) کی تفسیر میں حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"کنت اول النبیین فی الخلق و آخر ھم فی البعث.[۱] میں پیدائش کے اعتبار سے سب سے پہلے اور باعتبار بعثت سب سے آخری نبی ہوں۔

"کنت اول الناس فی الخلق وآخر ھم فی البعث" [۲] میں سب انسانوں میں بلحاظ پیدائش پہلا ہوں اور سب انبیاء میں باعتبار بعثت آخری ہوں۔

پس اولاً بالذات سب سے پہلے نبی حضور ہی ہیں مگر چونکہ اس عالم کے لحاظ سے آپؐ کا ظہور آخر میں ہوا' اس لئے آپ آخر الانبیاء بھی قرار پائے۔ مگر اس معنیٰ سے نہیں کہ آپؐ کو نبوت سب سے آخر میں ملی بلکہ اس معنیٰ سے آپؐ کا ظہور سب سے آخر میں ہوا...... ورنہ منصب نبوت کے لحاظ سے آپؐ کی ولادت سے قبل اور ولادت کے بعد چالیس سال کی عمر مبارک سے پہلے اور اس کے بعد کے زمانہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور آپؐ ہر دور اور ہر حال میں نبوت و رسالت سے متصف رہے ہیں اور ہیں۔ چنانچہ شب معراج معنیٰ اول و آخر کا ظہور ہوا حضور امام ہوئے اور تمام انبیاء کرام از آدم تا عیسیٰ علیہم السلام مقتدی۔

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہ ہی سر عیاں میں ہوں معنیٰ اول و آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت پہلے کر گئے تھے

الغرض سب سے پہلے خلعتِ وجود سے مشرف ہونے والے اور سب سے پہلے وصف نبوت سے متصف ہونے والے یوم میثاق سب سے پہلے بلیٰ کہنے والے' قبر مبارک سے سب سے پہلے اٹھنے والے جنت میں سب سے پہلے جانے والے سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھلوانے والے۔ عرصات محشر میں بحضور رب سب سے پہلے سجدہ فرمانے والے اور امت کی سب سے پہلے شفاعت فرمانے والے بھی حضور ہی ہیں غرضیکہ ہر موقع پر اول ہونے کا سہرا بھی حضور سرورِ عالم ﷺ ہی کے سر پر ہے۔ علامہ اقبال عرض کرتے ہیں:

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

اگر چہ وجودِ عنصری کے لحاظ سے بظاہر سب سے پہلے ہونے والے رسول حضرت آدم

---

[۱] ابونعیم و ابن جریر۔ کنز العمال' ج ٦' ص ١١٣ [۲] کنز العمال' ج ٦ ص ١٠٦

علیہ السلام کی ذاتِ اقدس ہے لیکن اولاً بالذات باعتبار خلق و اتصاف نبوت اولیت کا سہرا ہمارے ہی طیب و طاہر مقدس رسول ﷺ کو حاصل ہے جس میں آپ کا کوئی سہیم و شریک نہیں ہے۔ حتیٰ کہ آپ کو اس وقت وصف نبوت سے متصف کر دیا گیا تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام میں نفخ روح بھی نہ ہوا تھا۔ صحیح ترمذی میں فرمایا:

"کنت نبیا وادم بین الروح والجسد"[1] مجھے اس وقت نبوت مل گئی تھی جبکہ آدمؑ روح وجسم کے درمیان تھے۔

"کنت نبیا وادم بین المآء والطین" [2]۔

میں اس وقت نبوت سے سرفراز ہو گیا تھا جب کہ آدمؑ پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

حدیث بالا کا یہ مطلب لینا درست نہیں ہے کہ حضور علیہ السلام علم الٰہی میں نبی تھے۔ کیونکہ نبوت ایک وصف ہے اور اس کے لئے ذات کا ہونا ضروری ہے۔ اب اگر ذاتِ نبوت کا ظہور ہی نہیں ہوا تھا تو وصف نبوت سے کیسے سرفراز کیا گیا؟

ثانیاً۔ مقام مقام مدح بھی ہے اور علم الٰہی میں تو سب انبیاء ہی نبی تھے۔ پھر آپؐ کی کیا تخصیص؟

ثالثاً۔ حقیقت جب متعذر ہو یا کوئی قرینہ صارفہ ہو تو پھر مجازی معنیٰ لیتے ہی اور یہاں حدیث کے حقیقی معنیٰ ترک کرنے کے لئے نہ کوئی قرینہ ہے اور نہ ہی کوئی مانع۔

رابعاً۔ نبی کریم علیہ السلام نے خود تصریح فرمائی ہے کہ "کنت اول الناس فی الخلق" میں سب انسانوں میں بلحاظ پیدائش اول ہوں اس لئے حدیث بالا کا حقیقی معنیٰ ہی لیا جانا اور ماننا ضروری ہے لہٰذا حدیث بالا کا مفہوم صحیح یہ ہی ہے کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ اس وقت نبوت سے نواز دیئے گئے تھے جبکہ آدمؑ میں نفخ روح بھی نہ ہوا تھا۔ یعنی خلعتِ نبوت حضور کو اس وقت پہنایا جا چکا تھا جبکہ ابو البشر آدم علیہ السلام نے ابھی خلعت وجود بھی نہیں پہنا تھا۔ چنانچہ علامہ حافظ خفاجی علیہ الرحمۃ شرح شفا میں فرماتے ہیں: حدیث "کنت نبیا و آدم بین الماء والطین" سے واضح ہوا کہ نبی علیہ السلام کو پیدائش آدمؑ سے پہلے ہی نبوت و رسالت سے حقیقتاً سرفراز فرما دیا گیا تھا اور جیسے صفت وجود میں آپ سب سے مقدم ہیں ایسے ہی صفت نبوت میں

---

[1] جامع ترمذی [2] ابونعیم حلیۃ الاولیاء

بھی آپ سب سے مقدم و اول ہیں۔

(۲) حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم آخر بھی ہیں۔ سب سے آخر میں آپ کا ظہور ہوا۔ آپؐ کی ذات اقدس پر دین کی تکمیل ہوئی۔ آپ کا دین اسلام بھی آخری دین ہے اور آپؐ پر نازل شدہ وحی (قرآن) بھی آخری ضابطہ حیات ہے۔ قیامت تک آپؐ کے ہی دین کو بقاء ہے۔

"الیومَ اَکمَلتُ لَکُمُ دِینَکُمُ." [۱] وَرَضِیتُ لَکُمُ الاِسلَامَ دِیناً [۱]

آج ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کو بطورِ دین پسند کیا۔

اب نہ کسی اور دین کی ضرورت ہے، اور نہ شریعت کی حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر آج جناب موسیٰ علیہ السلام بھی دنیا میں ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کو گنجائش نہ ہوتی۔ (مَاوسِعَهُ اِلاَّ اَنُ یَتَّبِعَنِیُ)۔

شبِ معراج جب حریم حق میں آپ کی رسائی ہوئی اور مقام...... "قاب قوسین او ادنیٰ" میں آپ کی باریابی ہوئی تو اللہ عزوجل نے بکمال لطف وکرم فرمایا:

"حَبِیُبِیُ یَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّیکَ یَا رَبِّ قَالَ هَلُ غَمَّکَ اِنُ جعلتکَ اٰخِرَ النَّبِیِّنَ قُلُتُ لاَ یَارَبِّ قَالَ حَبِیُبِیُ هَلُ غَمَّ اُمَّتَکَ اِنُ جَعَلْتُهُمُ آخِراً لَاُ مَمِ قُلُتُ لاَیَارَبِّ قَالَ اَبلِغُ عَنِّی السَّلاَمَ وَاَخُبِرُ هُمُ اِنِّیُ جَعَلُتُهُمُ آخِرَ الُاُمَم" [۲]۔

اے میرے حبیب! میں نے عرض کی حاضر ہوں اے میرے رب۔ ارشاد ہوا اگر ہم تمہیں آخری نبی بنا دیں تو تم نا خوش تو نہ ہو گے۔ میں نے عرض کی اے میرے رب نہیں۔ فرمایا اگر تمہاری امت کو آخری امت بنا دیں تو وہ نا خوش تو نہ ہو گی۔ میں نے عرض کیا نہیں اے پروردگار فرمایا کہ اچھا تم اپنی امت کو میرا سلام کہنا۔ اور انہیں بتا دینا کہ میں نے انہیں آخری امت بنا دیا ہے۔

پیچھے آنا ہے تیرا ختم نبوت کی دلیل
اور سایہ کا نہ ہونا تری یکتائی ہے

سورۂ احزاب میں فرمایا:

---

[۱] المائدہ : ۳ [۲] کنزل العمال ج ۲ ص ۱۱۲

"وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ"[1] محمد ﷺ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے خاتم ہیں۔

خاتم کے معنیٰ آخری رسول کے ہیں۔حضور نے فرمایا' "میں عاقب ہوں۔"

"اَلَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ اَنَا خَاتِمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ"[2] جس کے بعد کوئی نبی نہیں میں انبیاء کا خاتم ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرتِ جابر ابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"بَیْنَ كَتِفَیْ اٰدَمَ مَكْتُوْبٌ مُّحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتِمُ النَّبِیّٖنَ"[3] حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں شانوں کے درمیان لکھا تھا محمد رسول اللہ خاتم النبیین

"ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ وَ بَقِیَتِ الْمُبَشِّرَاتُ" نبوت تو ختم ہوئی البتہ مبشرات باقی ہیں۔

"اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدْ اِنْقَطَعَتْ فَلَا نَبِیَّ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ"[2] رسالت اور نبوت دونوں ختم ہو گئیں۔ اب میرے بعد نہ کوئی نبی ہوگا نہ رسول۔

حدیث مسلم میں حضور کا ارشاد ہے میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے مطلب حدیث یہ ہے کہ جیسے حضور آخری رسول ہیں' حضور کے بعد کوئی رسول نہیں۔ ایسے ہی انبیاء کرام کی تعمیر کردہ مساجد میں مسجدِ نبوی آخری مسجد ہے۔ چنانچہ دیلمی و بزار کی حدیث سے اس امر کی تائید ہوتی ہے۔ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اَنَا خَاتِمُ الْاَنْبِیَاءِ وَ مَسْجِدِیْ خَاتِمُ الْمَسَاجِدِ الْاَنْبِیَاءِ." (بزاز)[4] میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد انبیاء کی بنائی ہوئی مسجدوں میں آخری مسجد میں ہے۔

عبادت کے لئے انبیاء کرام کی بنائی ہوئی مسجدوں میں مسجد نبوت خاتم المساجد ہے۔

اگر علم ازلی میں کچھ اور افراد کے لئے نبوت مقرر ہوتی تو حضورؐ کی تشریف آوری کا زمانہ اور مؤخر ہو جاتا۔لیکن چونکہ آپؐ سلسلۂ انبیاء میں آخری رسول ہیں' اس لئے آپؐ کی آمد ہی اس وقت ہوئی جب کہ جس قدر انبیاء کا آنا مقدر تھا اس کا ایک ایک فرد آچکا۔ اب اگر آپ کے بعد بھی کسی کے لئے نبوت سے سرفرازی مان لی جائے' تو پھر آپ کو آخر نبی کہنا ایسا ہی ہوگا جیسے درمیانی اولاد کو آخری اولاد کہنا۔ اس لئے حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ظہور کے بعد کسی کو نبی تسلیم کرنا آیت خاتم النبیین کا انکار اور کفر جلی ہے...... کتاب وسنت سے یہ امر بھی

---

[1] سورۂ احزاب: ۴۰ [2] خصائص کبریٰ ج' ۲ ص ۱۹۳ [3] خصائص کبریٰ' ج ا ص ۷ [4] ابو یعلیٰ۔ ابن خزیمہ

واضح ہے کہ انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم میں سے کسی نے بھی خاتم النبیین ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء پر نازل شدہ کتاب اور صحیفوں میں ان انبیاء کو آخری رسول یا آخری نبی قرار دیا بلکہ انبیاء سابقین کی سنت تو یہ رہی کہ وہ اپنے بعد دیگر انبیاء کرام خصوصاً حضور سرور عالم ﷺ کی تشریف آوری کا مژدہ سناتے رہے اور آپ کے فضائل و مناقب اور خصائص اور آپ کے مرتبہ کی عظمت و رفعت کا ذکر کرتے رہے۔ چنانچہ شیخ انبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے حضور کی بعثت کی دعا فرمائی اور حضرت مسیح کلمۃ اللہ عیسیٰ علیہ السلام کے فرائض نبوت کا تو ایک فرض ہی یہ قرار پایا کہ وہ یہ اعلان کر دیں کہ میں رسول محترم و مکرم کی تشریف آوری کی بشارت دینے آیا ہوں۔ جن کا نام نامی اسم گرامی احمد ﷺ ہے۔

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل و نوید مسیحا

انبیاء سابقین کا اپنے بعد خصوصاً حضور سرور عالم ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت دینا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ انبیاء سابقین میں کوئی بھی حضور کے سوا خاتم النبیین نہ تھا۔ ان انبیاء میں اگر کوئی خاتم النبیین ہوتا تو شیخ انبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی بعثت کی دعا اور آخری مژدہ رساں حضرت مسیح کلمۃ اللہ اپنے بعد حضور کی آمد کی بشارت کبھی نہ دیتے۔ غرضیکہ حضور خاتم النبیین علیہ السلام کی تشریف آوری ہوئی ہے اس وقت جبکہ جس قدر انبیاء کرام مقدر تھے' ان کا ایک ایک فرد آچکا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو خاتم النبیین کے منصب پر فائز کر کے سلسلہ نبوت ہی ختم فرما دیا اور حضور ہی کی شریعت کو آخری شریعت قرار دے دیا لہٰذا اب قیامت تک فلاح و فوز کا ذریعہ اور وسیلہ صرف اور صرف ہمارے ہی مقدس رسول حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ہے۔

کتاب و سنت کی ان تصریحات جلیلہ سے واضح ہوا کہ حضور قصر نبوت کی آخری کڑی ہیں۔ قصر نبوت اپنے جملہ محاسن اور خوبیوں کے ساتھ مکمل ہو گیا۔ اس لئے ضروری ہوا کہ عالم کی ابتداء میں انبیاء کرام کی بعثت کی جو اطلاع دی گئی تھی اس کی انتہا پر سلسلہ نبوت کے خاتمہ کا بھی اعلان کر دیا جائے۔ لہٰذا نعمتوں کا اتمام دین کا اکمال اور نبوت و رسالت کا اختتام ہوا اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو ختم فرماتا ہے تو کامل ہی ختم کرتا ہے' ناقص نہیں کرتا۔ نبوت اپنے کمال کو پہنچ گئی۔ اس لئے یہ منصب ہی ختم کر دیا گیا۔ اب نہ کوئی رسول پیدا ہو گا نہ نبی نہ

تشریعی اور نہ غیر تشریعی اور ظلی و بروزی کی لایعنی اصطلاح کا تو دین میں تصور ہی نہیں ہے۔ غرضیکہ نبوت کا ختم ہونا خدائی نعمت ہے خدائی نعمت کا اتمام اور دین کا انتہائی عروج و ارتقاء ہے۔ جو بجائے خود اللہ تعالیٰ کی عظیم و جلیل نعمت ہے۔ سلسلۂ انبیاء میں حضور آخری نبی ہیں یعنی آپؐ کی آمد ہی اس وقت ہوئی جبکہ جس قدر انبیاء کا آنا مقدر تھا ان کا ایک ایک فرد آچکا۔ اب جبکہ نبوت ختم ہوگئی تو آپؐ اس کی دلیل بن کر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین ہونے کے ساتھ ساتھ رحمۃ للعالمین بھی بنایا۔ جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ رسول خاتم بذاتِ خود تمام جہانوں کے لئے رحمت و برکت ہیں۔ اس لئے ختم نبوت سے رحمت الٰہی کا دروازہ بند نہیں ہوا بلکہ نبی رحمت کے ذریعہ نزول رحمت باری کو حیات سرمدی ملی ہے اب قیامت تک رحمت باری و انوار و برکات صمدی کا نزول ہوتا رہے گا توحید کی شمع جلتی رہے گی۔ ایمان کے پھول کھلتے رہیں گے انوار کی بارش ہوتی رہے گی۔ ایقان کا دریا بہتا رہے گا۔ حق و صداقت کے چراغ چمکتے رہیں گے۔ رشد و ہدایت کے تارے دمکتے رہیں گے۔ فکر کی تطہیر' دماغ کی تنویر' نفس کا تزکیہ اور روح کی آسودگی کے سامان مہیا ہوتے رہیں گے۔ خاتم النبیین و رحمۃ للعلمین کے صدقہ اور طفیل نبی نوع انسانیت قیامت تک فیوض و برکات الٰہیہ سے مستفید و مستنیر ہوتی رہے گی۔

الغرض ہمارے آقا و مولا آئے' نبیوں کے امام اور رسولوں کے خطیب آئے' وہ آئے جو ہدایت کی ایسی شمع ہیں جس میں دھواں نہیں۔ رسالت کا ایسا پھول ہیں جس میں خار نہیں' ان کی تابش خاک پا غازہ روئے قدسیاں ہے' اور ان کی صورت حق نما آئینہ جمال کبریا ہے۔ وہ آئے اور تمام تر زیبائیوں اور رعنائیوں کے ساتھ آئے۔ نیابت بھی آپؐ پر ختم ہوئی اور نبوت بھی۔ معرفت بھی آپؐ پر ختم ہوئی اور حکمت بھی۔

حضور آئے تو مخلوق الٰہی کو حیاتِ سرمدی ملی' قلب و نگاہ کی تطہیر ہوئی۔ عظمت انسانیت کی تکمیل اور سرزمین بے آئین میں حکومت الٰہیہ کی تشکیل ہوئی ۔

آئے جو یہاں حبیب رحمان پیچھے
یعنی شہ مرسلان ذیشاں پیچھے
کیا منکروں کو اس میں جائے حجت
فوج آگے رہا کرتی ہے سلطان پیچھے

(۳) حضور سید عالم ﷺ کی ذات اقدس ظاہر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو ایسا ظاہر فرمایا کہ قرآن نے کہا کہ حضور کی دنیا میں تشریف۔ آوری سے قبل حضور کے وسیلہ سے فتح کی دعا

کیا کرتے تھے اور کفار مکہ کی تو کیفیت یہ تھی:

"یَعْرِفُوْ نَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ ھُمْ." [1] وہ پہچانتے ہیں نبی کریم کو جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو۔

وجودِ محمدی ﷺ کے ظہور کا یہ عالم تھا کہ چاند اشارہ سے دو ٹکڑے ہوا' ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا۔ درختوں' جانوروں اور پتھروں نے آپ کو سجدہ کیا اور بزبانِ فصیح آپؐ کا کلمہ پڑھا۔ حضور فرماتے ہیں:

"اِنِّیْ لَا عْرِفُ حَجْراً بِمَکَّۃَ کَانَ یُسَلِّمْ عَلَیَّ قَبْلَ اَنْ اُبْعَثَ انی لَا عِرُفُہ الاٰنَ." میں مکہ کے اس پتھر کو آج بھی پہچانتا ہوں جو بعثت سے قبل بھی مجھے سلام کہتا تھا۔

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے مسلم خصائص کبریٰ میں اس مضمون کی حدیثیں ذکر کی ہیں۔ جنت کی ہر چیز پر حوروں کی پیشانیوں پر' جنت کے درختوں پر اور ان کے پتوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے الفاظ مسطور ہیں۔ جناب آدم علیہ السلام آنکھ کھولتے ہیں تو عرشِ اعظم پر اللہ کے نام کے ساتھ حضور کا نام لکھا ہوا پاتے ہیں۔ غرضیکہ خطبات' میں کلمہ میں' اذان و اقامت میں' عبادات میں' تمام اعمالِ خیر میں اور قلبِ مسلم میں آپ کا ہی ظہور ہے علامہ اقبالؒ عرض کرتے ہیں:

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ آبروئے مازِ نامِ مصطفیٰ

۴۔ حضور ﷺ باطن بھی ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ فکرِ انسانی حضور کے مرتبہ و مقام اور آپؐ کے فضل و کمال کے اظہار و بیان سے عاجز ہے۔ قرآن نے جہان کی نعمتوں اور اس کے ساز و سامان کو قلیل قرار دیا ہے۔ لیکن حضور کے خلقِ جمیل کو اور آپ کی ذات پر اللہ کے فضل و کرم کو عظیم بتایا ہے۔

"اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم" [2] بے شک آپ خلق عظیم سے برتری والے ہیں۔

"وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عظیما" [3] اور اللہ کا آپ پر بڑا فضل ہے۔

جس سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ پیشگاہِ الٰہی سے حضور کو وہ فضل و کمال اور مرتبہ و مقام عطا ہوا ہے جو انسانی سرحدِ عقل سے ماوریٰ ہے خود ان کا رب کریم انہیں مخاطب بنا کر فرماتا ہے کہ میں نے آدمؑ کو صفی کے مرتبہ پر فائز فرمایا تو آپ کو خاتم النبیین کا اعزاز بخشا۔

---

[1] البقرہ : ۱۴۶ [2] القلم : ۴ [3] النساء : ۳

"مَا خَلَقْتُ خَلقًا اَکْرَمَ مِنْک عَلَیَّ"[1] اور میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو مجھے آپؐ سے زیادہ عزت و کرامت والی ہو۔

رسل ملائکہ کے سرخیل اور نوریوں کے شہنشاہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام بحضور نبوی عرض کرتے ہیں:

"قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَھا فَلَم اَجِدْ رَجُلاً اَفْضَلَ مِنْ محمدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم" میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو کھنگال ڈالا' مگر حضور ﷺ سے افضل کسی کو نہ پایا۔

اس لئے غالبؔ کو عرض کرنا پڑا کہ:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است (ﷺ)

اور حکیم الامت علامہ اقبالؒ عرض کرتے ہیں:

کس ز سرِّ عبدہٗ آگاہ نیست عبدہٗ جز سرِّ اِلَّا اللہ نیست
عبدہٗ از فہم تو بالا تراست زانکہ اوہم آدم وہم جوہراست

یہ امر قابل ذکر ہے کہ علامہ اقبالؒ کے یہ اشعار محض شاعرانہ تخیل پر مبنی نہیں ہیں بلکہ ایک حقیقتِ ثانیہ ہیں جیسے خاتم النبیین ہونا حضور کا ایک خصوصی وصف ہے ایسے ہی صفتِ انبیاء میں آپ کا عبداللہ ہونا بھی ایک مقام ہے۔ یعنی آپؐ صرف معنیٔ ترکیبی کے لحاظ سے عبداللہ نہیں ہیں۔ بلکہ انبیاء میں آپؐ کا عبداللہ ہونا بھی خاتم النبیین ہونے کی طرح ہے۔ بموجب حدیث مشکوٰۃ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث فرمائے ہیں۔ جو اگرچہ سب کے سب عبد الٰہی ہیں مگر قرآن مجید میں بطور لقب صرف حضور ہی کی ذاتِ اقدس پر لفظ "عبداللہ" کا اطلاق ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے۔

"فَلَمَّا قَامَ عَبْدُاللّٰہِ"۔ اور حضور کا ارشاد ہے: انی عبداللہ و خاتم النبیین۔" (میں عبداللہ ہوں اور خاتم النبیین) اس لئے آپؐ کے عبداللہ ہونے کی عظمت کا ادراک بھی فکرِ انسانی سے بالاتر ہے۔ اور لفظ عبداللہ کی عظمت و رفعت کا اندازہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز کے اس مکاشفہ سے لگایا جا سکتا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں...... ایک مرتبہ مجھ پر مقام

[1] خصائصِ کبریٰ' ج ۲' ص ۱۹۳

عبدیت سوئی کے ناکے کے برابر منکشف ہوا تو اس کی تاب نہ لا سکا۔ قریب تھا کہ جل جاتا۔

۵۔ بارگاہِ الٰہی سے حضور سرورِ کائنات ﷺ کو علم و معرفت کی دولت بھی عطا ہوئی ہے۔ اس لئے آپ علیم بھی ہیں۔ علوم اولین و آخرین سے آگاہ اور ذات و صفات الٰہی کے سب سے زیادہ عارف۔ سورۂ نساء میں حضور کو مخاطب بنا کر فرمایا گیا۔

وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ [۱] اور سکھا دیا آپ کو جو کچھ آپ نہ جانتے تھے۔

تو حضور تلمیذِ رب العلمین ہیں۔ شاگرد استاد کی قابلیت کا نمونہ ہوتا ہے استاد کامل ہو تو شاگرد میں استاد کے علم و فضل کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ حضور فرماتے ہیں:

"عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَعْلِیْمِیْ وَ اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَاْدِیْبِیْ." مجھے میرے رب نے پڑھایا اور بہترین تعلیم دی مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور بہترین ادب سکھایا۔

حضور سرورِ عالم ﷺ کے اعزاز علمی کی کیفیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "الم نشرح لک صدرک" فرما کر آپ کو بے مانگے شرح صدر کی دولت عطا فرمائی۔ اور "انزل اللہ عَلَیْکَ الکتٰب والحکمۃ" فرما کر کتاب و حکمت سے آپ کے سینۂ اقدس کو ممتاز و مشرف فرمایا۔ آپ کے سینۂ مبارک کو چاک کیا گیا اور قلب مبارک کو سنہری طشت میں غسل دے کر ایمان و حکمت سے بھر کر سینۂ اقدس میں رکھ دیا گیا۔

"ثُمَّ صلی اِیْمَانًا وَحِکْمَۃً ثُمَّ اُعِیْدُ مَکَانَہٗ." [۲]

یہ شق صدر بھی عجیب دلنواز انداز سے ہوا نہ کوئی نشتر استعمال ہوا اور نہ کوئی تکلیف ہوئی اور نہ خون نکلا حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے سینہ مبارک میں شگاف کے سیئے ہوئے نشان دیکھے۔ "کُنْتُ اَرَی اَثَرَ الْمَخِیْطِ فِیْ صَدْرِہٖ" [۳]

شرح صدر کی اسی کیفیت کو حضور سرورِ عالم نورِ مجسم ﷺ نے یوں بیان فرمایا کہ میں نے اپنے رب کریم کو بہترین صورت (تجلی) میں دیکھا پھر اللہ نے اپنا ہاتھ (یدِ قدرت) میرے سینے کے درمیان رکھا اور اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک میرے قلب نے محسوس کی۔

---

۱ النساء : ۱۱۳ ۲ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۶۳ ۳ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۶۴

"فَعَلِمۡتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ" [1] (تو میں نے اشیاء زمین و آسمان کو جان لیا)۔

الغرض یہ شان و عظمت ہے ہمارے طیب و طاہرؐ سیّد و رہبر رسول کی کہ آپؐ رسول اول بھی ہیں اور رسول آخر بھی۔ آپ کی رسالت عالمگیر اور آپؐ کی موت جہانگیر ہے اوراب آپؐ کی اطاعت و اتباع کے بغیر نجات ناممکن ہے۔ اور پاکستان کی حفظ و بقاء اور استحکام حضور ہی کے لائے ہوئے ضابطہ حیات دینِ اسلام کو دل و جان سے قبول کرنے اور عملی طور پر اسے نافذ و جاری کرنے میں ہے۔

اگر فیصلہ خلاف ہوا تو......! جس خوش قسمت انسان نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کا آغاز کیاوہ مولانا تاج محمودؒ تھے۔ قادیانی غنڈوں کے ہاتھوں زخموں سے چور طلبہ کی گاڑی جب ربوہ سے فیصل آباد ریلوے اسٹیشن پر پہنچی تو مولانا تاج محمودؒ اسلام کے ان فرزندوں کے لئے چشم براہ تھے ہزاروں کا مجمع تھا۔ پورا شہر امڈ آیا تھا۔ پلیٹ فارم کی دیوار پر چڑھ کر مولانا نے خون میں نہائے ہوئے طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے پرجوش انداز میں کہا "میرے بچو! جب تک تمہارے جسم میں سے بہے ہوئے خون کے ایک ایک قطرہ کا حساب نہیں لیں گے اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھیں گے"۔ تحریک طوفان کی صورت پورے ملک میں پھیل گئی' مولانا نے تحریک کو کامیابی سے ہم کنار کرنے کیلئے رات دن ایک کر دیا۔ آخر ۷ ستمبر (فیصلے کا دن) آ گیا مولانا اکابرین کے ساتھ راولپنڈی میں موجود تھے اور ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے۔ مولانا محمد رمضان علوی راولپنڈی بیان کرتے ہیں کہ اسی دن مولانا میرے مکان پر تشریف لائے بڑے مضطرب تھے کہنے لگے تجھے ایک وصیت کرنے آیا ہوں میری وصیت سن لو آج اگر فیصلہ ہمارے خلاف ہوا تو میری روح قفس عنصری سے یقیناً پرواز کر جائے گی۔ اکابرین راولپنڈی میں جمع ہیں انہیں اطلاع نہ ہونے دینا۔ میرا جنازہ راتوں رات فیصل آباد پہنچانے کی کوشش کرنا میرے اکلوتے بیٹے طارق محمود کو پہلے فون کر دینا کہ تمہارے باپ کو لا رہا ہوں میرے لخت جگر کو ہر طرح سے تسلی دینا اور میری بچیوں ... کو تلقین کرنا۔ متواتر بولے جا رہے تھے میں نے بمشکل چپ کرایا۔ حوصلہ دیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ضرور مدد فرمائیں گے۔ ابھی آپ کی بہت ضرورت ہے پھر فرمایا "جہاں میرے آقاؐ کی ناموس کا تحفظ نہ ہو وہاں زندہ رہ کر کیا کرنا؟......" نماز مغرب بمشکل نیچے اتر کر مرحوم نے ادا کی۔ میں نے فکر کی وجہ سے کچھ مقوی اشیاء منگوالیں نماز کے بعد پیش خدمت کیں لیکن کچھ نہ کھایا۔ پھر فرمایا ریڈیو اوپر منگواؤ۔ خبروں کا وقت قریب ہے۔ سوچ آن کیا سکوت طاری تھا جیسے ہی مرزائیوں مرتدوں کے غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے الفاظ کان میں پڑے شیر کی طرح اٹھ کر بیٹھ گئے اور رات کو مرکزی جلسہ سے پرجوش خطاب فرمایا۔

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح' باب المساجد۔

انسانیت کو نئی نبوت کی ضرورت کیوں نہیں؟

مولانا علاؤالدین ندوی

احمد مجتبیٰ۔ محمد مصطفیٰ' ختم الرسل' دانائے سبل' مولائے کل' سلسلہ نبوت کی آخری کڑی اور مسکِ ختام ہیں۔ ختم نبوت کا عقیدہ ایسا متفق علیہ اور اساسی مسئلہ ہے جو کبھی بھی نزاعی اور مختلف فیہ نہیں رہا۔ اس کے بیّن و قطعی دلائل و شواہد قرآن کریم کی آیات' احادیث صحیحہ' اور علمائے جمہور امت کے اقوال و ارشادات میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ ان میں کوئی غموض ہے نہ نزاع

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں۔ (الاحزاب۔ ۴۰)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

۱:- بنی اسرائیل کی سیادت و قیادت انبیاء کے ہاتھوں ہوا کرتی تھی۔ جب کوئی نبی وفات پا جاتے تھے تو اس کی جگہ دوسرے نبی آ جاتے تھے۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ البتہ میرے خلفاء (ورثاء) ہوں گے۔ (بخاری)

۲:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میری اور مجھ سے قبل انبیاء کی مثال اُس شخص کی سی ہے جس نے ایک گھر بنایا اور خوب حسن و جمال سے اسے آراستہ کیا۔ سوائے ایک گوشہ میں' ایک اینٹ کی جگہ کے' پھر لوگ اس کا معائنہ کرنے لگے۔ اور اس پر فریفتہ ہونے لگے۔ اور کہنے لگے کیوں نا یہاں (بھی) اینٹ رکھ دی گئی۔ سو میں وہ اینٹ ہوں' اور میں خاتم النبیین ہوں۔ (بخاری)

۳:- آپؐ نے فرمایا:-

مجھے (دوسرے) انبیاء پر چھ چیزوں سے فضیلت و برتری حاصل ہے۔ مجھے جامع (ومانع) کلام دیا گیا' میری مدد رعب و دبدبہ سے کی گئی۔

میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا۔ میرے لئے زمین جائے نماز و پاکیزہ بنائی گئی۔

میں پوری نوع انسانی کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا۔ اور مجھ پر نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔
(مسلم۔ ترمذی۔ ابن ماجہ)

۴:- آپؐ نے فرمایا:-

رسالت و نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا ہے اب نہ میرے بعد کوئی رسول ہو گا نہ کوئی نبی۔ (ترمذی)

۵:- آپؐ نے فرمایا۔

میرا نام محمدؐ ہے۔ میرا نام احمدؐ ہے۔ میں ماحی (مٹانے والا) ہوں۔ جس سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائے گا۔ میں وہ حاشر (اکٹھا کرنے والا) ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے بعد لوگوں کو اکٹھا کرے گا۔ میں وہ عاقب (بعد میں آنے والا) ہوں کہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

۶:- آپؐ نے فرمایا۔

میری امت میں عنقریب تیں کذاب پیدا ہوں گے۔ ان میں ہر سے ایک یہ دعویٰ کریگا کہ میں نبی ہوں۔ جب کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (ترمذی ابوداؤد)

ان قطعی اور واضح دلائل و براہین کے بعد ہمیں کسی بھی دلیل و تشفی کی ضرورت نہیں۔

لیکن جب ہم مسئلہ مفروضہ پر (کہ درانسانیت کے لئے خاتم الانبیاء سید المرسلین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئی نبوت کی ضرورت کیوں نہیں؟") غائرانہ نگاہ ڈالتے ہیں اور خالص عقلی انداز اور فکری نہج پر جائزہ لیتے ہیں تو مندرجہ ذیل نتائج و اسباب ایسے سامنے آتے ہیں جو عقلیت پرست ذہنیتوں کو "عقیدہ ختم نبوت" کے سمجھنے میں اپیل کر سکتے ہیں۔ تفصیل کی بجائے اختصار و ایجاز کی صورت میں حاصل مطالعہ پیش خدمت ہے۔

اول:- اللہ تعالیٰ کا یہ آخری دین (جس کا نام اس نے اسلام رکھا ہے) جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کامل و مکمل ہوگیا اب کمال کے نقطۂ انتہاء تک پہنچ جانے کے بعد کسی اضافہ و زیادتی کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

"آج کے دن تمہارے لئے دین کو میں نے کامل کر دیا۔ اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا۔ اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کر لیا"

(المائدہ۔۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس دنیا سے تشریف لے گئے تو اپنے پیچھے ایک ایسی صالح جماعت چھوڑ گئے جنہوں نے دین اسلام کی ذمہ داریوں کو سنبھال لیا۔ جنہوں نے

کارہائے عظیم کو سہار لیا۔ جنہوں نے دعوت و تبلیغ کو اپنا مقصد زندگی بنا لیا۔ جنہوں نے عدالت و شہادت علی الناس کی خاطر اپنی متاع زندگی لٹا دی۔ جنہوں نے دنیا کی رہنمائی و خبر گیری کی جو انسانیت کے نقیب و نگران بن گئے۔ یہ کام وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منہاج رسالت و نبوت کے آئینہ میں انجام دیتے رہے انہوں نے کبھی بھی اپنے ذہنوں میں نئی نبوت و نئی وحی و الہام کے تانے بانے نہیں بنے۔ وہ ٹھیک ٹھیک مومنین کاملین کی ایک برگزیدہ جماعت کی طرح بعثت ختم المرسلین کے عظیم مقصد کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچا دینے میں جان سے لگ گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

''تم لوگ بہتر جماعت ہو امتوں میں جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئیں' تم لوگ نیک کاموں کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو' اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو'' (آل عمران ۱۱۰)

نیز ارشاد فرمایا:-

اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونا ضروری ہے کہ خیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کام کرنے کو کہا کریں اور برے کاموں سے روکا کریں۔ اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے۔ (آل عمران ۱۰۴)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے'' کہ میری امت میں ہمیشہ ایک جماعت حق کا بول بالا کرتی رہے گی۔ ان کو ناکام دبے مراد بنانے والے ان کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے۔ تا آنکہ حکم الہٰی آ پہنچے گا۔ اور وہ اسی حال میں ہوں گے (مُسلم)

دوم :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد و تشریف آوری سے باب نبوت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا اس لئے کہ آپ ہر دور کی نسلِ انسانی کے لئے رسول بن کر معبوث ہوئے۔ آپ سارے جہاں والوں کے لئے رحمت و کرم کا پیغام لے کر آئے۔ اس صفتِ عمومیت میں کسی زمانے کی قید ہے نہ کسی علاقے کی۔ اس میں ملک و وطن کی تخصیص ہے۔ نہ جنس و قومیت کی۔ نتیجۃً آپؐ کی رسالت و دعوت کو دائمی طور پر قیامت تک کے لئے باقی رہنا ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت و اسوۂ حسنہ کو ہر دور میں ہر نسل و طبقہ کے لئے قابل تقلید و اتباع بننا ہے آپؐ کے ذریعہ سے جو کتاب زندگی (قرآن کریم) انسان کو دی گئی۔ وہ ایک کھلی کتاب اور مشترکہ

خزانہ و ورثہ ہے۔ جس میں کسی قوم کی اجارہ داری نہیں۔
(جیسا کہ ہمیں یہودیت و مسیحیت میں نظر آتا ہے۔)

اسلام کا دروازہ ہر فرد و بشر کیلئے کھلا ہوا ہے اس میں کسی خاص نسل و خاندان' خاص جماعت و گروہ یا مخصوص وطن و قوم کا ٹھیکہ و قبضہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

اور ہم نے (ایسے مضامین نافعہ دے کر) آپ کو اور کسی کے واسطے نہیں بھیجا۔ مگر دنیا جہاں کے لوگوں (یعنی مکلفین) پر مہربانی کرنے کے لئے۔ (الانبیاء ۱۰۷)

نیز ارشاد فرمایا:-

تم لوگوں کے لئے (یعنی ایسے شخص کے لئے جو اللہ سے اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو)' رسول اللہ میں ایک عمدہ نمونہ موجود ہے" (الاحزاب ۲۱)

نیز فرمایا:-

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ (الحجرات ۱۳)

سوم:- اسلام کو آخری اور دائمی دین کی حیثیت سے سید المرسلین امام المتقین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انسانیت کی ہدایت کا سرچشمہ قرار دیا گیا۔ اور اس میں اس کی سعادت و کرامت اور فلاح و کامرانی کا راز مضمر کیا گیا۔ (اللہ کا فرمان ہے بلاشبہ دین (حق اور مقبول) اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے) .... لہٰذا اس کا لازمی و منطقی تقاضا تھا کہ رہتی دنیا تک اس کی حفاظت و کفالت کی ضمانت دی جاتی۔ اور مذہب کی آڑ لے کر اس کے محفوظ و مضبوط آشیانے پر تیشہ زنی کرنے والوں' نئے نئے باطل عقائد کے چور دروازے نکالنے والوں کی بیخ کنی کی جاتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس دینِ متین کی حفاظت و کفالت کی ضمانت دی۔ ارشاد فرمایا

"بے شک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ (ونگہبان) ہیں۔ (الحجر۔۹)

نیز ارشاد ہوا:-

"اور یہ (قرآن) بڑی باوقعت کتاب ہے جس میں غیر واقعی بات نہ اس کے آگے

کی طرف سے آ سکتی ہے اور نہ اس کے پیچھے کی طرف سے۔ یہ خدائے حکیم محمود کی طرف سے نازل کیا گیا ہے (حم السجدہ ۴۱۔۴۲)

چہارم:- ادیانِ سابقہ خدا سے نڈر و دنیا پرست مذہبی رہنماؤں کے ہاتھوں بازیچۂ اطفال بن کر رہ گئے تھے۔ انہوں نے اپنی ذات کو دین و مذہب کا پابند بنانے کی بجائے خود مذہب کو خواہشات نفس کا غلام بنا رکھا تھا۔ پھر تحریف و تاویلات فاسدہ اور کمی و زیادتی کا دروازہ کھول کر خود ساختہ قوانین تک کو درآمد ہونے کا موقع دے کر جزدِ مذہب بنا لیا تھا۔ اس سے دین کی حقیقی روح و مزاج پامال ہو کر اپنی اثر آفرینی کھو بیٹھا تھا بلکہ وہ ایسا چیستان بن گیا تھا جس کے اسرار و رموز کی کلید صرف ''مذہب کے پروہتوں'' کے پاس تھی اللہ تعالیٰ نے ان کی روش کا اس انداز میں تذکرہ فرمایا ہے:-

''تو بڑی خرابی ان کی ہو گی جو لکھتے ہیں (بدل سدل کر) کتاب (توریت) کو اپنے ہاتھوں سے پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ حکم خدا کی طرف سے ہے۔ غرض (صرف) یہ ہوتی ہے کہ اس ذریعہ سے کچھ نقد قدر سے وصول کر لیں'' (البقرہ ۷۹)

نیز ارشاد باری ہوا:-

''اور بے شک ان میں سے بعضے ایسے ہیں کہ کج کرتے ہیں اپنی زباتوں کو کتاب (پڑھنے) میں تاکہ تم لوگ اس (ملائی ہوئی چیز) کو (بھی) کتاب کا جزو سمجھو حالانکہ وہ کتاب کا جزو نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ (یہ لفظ یا مطلب) خدا کے پاس سے ہے۔ حالانکہ وہ کسی طرح خدا کے پاس سے نہیں اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں اور وہ جانتے ہیں (آل عمران ۷۸)

نیز ارشاد فرمایا:-

''تو صرف ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ اور ہم نے ان کے قلوب کو سخت کر دیا۔ وہ لوگ کلام کو اس کے مواقع سے بدلتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو کچھ ان کو نصیحت کی گئی تھی اس میں سے ایک بڑا حصہ فوت کر بیٹھے۔'' (المائدہ ۱۳)

دین و مذہب کی اس کسمپرسی کی حالت میں نبی آخر الزمان خدا کا آخری و مکمل پیغام لے کر دنیا میں تشریف لائے۔ یہ آخری و مکمل دین خالص توحید پرستی و شرک بے زاری اور رسالت و آخرت کی اساس پر استوار کیا گیا۔ جس میں بنی اسرائیل کی سی شدت وحدت اور بے جا قیود و پابندیاں نہیں رکھی گئیں۔ بلکہ جو ملت ابراہیم کی امین و پاسباں فطرت انسانی کی ترجمان اور عقل سلیم کو اپیل کرنے والا بنایا گیا۔ اس نے انسانیت کے گلو سے وہ سارے طوق و سلاسل

اتار پھینکے جوغلو پسند زاہدوں اور راہبوں نے خدا کے بندوں پر ڈال رکھے تھے۔ اور وہ اصول و قوانین پاش پاش کر ڈالے جنہیں خواہش نفس کے غلاموں نے اور ظالم رہنماؤں نے اپنا رکھا تھا۔ اور ایک سیدھا' سہل' عام فہم اور عملی نظام عطا کیا۔ جس میں انسانی توانائیوں اور کمزوریوں کا بھر پور خیال رکھا گیا۔ اس نظام فکر وعمل کی بنیاد خدا پرستی' خدا ترسی' زہد و تقویٰ' طہارت و پاکیزگی' حسن معاملات وحسن اخلاق' عدل و مساوات انسانی' مالداروں کی طرف سے فیاضی کا مطالبہ' اورغریبوں کی خبر گیری کا تقاضا۔ صدق و راستبازی' عہد و پیمان کی پاسداری' محبت و الفت' ایمان باللہ و جہاد فی سبیل اللہ جیسے اوصاف حمیدہ پر رکھی گئی۔ اللہ تعالیٰ نبی برحق' رسول امین وختم المرسلین کی شان وصفت میں فرماتا ہے:-

''جو لوگ ایسے نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ (جن کی صفت یہ بھی ہے کہ) وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں۔ اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال کرتے ہیں۔ اور گندی چیزوں کو (بدستور) ان پر حرام فرماتے ہیں۔ اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں۔ (الاعراف ۱۵۷)

نیز امت مسلمہ کے متعلق ارشاد فرمایا:-

''اس نے تم کو (اور امتوں سے) ممتاز فرمایا۔ اور (اس نے) تم پر دین (کے احکام) میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی۔ تم اپنے باپ ابراہیم اور اس کی ملت پر (ہمیشہ) قائم رہو۔
اس (اللہ) نے تمہارا لقب مسلمان رکھا ہے'' (الحج ۷۸)

نیز فرمایا:-

وہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ (احکام میں) آسانی کرنا منظور ہے۔ اور تمہارے ساتھ (احکام وقوانین مقرر کرنے میں) دشواری منظور نہیں'' (البقرہ ۱۸۵)

پنجم:- خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد انسانیت ذہنی' فکری' عقلی حیثیت سے رجولیت وپختگی کے مقام پر فائز ہوئی صدیوں کے محدود تنگ دائرہ سے نکل کر آفاقیت سے روشناس ہوئی۔ اس نے کائنات کی وسعتوں کا مطالعہ کیا۔ اور اس کی نعمتوں سے خوشہ چینی کی۔ تمدن وعلم کا خزبند ذخیرہ لے کر انسانی تاریخ کو ترقی و بام عروج کی راہ دکھائی۔ اور پہلی بار اقبالؒ کے الفاظ میں ''جہانگیری' جہاں داری' جہاں بانی' جہاں آرائی'' کا صحیح سبق سیکھا۔

اساسی ذہنی وفکری پختگی وتوانائی (جوصرف ختم نبوت کی رہین منت ہے) کے بعد نئی نبوت یا ظلی

و بروزی نبوت کا دروازہ وا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ .... یہی نہیں کہ ''عقیدہ ختم نبوت'' سے انسانی کمالات اور اس کی مخفی صلاحیتوں کو چار چاند لگ گئے' بلکہ نبوت و نئی شریعت کے سارے چور دروازوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دینے میں یہ حکمت و مصلحت بھی پوشیدہ ہے کہ انسان کی ساری قابلیتوں کے اسباب مہیا کر کے اس کی لیاقت و صلاحیت اس کی ذہانت و ذکاوت اور اس کی خود اعتمادی و خود ارادی پر اعتماد بھی کیا گیا۔ اور اس کے لئے کائنات کو مسخر کر کے اس کے وسائل و ذرائع مہیا کر کے اسے وہ مقام اور اعزاء بخشا گیا جس سے گذشتہ انبیاء کی امتیں محروم رہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

''وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندہ (محمدؐ) کو شب کے وقت مسجد حرام (یعنی مسجد کعبہ) سے مسجد اقصٰی (یعنی بیت المقدس) جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں کر رکھی ہیں لے گیا۔ تاکہ ہم ان کو اپنے عجائب قدرت دکھلا دیں۔'' بنی اسرائیل :۱)

نیز فرمایا:-

ہم عنقریب ان کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں ان کے گرد و نواح میں بھی دکھلا دیں گے۔ اور خود ان کی ذات میں بھی۔ یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائیگا کہ وہ قرآن حق ہے'' (فصلت ۵۳)

ششم:- سابقہ امتوں میں جھوٹے مدعیانِ نبوت کی کثرت عقیدہ و ایمان اور دینی وحدت و شیرازہ بندی کے لئے زبردست خطرہ بنی رہی اسی طرح کی جسارت و ذہنی طبع آزمائی نے ان میں تحریف و انحراف و کج روی کے میلانات اور رجحانات پیدا کیے۔

.... یہ اللہ تعالٰی کا بے پایاں رحمت ہوئی کہ اس نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم نبوت کی خلعتِ فاخرہ سے سرفراز فرمایا۔ جو صرف آپ ہی کے لئے مخصوص تھی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹے نبیوں کے طرز عمل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

''تم سے پہلے قوم بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہو گذرے ہیں جو ''مکالمہ خداوندی'' کا دعویٰ کرتے تھے باوجودیکہ وہ نبی نہیں تھے'' (بخاری)

ھفتم :- اس دین کی روح اور اس کا مزاج اس بات کے متقاضی ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامیؐ کے بعد بساط نبوت کو ہمیشہ ہی کے لئے لپیٹ دینا چاہئے کیونکہ اس دین کی خصوصیات ہی میں خدا پرستی و خدا ترسی' ختم نبوت کی مہر صداقت جامعیت و کاملیت'

وسعت و ہمہ گیری' حقائق پسندی و ثابت قدمی' استقلال و اعتدال کے اوصاف شامل ہیں۔ یہ دین ایک ایسا جامع نظام فکر و عمل ہے جو عقائد و ایمانیات' شریعت و قوانین' اخلاق و آداب معاشرہ و اقتصادیات' تمدن و سیاسیات کے تمام شعبوں کو محیط ہے۔ جو بذات خود ایک لافانی طاقت ہے۔ جو کسی اور (جاہلی) قوت پر انحصار نہیں کر سکتا ...... جس میں کوئی شے زائد ہے نہ فاضل۔ جس میں کسی قسم کا نقص ہے نہ خامی' جو رجعت پسندی کا قائل ہے نہ ہی شتر بے مہار ہونا جانتا ہے جو نہ تو افراط و تفریط کا خوگر ہے۔ نہ محدود انسانی (طفلانہ) تصورات سے آشنا۔ جو جاہلیت کے ساتھ مداہنت و مفاہمت کر سکتا ہے۔ نہ باطل قوت کے سامنے گھٹنے ٹیک سکتا ہے...... بلکہ جس کی سرشت میں فولاد کی قوت اور پہاڑ کی صلابت ہے جس میں ریشم کی لطافت اور موجوں کی تند جولانیاں ہیں۔ جس میں اعتدال و توازن بھی ہے اور فکر انگیزی و خیال افروزی بھی' جس کے رگ و پے میں جذبہ و شوق بھی ہے اور مستی کردار بھی۔ جو زندگی کے رواں دواں قافلے کے ساتھ بھی ہے۔ اور اس کا نقیب و علمبردار بھی۔ جس میں لچک بھی ہے اور زور و قوت بھی جس کی فطرت میں صالح تغیر پذیری بھی ہے اور ناقابل تسخیر قوت بھی۔ اور جو ایک زندہ و جاوید لافانی و حیات بخش دین ہے جس کی دائمی تکمیل سید الانبیاء خاتم لادیان صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کر دی گئی۔ .... اس کے بعد کسی باشندہ کی یہ جرأت کہ اس میں رخنہ پیدا کرے جنون و ہوس نہیں تو اور کیا ہے۔؟

اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے۔

''سو تم یکسو ہو کر اپنا رُخ اس دین کی طرف رکھو اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو۔ جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالٰی کی اس پیدا کی ہوئی چیز کو جس پر اس نے تمام آدمیوں کو پیدا کیا ہے۔ بدلنا نہ چاہیے۔ پس سیدھا دین یہی ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (الروم ۳۰)

نیز فرمایا:۔

''تمہارا (سب کا) وہ رب ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب بناوٹ عطا فرمائی۔ پھر رہنمائی فرمائی۔'' (طٰہٰ ۵)

نیز فرمایا:۔

''اور اللہ کے نزدیک ہر شے ایک خاص انداز سے مقرر ہے'' (الرعد ۸)

نیز فرمایا:۔

''اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے کہ تمام (دین کی) باتوں کا بیان کرنے والا ہے۔ اور (خاص) مسلمانوں کے واسطے بڑی ہدایت اور بڑی رحمت اور خوشخبری سنانے والا ہے۔ (النحل ۸۹)

ہشتم :- اسلام اپنے ماننے والوں کو نماز اور قرآن کی دو ایسی نعمتیں دے دیتا ہے جو خلوت و جلوت میں خدا سے ہمکلام ہونے کا ذریعہ ہیں بلکہ ان کے لئے ''مکالمات الٰہیہ'' کی اصطلاح زیادہ موزوں ہے۔ نماز و قرآن مخلوق کو خالق سے عبد کو معبود سے محبت و خوف ورجاء کے جذبہ سے ملاتے، گہرے ربط پیدا کرتے، اور اس کی قربت و ولایت سے سرفراز کرتے ہیں، عبادت و استقامت کا قوی جذبہ پیدا کرتے اور حیات افروزی و خیر پسندی کی فضاء مہیا کرتے ہیں۔

ان دونوں نعمتوں کا وجود و بقاء خود امت مسلمہ کو ہر طرح کی نئی نبوت و وحی سے بے نیاز کر دینے والی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

''اللہ تعالیٰ تمہیں نماز کا حکم دیتا ہے۔ لہٰذا جس وقت تم نماز پڑھ رہے ہو تو ادھر اُدھر متوجہ نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنا رخ نماز میں بندے کے چہرے پر نصب کر دیتا ہے، جب تک وہ ادھر ادھر متوجہ نہ ہو'' (احمد، ترمذی)

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:-

''اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا لیا کرو اور خاموش رہا کرو، امید ہے کہ تم پر رحمت ہو'' (الاعراف ۲۰۴)

نہم :- اصلاح و تجدید کی کوششوں اور دعوت و عزیمت کی راہ میں قربانیوں کی تاریخ اس امت کی کتاب زیست میں ایسا درخشاں باب ہے جہاں مجددین و مصلحین، دعاۃ الی اللہ اور مجاہدین فی سبیل اللہ کے کارنامے اس تاریخ کی امانت ہیں جنہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ہر دور میں انجام دیا۔ جو اللہ کے راستے میں ڈٹ گئے تو کوئی طاقت انہیں ہٹا نہ سکی۔ جنہوں نے کوئی وقفہ۔ کوئی رخنہ، کوئی فساد، کوئی شگاف ایسا نہیں چھوڑا۔ جس کو پاٹنے کے لئے وہ اٹھ نہ کھڑے ہوئے ہوں، باطل کا ہر وار ان کے مقابلہ میں بے کار گیا۔ ہر زمانہ میں انہوں نے طاغوتی طاقتوں سے پنجہ آزمائی کی۔ ان کی کلائی مروڑ دی بلکہ ضرورت پڑی تو توڑ بھی دی۔ اور تاریخ کو صحیح سمت عطا کی۔ علامہ اقبال کہتے ہیں ۔

اس دربار سے اٹھتی ہے وہ موج تند جولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا

ان اصلاحی کوششوں کے نتیجہ میں ہمیشہ ہدایت کی قندیلیں فروزاں رہیں۔ کوئی آندھی اور طوفان انہیں بجھا نہ سکا۔ اسلامی روح و تڑپ دلوں میں بیدار رہی۔ کبھی بھی عالم اسلام کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تاریکی کا دور دورہ نہ ہو سکا۔

ان مجددین کی اولوالعزمانہ قربانیوں و پیش قدمیوں نے کبھی بھی اسلامی عقیدہ پر غبار نہ پڑنے دیا۔ یہ ہر طرح کی اندرونی و بیرونی سازشوں کے لئے پہاڑ بن گئے' ہر طرح کی فکری یلغار کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گئے۔ اور امت کی کشتی کو ہمیشہ منجدھار سے نکال کر ساحل مراد تک پہنچاتے رہے۔ اور ان میں نیا جوش و جذبہ' نئی حرارت و قوت کی چنگاری کو ہوا دیتے رہے۔ زبان رسالت وختم نبوت گہر بار ہوئی۔ فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر سو سال کے سرے پر ایک ایسے شخص کو بھیجتا رہیگا جو دین کی تجدید کا کارنامہ انجام دے گا" (ابوداؤد)

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"ان مؤمنین میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا۔ اس میں سچے اترے۔ پھر بعضے تو ان میں وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے۔ اور بعضے ان میں مشتاق ہیں۔ اور انہوں نے ذرا تغیر وتبدل نہیں کیا۔ (الاحزاب ۲۳)

دھم:- "اجماع امت" یا "اتفاق جمہور علماء" دین کے مقاصد و مصالح کی تکمیل کے لئے ایسا عظیم مرجع الصدر ہے جس سے ہر طرح کا جائز خلا پر ہو سکتا ہے اور اسے تشریع و قانون سازی کے مقصد و ضرورت کے میدان میں قطعیت کا درجہ حاصل ہو سکتا ہے...... لیکن یہ ان علماء کی ذمہ داری ہے جنہیں علم و عرفان سے حصہ وافر ملا ہو جو حق و ہدایت کے رہبر ہوں' جو حکمت شناس مصلحت بین' حقیقت پسند اور قیاس و استخراج و استنباط کے اصولوں پر حاوی ہوں۔ جو خوف و خشیت وللٰہیت کی نعمت سے بہرہ مند ہوں۔ جو اصحاب حل و عقد واولی الامر کی فہرست میں آتے ہوں اور جن کے ایک ایک فرد کے بارے میں گمان تک نہ ہو کہ وہ جھوٹ' سازش' غلط بیانی پہ اتفاق کر لیں گے یہ "اجماع امت" اسلام اور مسلمانوں کی ضروریات و مصالح پر مبنی ہو گا۔ اور منجملہ شریعت اسلامیہ کے ماخذ میں سمجھا جائے گا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

"میری امت کذب بیانی پر متفق نہیں ہو سکتی" "میری امت ضلالت و گمراہی پر اتفاق نہیں کر سکتی"

اسلام اور...... کفر وارتداد

مفتی محمد شفیعؒ

ارتداد کے معنی لغت میں پھر جانے اور لوٹ جانے کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں ایمان و اسلام پھر جانے کو ارتداد اور پھرنے والے کو مرتد کہتے ہیں اور ارتداد کی صورتیں دو ہیں۔ ایک تو یہ کہ کوئی کم بخت صاف طور پر تبدیل مذہب کر کے اسلام سے پھر جائے' جیسے عیسائی' یہودی' آریہ سماجی وغیرہ مذہب اختیار کرے یا خداوند عالم کے وجود یا توحید کا منکر ہو جائے' یا آنحضرت ﷺ کی رسالت کا انکار کرے۔

دوسرے یہ کہ اس طرح صاف طور پر تبدیل مذہب اور توحید و رسالت سے انکار نہ کرے۔ لیکن کچھ اعمال یا اقوال یا عقائد ایسے اختیار کرے جو انکار قرآن مجید یا انکار رسالت کے مرادف وہم معنی ہوں۔ مثلاً اسلام کے کسی ایسے ضروری وقطعی حکم کا انکار کر بیٹھے جس کا ثبوت قرآن مجید کی نص صریح سے ہو یا آنحضرت ﷺ سے بطریق تواتر ثابت ہوا ہو۔ یہ صورت بھی باجماع امت ارتداد میں داخل ہے اگرچہ اس ایک حکم کے سوا تمام احکامِ اسلامیہ پر شدت کے ساتھ پابند ہو۔

ایمان کی تعریف مشہور و معروف ہے جس کے اہم جزو دو ہیں۔ ایک حق سبحانہ و تعالیٰ پر ایمان لانا۔ دوسرے اس کے رسول ﷺ پر لیکن جس طرح اللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ پر ایمان کے یہ معنی نہیں کہ صرف اس کے وجود کا قائل ہو جائے بلکہ اس کی تمام صفات کاملہ علم' سمع' بصر' قدرت وغیرہ کو اسی شان کے ساتھ ماننا ضروری ہے جو قرآن و حدیث میں بتلائی ہیں۔ ورنہ یوں تو ہر مذہب و ملت کا آدمی خدا کے وجود و صفات کو مانتا ہے۔ یہودی' نصرانی مجوسی' ہندو سب ہی اس پر متفق ہیں۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا بھی یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ آپؐ کے

وجود کو مان لے کہ آپ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ تیرسٹھ ۶۳ سال عمر ہوئی فلاں فلاں کام کئے۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کی حقیقت وہ ہے جو قرآن مجید نے بالفاظ ذیل میں بتلائی ہے۔

فلا وربک۔ لا یومنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوافی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیماً.

(سورہ نساء۔ ۶ع)

''قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ آپؐ کو اپنے تمام نزاعات و اختلافات میں حکم نہ بنا دیں اور پھر جو فیصلہ آپؐ فرما دیں اس سے اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اس کو پوری طرح تسلیم کر لیں۔

روح المعانی میں اسی آیت کی تفسیر سلف سے اس طرح نقل فرمائی ہے:

فقد روی عن الصّادق رضی اللّٰہ عنہ انہ قال لو ان قوماً عبدوا اللّٰہ واقاموا الصلوٰۃ واتواالزکوٰۃ وصاموا رمضان و حجوا البیت ثم قالوا الشی صفہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الاصنع اووجدوا فی انفسھم حرجا لکانوا مشرکین ثم تلاھذہ الایۃ. (روح المعانی ج ۶ ص ۶۵)

''حضرت جعفر صادق ؒ سے منقول ہے کہ اگر کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور نماز کی پابندی کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے مگر پھر کسی ایسے فعل کو جس کا کرنا' حضورؐ سے ثابت ہو یوں کہے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا اس کے خلاف کیوں نہ کیا اور اس کے ماننے سے اپنے دل میں تنگی محسوس کرے تو یہ قوم مشرکین میں سے ہے۔''

آیت مذکورہ اور اس کی تفسیر سے واضح ہو گیا کہ رسالت پر ایمان لانے کی حقیقت یہ ہے کہ رسول کے تمام احکام کو ٹھنڈے دل سے تسلیم کیا جائے اور اس میں کسی قسم

کا پس و پیش یا تردد نہ کیا جائے۔

اور جب ایمان کی حقیقت معلوم ہو گئی تو کفر و ارتداد کی صورت واضح ہو گئی۔ کیونکہ جس چیز کے ماننے اور تسلیم کرنے کا نام ایمان ہے۔ اسی کے نہ ماننے اور انکار کرنے کا نام کفر و ارتداد ہے (صرح بہ فی شرح القاصد) اور ایمان و کفر کی مذکورہ تعریف سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ کفر صرف اسی کا نام نہیں کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کو سرے سے نہ مانے بلکہ یہ بھی اسی درجہ کا کفر اور نہ ماننے کا ایک شعبہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے جو احکام قطعی و یقینی طور پر ثابت ہیں ان میں سے کسی ایک حکم کے تسلیم کرنے سے (یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ حضور ﷺ کا حکم ہے) انکار کر دیا جائے اگرچہ باقی سب احکام کو تسلیم کرے اور پورے اہتمام سے سب پر عامل بھی ہو۔

تنبیہ:

ہاں اس جگہ دو باتیں قابل خیال ہیں اول تو یہ کہ کفر و ارتداد اس صورت میں عائد ہوتا ہے۔ جبکہ حکم قطعی کے تسلیم کرنے سے انکار اور گردن کشی کرے اور اس حکم کے واجب التعمیل ہونے کا عقیدہ نہ رکھے لیکن اگر کوئی شخص حکم کو تو واجب التعمیل سمجھتا ہے مگر غفلت یا شرارت کی وجہ سے اس پر عمل نہیں کرتا تو اس کو کفر و ارتداد نہ کہا جائے گا اگرچہ ساری عمر ایک دفعہ بھی اس حکم پر عمل کرنے کی نوبت نہ آئے مگر اس شخص کو مسلمان ہی سمجھا جائے گا اور پہلی صورت میں کہ کسی حکم قطعی کو واجب التعمیل ہی نہیں جانتا ہے اگرچہ کسی وجہ سے وہ ساری عمر اس پر عمل بھی کرتا رہے جب بھی کافر مرتد قرار دیا جائے گا۔ مثلاً ایک شخص پانچوں وقت کی نماز کا شدت کے ساتھ پابند ہے مگر فرض اور واجب التعمیل نہیں جانتا یہ کافر ہے اور دوسرا شخص جو فرض جانتا ہے مگر کبھی نہیں پڑھتا اگرچہ فاسق و فاجر اور سخت گنہگار ہے **مگر کافر نہیں**۔

دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ ثبوت کے اعتبار سے احکام اسلامیہ کی مختلف قسمیں ہو گئی ہیں۔ تمام اقسام کا اس بارہ میں ایک حکم نہیں۔ کفر و ارتداد صرف ان احکام کے انکار سے عائد ہوتا ہے۔ جو قطعی الثبوت بھی ہوں اور قطعی الدلالت بھی۔ قطعی الثبوت ہونے کا مطلب تو یہ ہے کہ ان کا ثبوت قرآن مجید یا ایسی احادیث سے جن کے روایت کرنے

والے آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر آج تک ہر زمانہ اور ہر قرن میں مختلف طبقات اور مختلف شہروں کے لوگ اس کثرت سے رہے ہوں کہ ان سب کا جھوٹی بات پر اتفاق کر لینا محال سمجھا جائے اس کو اصطلاح میں تواتر اور ایسی احادیث کو احادیث متواترہ کہتے ہیں۔

اور قطعی الدلالت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو عبارت قرآن مجید میں اس حکم کے متعلق واقع ہوئی ہے یا حدیث متواتر سے ثابت ہوئی ہے وہ اپنے مفہوم یا مراد کو صاف صاف ظاہر کرتی ہو اس میں کسی قسم کی الجھن یا ابہام نہ ہو کہ جس میں کسی کی تاویل چل سکے۔

پھر اس قسم کے احکام قطعیہ اگر مسلمانوں کے ہر طبقہ خاص و عام میں اس طرح مشہور و معروف ہو جائیں کہ ان کا حاصل کرنا خاص اہتمام اور تعلیم و تعلم پر موقوف نہ رہے بلکہ عام طور پر مسلمانوں کو وراثتاً وہ باتیں معلوم ہو جاتی ہوں جیسے نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ کا فرض ہونا' چوری' شراب خوری کا گناہ ہونا۔ آنحضرت ﷺ کا خاتم الانبیاء ہونا وغیرہ۔ تو ایسے احکام قطعیہ کو ضروریات دین کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اور جو اس درجہ مشہور نہ ہوں وہ صرف قطعیات کہلاتے ہیں ضروریات نہیں۔

اور ضروریات اور قطعیات کے حکم میں یہ فرق ہے کہ ضروریات دین کا انکار باجماع امت مطلقاً کفر ہے ناواقفیت و جہالت کو اس میں عذر نہ قرار دیا جائے گا اور نہ کسی قسم کی تاویل سنی جائے گی۔

اور قطعیات محضہ جو شہرت میں اس درجہ کو نہیں پہنچیں تو حنفیہ کے نزدیک اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کوئی عام آدمی بوجہ ناواقفیت و جہالت ان کا انکار کر بیٹھے تو ابھی اس کے کفر و ارتداد کا حکم نہ کیا جائے گا۔ بلکہ پہلے اس کو تبلیغ کی جائے گی کہ یہ حکم اسلام کے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت احکام میں سے ہے اس کا انکار کفر ہے۔ اس کے بعد اگر وہ اپنے انکار پر قائم رہے تب کفر کا حکم کیا جائے گا۔

کما فی المسائرۃ والمسارۃ لابن الھمامؒ ولفظہ واما ما ثبت قطعاً ولم ابلغ حد الضرورۃ کاستحقاق بنت الا بن السدس مع البنت الصلبیہ باجماع المسلمین فظاھر کلام

الحنفيه الاكفار محجده بانهم لم يشترطوافي الاكفار سوى القطع في الثبوت (الى قوله) ويجب حمله على ما اذا علم المنكر ثبوته قطعاً. (مسامرہ ص ۱۴۹)

''اور جو حکم قطعی الثبوت تو ہو مگر ضرورت کی حد کو نہ پہنچا ہو جیسے (میراث میں) اگر پوتی اور بیٹی حقیقی جمع ہوں تو پوتی کو چھٹا حصہ ملنے کا حکم اجماع امت سے ثابت ہے سو ظاہر کلام حنفیہ کا یہ ہے کہ اس کے انکار کی وجہ سے کفر کا حکم کیا جائے کیونکہ انہوں نے قطعی الثبوت ہونے کے سوا اور کوئی شرط نہیں لگائی (الی قولہ) مگر واجب ہے کہ حنفیہ کے اس کلام کو اس صورت پر محمول کیا جائے کہ جب کہ منکر کو اس کا علم ہو کہ یہ حکم قطعی الثبوت ہے۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس طرح کفر و ارتداد کی ایک قسم تبدیل مذہب ہے اسی طرح دوسری قسم یہ بھی ہے کہ ضروریات دین اور قطعیات اسلام میں کسی چیز کا انکار کر دیا جائے یا ضروریات دین میں کوئی ایسی تاویل کی جائے جس سے ان کے معروف معانی کے خلاف معنی پیدا ہو جائیں۔ اور غرض معروف بدل جائے۔

ضابطہ تکفیر:

اس لئے تکفیر مسلم کے بارہ میں ضابطہ شرعیہ یہ ہو گیا کہ جب تک کسی شخص کے کلام میں تاویل صحیح کی گنجائش ہو اور اس کے خلاف کی تصریح متکلم کے کلام میں نہ ہو۔ یا اس عقیدہ کے کفر ہونے میں ادنیٰ سے ادنیٰ اختلاف ائمہ اجتہاد میں واقع ہو اس وقت تک اس کے کہنے والے کو کافر نہ کہا جائے۔ لیکن اگر کوئی شخص ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرے یا کوئی ایسی ہی تاویل و تحریف کرے جو اس کے اجماعی معانی کے خلاف معنی پیدا کر دے تو اس شخص کے کفر میں کوئی تامل نہ کیا جائے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مرزا قادیانی اور غیر تشریعی نبی

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ

سوال

بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی نبی یا رسول صاحب شرع جدید نہیں ہو سکتا۔ کما قال الشیخ الاکبرؒ فی الباب الثالث والسبعین وھذا معنے قولہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی ای لانبی بعدی یکون علی شرع یخالف شرعی الخ اور مرزا قادیانی نبوت اور رسالت غیر تشریعیہ کا مدعی ہے۔

جواب

پہلے گزر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی کرم اللہ وجہہ کو ہارون علیہ السلام سے تشبیہہ دے کر (الا انہ لا نبوۃ بعدی) کے ساتھ نبوت کی نفی کر دی مع آں کہ ہارون کی نبوت غیر تشریعی تھی یعنی موسوی شریعت سے الگ کوئی شرع ان کے پاس نہیں تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی نبی غیر تشریعی بھی نہیں ہوسکتا۔ رہا شیخ اکبرؒ کا حوالہ سو وہ قادیانی کو مضر ہے مفید نہیں کیونکہ وہ اسی باب میں عیسیٰ بن مریم کو بعینہٖ بغیر کسی مثیل کے زندہ بجسدہ العنصری زمین پر اتارتے ہیں۔ دیکھو اسی باب کا صفحہ ۶ جس میں لکھتے ہیں۔ ابقی اللّٰہ بعد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم من الرسل الاحیاء باجساد ھم فی ھذہ الدار الدنیا ثلثۃ الی ان قال وابقی فی الارض ایض الیاس و عیسیٰ و کلاھما من المرسلین. اور نیز حضرت شیخ گو کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام نبوت کے تحقق کا قول فرماتے ہیں۔ مگر نبی کہلوانے اور کہنے کو جائز نہیں رکھتے۔ چنانچہ اسی باب کے صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں۔ فسدد ناباب اطلاق النبوۃ علی ھذا المقام اور نیز فتوحات کے فصل تشہد میں فرماتے ہیں۔ (فانہ لو عطف علیہ لسلم علی نفسہ من جھۃ النبوۃ وھو بابٌ قد سدہ اللّٰہ کما سدباب الرسالۃ

عن کل مخلوق بعد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم الی یوم القیامة) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد نبوت اور رسالت کا دروازہ سب مخلوق پر بند کیا گیا۔

سوال

مرزا قادیانی کی اس قدر مغلطہ قسمیں کس طرح جھوٹی سمجھی جائیں۔

جواب

پہلے ملہمین ومحدثین لکھ گئے ہیں کہ کبھی شیطان انسان کے قلب پر بہکانے کے لیے کوئی مضمون خاص ڈالتا ہے اور کبھی امر عام۔ جس سے نتائج عجیبہ وغریبہ نکلواتا ہے جیسا کہ مانحن فیہ میں قادیانی صاحب نتائج نکال رہے ہیں۔ **قال الشیخ الاکبرؒ فی الخمس والخمسین و حدث فیما بیننا فی الانسان شیطان معنوی** الخ **کما مرفی من ھذا الکتاب** یعنی شیاطین بعض آدمی کو ایسا مضمون پکڑا دیتے ہیں جس سے وہ نتائج مہلکہ نکالتا ہے اور اس اغوا شیطانی کی تردید نہیں کرسکتا اور پھر ایسا مشاق ہو جاتا ہے کہ شیطان کو بھی شاگرد بنا لیتا ہے۔ **کما قال الشیخ فی ھذا الباب وما علموا ان الشیاطین فی تلک المسائل تلمیذ لھم یتعلم منھم.** ناظرین کو معلوم ہو کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شہ لولاک و مالک اعطیت علم الاوّلین والآخرین نے تمام امور کو جو قیامت تک ہونے والے ہیں بطور پیشین گوئی کے بیان فرمایا ہے۔ حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیحین میں ملحوظ ہو۔ چنانچہ اس مدت تیرہ سو برس تک صدہا امور جو احادیث میں مندرج تھے۔ مطابق ارشاد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام ظہور میں آ کر حجت علی المنکرین ہوئے۔ من جملہ ان کے ایک پیشین گوئی یہ بھی ہے جو بروایت مقدام بن معدیٔ کرب ابن ماجہ اور دارمی وابوداؤد رحم اللہ علیہم میں مذکور ہے۔

ترجمہ حدیث

فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے اور قرآن کے ساتھ اس کی مثل بھی۔ خبردار رہو۔ قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا (کھاتا پیتا مغرور) شخص اپنے چھپر کھٹ پر بیٹھا یہ کہے گا کہ تم صرف قرآن ہی کو لو اور جو اس میں حلال ہو اس کو حلال سمجھو اور جو حرام ہو اس کو حرام خیال کرو۔

تحقیق یہ ہے کہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حرام فرماتے ہیں وہ بھی ایسا

ہی ہے جیسا کہ خدا نے اسے حرام کیا ہے۔ یہ پیشین گوئی ۱۳۰۸ھ میں ظاہر ہوئی۔ یعنی مرزا غلام احمد قادیانی نے احادیث کی صحت کا مدار قرآن مجید کو مطابق اجتہاد و استنباط اپنی کے ٹھہرایا۔ یعنی پہلے قرآن کریم کا مطلب حسب مدعی اپنے کے ٹھہرایا جائے۔ گو کہ نصوص کا انکار و تحریف ہی ہو۔ اور بعد ازاں احادیث کو' اگرچہ مع الصحت شہرت بھی رکھتی ہوں پھینک دیا جائے۔ ہاں اگر حدیث کو بھی پیرایہ تحریف پہنایا جائے' گو کہ صحت ہم ندارد' تو البتہ مقبول ہو سکتی ہے۔

قادیانی اوراس کے تابعین کے بارہ میں عمر رضی اللہ عنہ نے بھی پیشین گوئی فرمائی ہے جو ترجمانِ غیب تھے۔ **عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما قال خطبنا عمرؓ فقال یا ایها الناس سیکون قوم من هذه الامة یکذبون بالرجم و یکذبون بالدجال و یکذبون بطلوع الشمس من مغربها** الخ ترجمہ:۔ کہا ابن عباسؓ نے عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں پیشین گوئی فرمائی کہ اے لوگو اس امت میں سے ایک قوم پیدا ہونے والی ہے جو رجم کی تکذیب کرے گی اور دجال معہود کا انکار کرے گی اور مغرب کی طرف سے آفتاب کے طلوع ہونے کو باطل کہے گی۔ الخ ازالۃ الخفاء صفحہ ۱۸۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تیس کذابوں کے وجود سے اطلاع دی جو کہ اپنے کو خدا کا نبی زعم کریں گے۔ **سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلهم یزعم انه نبی اللّٰه.** راوی ثوبان' ابو داؤد' ترمذی' مشکوٰۃ اور نیز ان تیس دجالوں کے حدوث سے آگاہ فرمایا جو اپنے کو خدا کا رسول ہونا زعم کریں گے۔ **لا تقوم الساعة حتی یبعث دجالون کذابون قریب من ثلثین کلهم یزعم انه رسول اللّٰه.** (ابو ہریرہ' صحیح بخاری' صحیح مسلم)

پس اگر ان پیش گوئیوں کو خارج میں مطابق کر کے دیکھا جائے تو مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی اور حمدان بن قرمطہ وغیرہ کے بعد یہی قادیانی صاحب ہیں جنھوں نے اپنے کو نبی سمجھا اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۷۳ میں آیہ **مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِیْ اسْمُهٗ اَحْمَدُ** کے تحت لکھا کہ آنے والے کا نام جو احمد کہا گیا ہے وہ بھی اسی مثیل کی طرف اشارہ ہے اور اشتہار معیار الاخبار میں شائع کیا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ **قل یا ایها الناس انی رسول اللّٰه الیکم جمیعا فهل انتم مسلمون** یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مرزا قادیانی لوگوں سے یہ کہہ دے کہ میں تم سب کی طرف خدا کا رسول ہو کر آیا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ۔

مرزا قادیانی اور اس کے چیلے

قیصر مصطفیٰ (سیالکوٹ)

فارسی کی مشہور مثال ہے کہ دروغ گورا حافظہ نہ باشد کہ جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا مرزا قادیانی کی زندگی اور اس کی تمام تصانیف تضادات کا ایسا مجموعہ ہیں کہ ان کتابوں کا مطالعہ کرنے والے کو خاصے صبر وضبط سے کام لینا پڑتا ہے اور بقول مرزا قادیانی کہ

''جھوٹے کے کلام میں تناقض ہوتا ہے۔'' (براہین احمدیہ ج ۵ ص ۲۱۸)

مرزا قادیانی کی اپنی تحریریں جو کہ باہم متضاد ہیں ان کا تذکرہ ہم اپنے اگلے کسی مضمون میں کریں گے۔ آج ہم مرزا اور اس کے چیلوں کے چند باہمی تضاد بیان کر رہے ہیں اور چیلے بھی کوئی معمولی لوگ نہیں خود مرزا کے اپنے بیٹے ہیں۔ ہم پورے خلوص کے ساتھ تمام قادیانیوں کو غور وفکر کی دعوت دیتے ہیں کہ یہ زندگی بار بار نہیں ملتی اس لیے مرزا قادیانی جیسے مخبوط الحواس انسان کے پیچھے چل کر اپنی عاقبت برباد نہ کرو۔

نمبر 1:۔ مرزا کے پاس ایک سرحدی آیا اور اس نے مرزا سے جو گفتگو کی بشیر الدین محمود جو مرزا کا بیٹا اور قادیانیوں کا دوسرا خلیفہ تھا اس پٹھان کے انداز گفتگو پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

''اس احمق کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ ایک شخص جو لاکھوں انسانوں کا پیشوا ہے اور ایک بڑی جماعت کا امام ہے بڑے بڑے لوگ جو اس کی غلامی میں ہیں اور اس کی جوتیاں اٹھانا فخر محسوس کرتے ہیں اس کے سامنے گفتگو کس طرح کرنی چاہیے۔'' (حقیقت النبوۃ ص ۲۸۲)

بشیر الدین محمود کی عبارت کا مطلب ہے کہ دوران گفتگو ادب کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔
اب ہم مرزا کی سینکڑوں گالیوں بھری عبارات میں سے ایک بہت ہلکی عبارت لکھ رہے ہیں اور انصاف پسند لوگوں سے فیصلہ چاہتے ہیں۔ مرزا کے مخالف علماء میں ایک مولانا محمد حسین بٹالوی بھی تھے ان کے بارے میں مرزا کی خوش بیانی ملاحظہ فرمائیں۔

میں دیکھتا ہوں کہ میاں بٹالوی کی جڑ میں جھوٹ رچا ہوا ہے اور تکبر کی پلید سرشت نے اور بھی اس جھوٹ کو زہریلا مادہ بنا دیا ہے اس لیے ایک زور کے ساتھ دروغگوئی کی نجاست ان کے منہ سے بہہ رہی ہے۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۹۹)

قادیانیو! اگر اس قسم کی عبارت مرزا کے بارے میں لکھی جائے تو وہ آداب گفتگو کے منافی تو نہ ہو گی؟ قارئین کرام! مرزا قادیانی کی غیر مہذب گفتگو خود مرزا کے لیے بھی رسوائی کا سبب بنی چنانچہ ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں مرزا کو کہنا پڑا کہ

''ہم نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے سامنے یہ عہد کر لیا ہے کہ ہم آئندہ سخت الفاظ سے کام نہ لیں گے۔'' (کتاب البریہ ص ۱۴)

نمبر۲ مرزا نے اپنی تصدیق میں ایک بہت بڑے زلزلے کی پیش گوئی کی اور لکھا کہ ''زلزلہ کی وہ پیشگوئی میری زندگی میں اور میرے ہی ملک میں اور میرے ہی فائدہ کے لیے ظہور میں آئے گی۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ ج ۵ ص ۹۷)

مرزا کی دوسری پیشگوئیوں کی طرح یہ بھی جب جھوٹی ثابت ہوئی تو مرزا کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے نے لکھا کہ

''زلزلہ کی پیشگوئی سے مراد دوسری جنگ عظیم ہے'' (دعوۃ الامیر مصنفہ بشیر الدین محمود ص ۲۳۱)

باپ کہتا ہے کہ یہ پیشگوئی میری تصدیق میری زندگی میں میرے ہی ملک میں میرے ہی فائدے کے لیے ظہور میں آئے گی اور بیٹا کہتا ہے اس سے مراد جنگ عظیم دوم ہے جو نہ ہی مرزا کی زندگی میں ہوئی نہ ہی مرزا کی تصدیق میں ہوئی نہ ہی مرزا کے فائدے کے لیے ہوئی اور نہ ہی صرف مرزا کے ملک میں ہوئی۔

نمبر۳ مرزا نے لکھا ہے کہ

''نزول عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ کسی مراقی عورت کا وہم ہے'' (کتاب البریہ ص ۲۳۹) اور بیٹا لکھتا ہے کہ

''پچھلی صدیوں میں قریباً سب دنیا کے مسلمانوں میں مسیح کے زندہ ہونے پر ایمان رکھا جاتا تھا اور بڑے بڑے بزرگ اس عقیدہ پر فوت ہوئے'' (حقیقت النبوۃ ج اص ۱۴۷)

مراق کی بیماری جو اطباء کے نزدیک مالیخولیا کی ایک قسم ہے پچھلی صدیوں کے سب مسلمانوں کو تو لاحق نہ تھی معاذ اللہ

لیکن اللہ رب العزت نے مرزا کو اس بیماری میں مبتلا کر دیا تھا اور خود دنیا ہی میں مرزا کی زبان سے اعتراف بھی کروا دیا۔ چنانچہ مرزا کا دوسرا بیٹا بشیر احمد کہتا ہے کہ

''کئی دفعہ حضرت مسیح موعود سے سنا کہ مجھے ہسٹریا ہے اور بعض اوقات آپ مراق بھی فرمایا کرتے تھے۔'' (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۵۵)

ہم نے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ چند نمونے پیش کیے ہیں اللہ کرے یہ کسی کی

اصلاح کا سبب بن جائیں۔ گفتگو کو سمیٹتے ہوئے ہم اپنا ایک ذاتی واقعہ بیان کرتے ہیں جو قارئین کے لیے دلچسپی کا باعث ہو گا۔ کافی عرصہ کی بات ہے کہ میرے ایک عزیز دوست جناب امجد صاحب جو جماعت احرار پاکستان کے سرگرم رکن ہیں اور دوسرے حاجی بشیر صاحب انھوں نے قادیانیوں سے گفتگو کے لیے وقت طے کیا چنانچہ میں اپنے ان دونوں دوستوں سمیت ان کی عبادت گاہ پر پہنچا (جو کبوتروں والی عبادت گاہ کہلاتی ہے اور ہمارے شہر میں قادیانیوں کا مرکز ہے) وہاں پر ان کے تین مربی بیٹھے ہوئے تھے جن میں ایک کا نام نصیر احمد تھا دوسرے دونوں کے نام یاد نہیں رہے ان سے گفتگو شروع ہوئی تو میں نے ان سے کہا کہ جو کچھ تم مرزا کو مانتے ہو وہ بیان کرو اس کے جواب میں ایک مربی نے اکتا دینے والی گفتگو کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ جس مسیح کے آنے کا وعدہ ہے وہ مرزا قادیانی کے روپ میں آ چکا ہے میں نے پوچھا اب اور تو کوئی نہیں آئے گا۔ کہنے لگا بالکل کوئی نہیں آئے گا۔ میں نے کہا کہ تمھیں شک بھی نہیں کہ شاید کوئی اور بھی آ جائے۔ کہنے لگا مجھے قطعی طور پر کوئی شک نہیں تو میں نے کہا کہ تمہیں کوئی شک نہیں لیکن تمھارے مرزا قادیانی کو شک ہے کہ شاید کوئی اور بھی آ جائے اس پر اس کا رنگ فق ہو گیا کہنے لگا کہ ثبوت پیش کرو۔ میں نے اپنے گھر سے مرزا کی کتاب ازالہ اوہام منگوائی اور اس کا حوالہ پڑھا مرزا لکھتا ہے کہ:

''بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آ جائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آ سکیں کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا'' (ازالہ اوہام ج ا ص ۲۴۷)

پھر ان بے چارے مربیوں کی حالت دیکھنے والی تھی انھوں نے بہت کوشش کی کہ تاویلوں کا سہارا لے کر اس حوالے سے جان چھڑا لیں لیکن میں نے پھر ان کو باہر نہیں جانے دیا اور بار بار زور دے کر کہتا رہا کہ تمھیں کوئی شک نہیں تو پھر تمھارے گرو کو کیوں شک ہے۔ میں کہتا ہوں جہاں شک آ جائے وہاں ایمان نہیں رہتا تو مرزا کی جھوٹی نبوت کیسے قائم رہ سکتی ہے آخر تنگ آ کر کہنے لگے کہ ہم مرزا کی صداقت پر حلف اٹھاتے ہیں آپ اس کے جھوٹے ہونے پر حلف اٹھائیں اگرچہ مرزا قادیانی کے جھوٹا ہونے پر کوئی حلف نہ بھی اٹھائے وہ تب بھی جھوٹا ہے بہرحال ہم حلف اٹھا کر واپس لوٹ آئے یہ تھی ہماری گفتگو کی مختصر روداد جو ہم نے بیان کر دی اور ثابت کر دیا کہ مرزا قادیانی اور اس کے چیلے باہم بھی متضاد ہیں۔

گرو جنا دے ٹپنے تے چیلے جان چھڑپ

خاتم النبیینؐ ...... کامل نمونہ

سید سلیمان ندویؒ

اٹھنا بیٹھنا' سونا' جاگنا' شادی' بیاہ' بال' بچے' دوست احباب' نماز' روزہ' دن کی عبادت' صلح و جنگ' آمد و رفت' سفر و حضر' نہانا دھونا' کھانا پینا' ہنسنا رونا' پہننا اوڑھنا' چلنا پھرنا' ہنسی مذاق' بولنا چالنا' خلوت جلوت' ملنا جلنا' طور و طریق' رنگ و بو' خدوخال' قد و قامت یہاں تک کہ میاں بیوی کے خانگی تعلقات اور ہم خوابی و طہارت کے واقعات ہر چیز پوری روشنی میں مذکور معلوم اور محفوظ ہے۔ میں یہاں پر آپ کو شمائل نبوی ﷺ کی صرف ایک قدیم ترین کتاب ''شمائل ترمذی'' کے ابواب کو پڑھ کر سناتا ہوں جس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ و السلام کے جزئی جزئی واقعات بھی کس طرح قلمبند ہو گئے ہیں۔

۱۔ آنحضرت ﷺ کے حلیہ اور صورت و شکل کے بیان میں۔

۲۔ آنحضرت ﷺ کے بالوں کے بیان میں۔

۳۔ آنحضرت ﷺ کے پکے ہوئے بالوں کے بیان میں۔

۴۔ آنحضرت ﷺ کی کنگھی کے بیان میں۔

۵۔ آنحضرت ﷺ کی خضاب لگانے کے بیان میں۔

۶۔ آنحضرت ﷺ کی سرمہ لگانے کے بیان میں۔

۷۔ آنحضرت ﷺ کی لباس کے بیان میں۔

۸۔ آنحضرت ﷺ کی زندگی بسر کرنے کے بیان میں۔

۹۔ آنحضرت ﷺ کی موزوں کے بیان میں۔

۱۰۔ آنحضرت ﷺ کی پاپوش کے بیان میں۔

۱۱۔ آنحضرت ﷺ کے خاتم (انگوٹھی) کے بیان میں۔

۱۲۔ آنحضرت ﷺ کے خاتم تلوار کے بیان میں۔

۱۳۔ آنحضرت ﷺ کے خاتم زرہ کے بیان میں۔

۱۴۔ آنحضرت ﷺ کے خاتم خود کے بیان میں۔

۱۵۔ آنحضرت ﷺ کے خاتم عمامہ کے بیان میں۔

۱۶۔ آنحضرت ﷺ کے خاتم پائجامہ کے بیان میں۔

۱۷۔ آنحضرت ﷺ کے خاتم رفتار کے بیان میں۔

۱۸۔ آنحضرت ﷺ کے خاتم منہ پر کپڑا ڈالنے کے بیان میں۔

۱۹۔ آنحضرت ﷺ کے خاتم نشست کے بیان میں۔

۲۰۔ آنحضرت ﷺ کے خاتم تکیہ و بستر کے بیان میں۔

۲۱۔ آنحضرت ﷺ کے خاتم تکیہ لگانے کے بیان میں۔

۲۲۔ آنحضرت ﷺ کے خاتم کھانے کے بیان میں۔

۲۳۔ آنحضرت ﷺ کے خاتم روٹی کے بیان میں۔

۲۴۔ آنحضرت ﷺ کے خاتم گوشت اور سالن کرنے کے بیان میں۔

۲۵۔ آنحضرت ﷺ کے خاتم وضو کرنے کے بیان میں۔

۲۶۔ آنحضرت ﷺ کے خاتم کھانے کے پہلے اور پیچھے دعا پڑھنے کے بیان میں۔

۲۷۔ آنحضرت ﷺ کے میوہ کے بیان میں۔

۲۸۔ آنحضرت ﷺ کیا کیا پیتے تھے؟

۲۹۔ آنحضرت ﷺ کیسے پیتے تھے؟

۳۰۔ آنحضرت ﷺ خوشبو لگانے کے بیان میں۔

۳۱۔ آنحضرت ﷺ کے باتیں کرنے کے بیان میں۔

۳۲۔ آنحضرت ﷺ کے شعر پڑھنے کے بیان میں۔

۳۳۔ آنحضرت ﷺ کے رات کو باتیں کرنے اور قصہ کہنے کے بیان میں۔

۳۴۔ آنحضرت ﷺ کے سونے کے بیان میں۔

۳۵۔ آنحضرت ﷺ کے عبادت کے بیان میں۔

۳۶۔ آنحضرت ﷺ کے خندہ وتبسم کے بیان میں۔

۳۷۔ آنحضرت ﷺ کے مزاج کے بیان میں۔

۳۸۔ آنحضرت ﷺ کے چاشت کی نماز کے بیان میں۔

۳۹۔ آنحضرت ﷺ کے گھر میں نفل پڑھنے کے بیان میں۔

۴۰۔ آنحضرت ﷺ کے روزہ کے بیان میں۔

۴۱۔ آنحضرت ﷺ کے قرآن پڑھنے کے بیان میں۔

۴۲۔ آنحضرت ﷺ کے گریہ و بکا کے بیان میں۔

۴۳۔ آنحضرت ﷺ کے بستر کے بیان میں۔

۴۴۔ آنحضرت ﷺ کے تواضع کے بیان میں۔

۴۵۔ آنحضرت ﷺ کے اخلاق کے بیان میں۔

۴۶۔ آنحضرت ﷺ کے حجامت کے بیان میں۔

۴۷۔ آنحضرت ﷺ کے اسمائے گرامی کے بیان میں۔

۴۸۔ آنحضرت ﷺ کے زندگی کی صورت حال کے بیان میں۔

۴۹۔ آنحضرت ﷺ کی سن و سال اور عمر کے بیان میں۔

۵۰۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بیان میں۔

۵۱۔ آنحضرت ﷺ کی میراث متروکہ کے بیان میں۔

یہ آپ ﷺ کے تمام ذاتی حالات ہیں۔ان میں سے ہر ایک عنوان کے متعلق کہیں چند کہیں بکثرت واقعات ہیں اوران میں سے ہر پہلو صاف اور روشن ہے۔ آنحضرتﷺ کی زندگی کا کوئی لمحہ پردہ میں نہ تھا۔اندر آپ ﷺ بیویوں اور بال بچوں کے مجمع میں ہوتے تھے۔باہر معتقدوں اور دوستوں کی محفل میں۔

❁……❁……❁

یہ انداز محبت

قطب عالم حضرت میاں عبدالہادی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین دین پور شریف اپنے بڑھاپے اور بیماری کے باعث چلنے پھرنے سے معذور تھے مگراس تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء سے آپ کی قلبی وابستگی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے حکم کی تعمیل میں آپ کی چارپائی کو خان پور جلوس میں لایا گیا۔ ویگن پر چارپائی رکھی گئی۔ ان حالات میں آپ نے جلوس کی قیادت کی۔ خان پور کے اس جلوس میں حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی دیوبندی اور حضرت حافظ سراج احمد صاحب بریلوی آپ کے دائیں بائیں ہمراہ تھے۔ شرکاء جب ختم نبوت کا نعرہ لگاتے تو حضرت میاں عبدالہادی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنی تمام تر توانائیوں کو جمع کرکے "زندہ باد" سے جواب دیتے۔ مرزائیت مردہ باد کہتے تو آپ پر جلال کی کیفیت طاری ہوتی۔ رفقاء کو اشارہ سے بلا کر فرماتے کہ میاں دیکھو گواہ رہنا۔ کل قیامت کے دن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ شفاعت میں گواہی دینا کہ یہ عاجز (آگے جو اپنی انکساری کے جملے ارشاد فرمائے' فقیر لکھ نہیں سکتا) عبدالہادی محض اس عمل کے صدقہ سے نجات و شفاعت کی بھیک مانگے گا۔ گواہی دینا کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ ہی سے نجات ہوگی۔ نجات اور شفاعت حاصل کرنے کا یہ "شارٹ کٹ" راستہ ہے۔ انہیں حضرات کی ان اخلاص بھری دعاؤں اور جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ دشمن اپنے کیے کی پا رہا ہے اور اپنے زخم چاٹ رہا ہے۔

("تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء" ص ۱۰ از مولانا اللہ وسایا)

معراج النبیؐ اور مرزا غلام احمد قادیانی

مولانا سرفراز خان صفدر

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ

(پ ۱۵ بنی اسرائیل رکوع ٦)

اور نہیں بنایا ہم نے وہ دکھلاوا جو ہم نے تجھ کو دکھایا۔ مگر لوگوں کے لئے آزمائش۔

یہ آیت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اگر آپ کو جسم اور روح دونوں کے ساتھ معراج نہ کرائی گئی ہوتی' تو اس میں لوگوں کے لئے کیا فتنہ اور کیا آزمائش تھی' خواب کا معاملہ نہ فتنہ ہوتا ہے اور نہ آزمائش بلکہ ایک تعبیر طلب امر ہوتا ہے' اس سے معلوم ہوا' کو جو چیز سب لوگوں کے لئے فتنہ اور آزمائش تھی۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی ہی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جن کو مرزا صاحب کے نزدیک بھی قرآن کریم کی بڑی سمجھ اور مہارت حاصل تھی۔ وہ فرماتے ہیں' کہ:-

هِيَ رُؤْيَا عَيْنَ اُرِيَهَا رَسُوْلَ اللّٰهَ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّم ليلة اسرىٰ

(بخاری ۲ ص ٦٨٦' ترمذی ۲ ص ۱۴۱)

ترجمہ:- رویا سے آنکھوں کا دکھاوا مراد ہے' جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات دکھایا گیا تھا۔ بلکہ ساتھ ہی وہ خواب کی نفی کرتے ہیں' کہ لارؤیا مناما (شفا ص ۸۷ و ہدایہ و نہایہ ص ۱۱۳) اس دکھلاوا سے خواب کا دکھلاوا مراد نہیں۔

الغرض قرآن کریم کا اسلوب بیان اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت اس چیز کو متعین کرتی ہے' کہ رویا سے آنکھوں کے ساتھ دکھلاوا مراد ہے خواب اور کشف ہرگز مراد نہیں۔

سوال:- لفظ رؤیا کا عربی زبان میں خواب پر اطلاق ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ معراج خواب کا ایک قصہ تھا۔ ایک کشفی امر تھا' جو خواب سے قریب تر ہوتا ہے ۔

جواب:- لغت عربی میں رویا کا معنی دکھلاوا ہوتا ہے' آنکھوں کے ساتھ ہو۔ یا خواب

میں ہو' پھر جہاں کہیں یہ لفظ خواب پر بولا گیا ہے۔ وہاں ایسے دلائل اور قرائن موجود ہیں' کہ اس جگہ دکھلاوا سے خواب کا دکھلاوا مراد ہے اور جہاں ایسے قرائن موجود نہ ہوں' یا وہاں آنکھوں کے ساتھ دیکھنے کے قرائن موجود ہوں' تو اس سے آنکھوں کا دکھلاوا مراد ہے اور قصہٴ معراج میں' لفظ سبحان عبدٗ اسرا اور فتنہ للناس اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر جمہور صحابہ کرام کی روایات آنکھوں کے ساتھ دکھلاوا کو متعین کرتی ہیں۔ لہٰذا رؤیا سے آنکھوں کا دکھلاوا ہی مراد ہوگا' خواب اور کشف مراد نہ ہوگا۔

البتہ یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے' کہ کیا رویا کا اطلاق بیداری میں آنکھوں کے ساتھ دیکھنے پر بھی لسان عربی میں وارد ہوا ہے' یا نہیں' سو اس کا جواب یہ ہے' کہ زبان اہل عرب میں رویا کا اطلاق بیداری میں' آنکھوں سے دیکھنے پر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک راعی کہتا ہے'

وکبر للرؤیاوھش فوادہ
وبشر قلبھا کان جما بلالہ (روح المعانی ۱۵ص ۷)

ترجمہ:- شکاری نے شکار دیکھتے ہی خوشی کے مارے تکبیر کہی اور اس نے اپنے غمگین دل کو جس میں غم جمع ہو چکا تھا۔ خوشخبری سنائی۔

اس شعر میں رؤیا کا اطلاق بیداری میں آنکھوں کے ساتھ دیکھنے پر ہوا ہے۔
متنبی بدر بن عمار کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے۔

مَضَی اللیل والفَضلُ الَّذِی لَکَ لا یَمضِیٗ
ورؤیاکَ اعلی فی العیون من الفض (دیوان ص ۱۵۰)

ترجمہ:- رات ختم ہو چکی ہے اور تیری تعریف ابھی ختم نہ ہوئی۔ اور آنکھوں کے ساتھ تجھے دیکھنا نیند سے بھی زیادہ میٹھا اور لذیذ ہوتا ہے۔

اس شعر میں بھی لفظ رویا کا اطلاق آنکھوں کے ساتھ دیکھنے پر ہوا ہے۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی o فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی o فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَااَوْحٰی مَاکَذَبَ الْفُؤَادُ مارایٰ اَفَتُمَارُوْنَہٗ عَلٰی مَایَرٰی o وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی o عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی o عِنْدَ ھَاجَنَّۃُ الْمَاْوٰی o اِذْ

يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى o مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى o لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى o (پ ۲۷ نجم رکوع ۱)

ترجمہ:- پھر نزدیک ہوا پس اور نزدیک ہوا پھر رہ گیا فرق دو کمان کے برابر یا اس سے بھی نزدیک پھر حکم بھیجا اللہ نے اپنے بندہ پر جو بھیجا' غلطی نہیں کھائی' رسول کے دل نے جو دیکھا۔ اب کیا تم اس سے جھگڑتے ہو۔ اس پر جو اس نے دیکھا اور اس نے اس کو دیکھا ہے۔ اترتے ہوئے' ایک بار اور بھی سدرۃ المنتہیٰ کے پاس' اس کے پاس ہے۔ بہشت آرام سے رہنے کی' جب چھا رہا تھا اس بیری پر جو کچھ بھی چھا رہا تھا' بہکی نہیں نگاہ اور نہ حد سے بڑھی' بیشک دیکھے اس نے اپنے رب کے بڑے نمونے اور نشانیاں۔

ان آیات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کا ذکر ہے جو بیت المقدس سے سدرۃ المنتہیٰ تک واقع ہوا ہے۔ جس میں آنکھ اور دل نے بیداری میں سب کچھ دیکھا ہے' اور دل اور آنکھوں کو غلطی اور لغزش بھی نہیں ہوئی' اور لوگ اس عجیب سفر پر آپؐ سے جھگڑا بھی کرتے تھے' اس سفر میں آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب نشانیاں دیکھیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

ثُمَّ ذُهِبَ بِیْ اِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی فَاِذَا وَرَقُهَا كَاٰذَانِ الْفِیْلَةِ وَاِذَا ثَمَرُهَا مثل قلال هجر قال هذه سدرة المنتهٰی

(بخاری ا ص ۵۴۹ و مسلم ا ص ۹۱ ابو عوانہ فق ا ص ۱۲۱)

ترجمہ:- پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ میں نے دیکھا کہ بیری کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح بڑے بڑے ہیں اور قبیلہ ہجر کے مٹکوں کی مانند اس کا پھل ہے۔ حضرت جبرئیل نے کہا یہ سِدْرَۃُ الْمُنْتَہٰی ہے۔

اور پھر وہاں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو کچھ اس کو منظور تھا اپنا حکم بھیجا' حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت میں آتا ہے' کہ:-

لَمَّا اَسْرٰی بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم انتهی به الیٰ سدرة المنتهی الی ان قال فراش من ذهب

(مسلم ا ص ۹۷' نسائی ا ص ۵۲' ترمذ ۲۷ ص ۱۶۰)

ترجمہ:- جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسرار اور معراج کرائی گئی
تو آپ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا۔ جہاں سونے کے پروانے اس کو
گھیرے ہوئے تھے۔

صحابہ کرامؓ کا وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی کی ضمیر مفعول میں اختلاف ہے کہ اس کا مرجع کون ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں یا خدا تعالیٰ حضرت عبداللہ بن عباس رضی وغیرہ فرماتے ہیں۔ کہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر اکابر یہ فرماتے ہیں کہ مفعول کی ضمیر حضرت جبرئیلؑ کی طرف راجع ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو اصل شکل میں صرف دو مرتبہ دیکھا تھا ان میں سے ایک مرتبہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ کے پاس نیچے اتر رہے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت مسلم ص ۹۸ وغیرہ میں موجود ہے اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا اس میں تو اختلاف تھا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جسمانی آنکھوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا یا نہیں ایک گروہ قائل تھا اور دوسرا منکر لیکن معراج جسمانی میں کسی صحابی کو اختلاف نہ تھا حتیٰ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی۔ کیونکہ وہ رویئت خداوندی کا تو بڑی شدومد سے انکار فرماتی ہیں لیکن معراج جسمانی کا انکار نہیں کرتیں بلکہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس آسمان سے نیچے اترتے ہوئے اصل شکل میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رویئت پر زور الفاظ میں ثابت کرتی ہیں اور اپنے اس دعوے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پیش کرتی ہیں (دیکھئے مسلم اص ۹۸ وغیرہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ ارشاد یاد رکھنا آگے کام آئے گا کیونکہ داشتہ بکار آید۔

الحاصل سورۃ النجم کی مذکورہ آیات اور ان کی تفسیر میں پیش کردہ احادیث اور عقائد صحابہ کرامؓ سے یہ روایت پوری طرح واضح اور ثابت ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر جسمانی اور بیداری میں تھا اور اسی واسطے مخالف آپؐ سے اس پر جھگڑا بھی کرتے تھے اب آپ واقعہ معراج کا خلاصہ سن لیجئے جو متعدد احادیث کو سامنے رکھ کر انتخاب کیا گیا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا کہ تین فرشتے آئے اور مجھے بیدا کر کے میرا پیٹ چاک کیا گیا اور میرا دل سونے کی تھالی میں رکھ کر زمزم کے پانی سے خوب دھو کر ایمان و حکمت سے پر کر کے سی دیا گیا' خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا ایک جانور جسے براق کہتے ہیں میری سواری کے لئے پیش کیا گیا۔ جہاں تک انسان کی نگاہ پہنچتی ہے وہاں تک اس کا ایک قدم ہوتا ہے' پھر مجھے بیت المقدس لے جایا گیا' براق اس حلقہ کے ساتھ باندھا گیا' جہاں دوسرے انبیاء عظام اپنی سواریوں کو باندھا کرتے تھے۔ پھر میں مسجد میں داخل ہوا۔ اور تمام پیغمبروں کو خدا تعالیٰ نے وہاں میرے لئے جمع کر دیا تھا' حضرت جبرئیل نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا' دربان نے پوچھا کون ہے؟ کہا جبرئیل ہے' دربان نے کہا ساتھ میں کون ہے' کہا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' پوچھا گیا۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ان کو بلایا گیا ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے علیک سلیک اور ملاقات ہوئی' انہوں نے صالح نبی اور نیک بیٹے کے ساتھ تعبیر کرتے ہوئے آپؐ کی آؤ بھگت کی وہاں سے دوسرے آسمان کے دروازے سے سابق طریق سے اجازت طلب کرنے کے بعد پہنچے وہاں حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام سے سلام کیا۔ انہوں نے نبی صالح اور الاخ الصالح سے خطاب کرتے ہوئے مرحبا کہی۔ پھر تیسرے آسمان کے دروازے سے طریق مذکور کے ساتھ استیذان کیا گیا' وہاں یوسف علیہ السلام کو بطریق مذکور سلام کیا' اور ان کی حسین ترین صورت دیکھنے میں آئی۔ انہوں نے بھی بھائی صالح اور نبی صالح کو خوش آمدید کہی۔ پھر چوتھے آسمان پر اسی طرح اجازت کے بعد گئے وہاں حضرت ادریس علیہ السلام تھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ان کو سلام کریں۔ میں نے سلام کیا' انہوں نے بھی دوسرے بزرگوں کی طرح مجھے مبارک باد دی' پھر وہاں سے پہلے کی طرح پانچویں آسمان پر اِذن طلب کرنے کے بعد پہنچے' وہاں حضرت ہارون علیہ السلام کو سلام کیا گیا' انہوں نے بھی مرحبا سے یاد کیا پھر چھٹے آسمان پر گئے' وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات اور آؤ بھگت ہوئی' جب ہم ان سے رخصت ہی ہوئے تو ان کے رونے کی آواز آئی' پوچھا گیا' اے موسیٰؑ کیوں روتے ہو' فرمایا کہ یہ نوجوان نبیؐ میرے بعد دنیا میں آیا اور اس کی اُمت میری امت سے کہیں زیادہ تعداد میں جنت میں داخل ہوگی' پھر ہم ساتویں آسمان پر گئے' وہاں حضرت ابراہیمؑ سے ملاقات ہوئی میں نے ان

سے سلام عرض کیا' انہوں نے ابن صالح اور نبی صالح کے الفاظ سے یاد کرتے ہوئے خوش آمدید کہی' پھر ان سے رخصت ہو کر سدرۃ المنتہیٰ مجھے لے جایا گیا' وہاں بیری کے پتے جو دیکھے تو دو ہاتھی کے کان کی مانند تھے اور اس کا پھل قبیلہ ہجر کے مٹکوں کی طرح تھا' وہ مقام احکام خداوندی کے لئے ہیڈ کوارٹر کی مانند ہے' وہاں سے احکام اُترتے اور چڑھتے ہیں' وہاں سونے کے پروانوں نے اس کو گھیرے میں لے رکھا تھا' وہاں سے چار نہریں پھوٹتی ہیں۔ دو باطنی جو جنت میں جاتی ہیں اور دو ظاہری نیل اور فرات وہاں سے مجھے بیت المعمور کے پاس لے جایا گیا۔ جہاں ہر روز ستر ہزار فرشتے عبادت کے لئے آتے ہیں۔ پھر ان کو مدت العمر دوبارہ وہاں آنے کا موقع نہیں ملتا' مجھے وہاں تین پیالے پیش کئے گئے۔ ایک دودھ کا' دوسرا شراب کا تیسرا شہد کا۔ میں نے دودھ کے پیالے کو قبول کر لیا۔ مجھے ارشاد ہوا کہ آپؐ نے حسن انتخاب میں کمال کر دیا۔ دودھ سے دین فطرت مراد ہے۔ اگر آپؐ خمر وغیرہ لے لیتے تو آپؐ کی امت بہک جاتی پھر مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ میں آمنا وصدقنا کہتے ہوئے خوشی خوشی واپس آیا۔ جب موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے سوال کیا' کیا کچھ انعام لائے' میں نے کہا پچاس نمازیں انہوں نے فرمایا' میں نبی اسرائیل پر پانچ سے کم نمازوں میں تجربہ کر چکا ہوں۔ آپؐ کی امت ان سے بھی خلقت میں ضعیف اور کمزور ہے۔ آپؐ اپنے رب سے تخفیف کا مطالبہ کریں۔ آپؐ فرماتے ہیں میں پھر واپس آ گیا' اللہ تعالیٰ پانچ پانچ نمازیں' میرے بار بار آنے جانے سے معاف کرتا رہا۔ حتیٰ کہ صرف پانچ رہ گئیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر بھی تخفیف کا مطالبہ پیش کرنے کا کہا۔ لیکن میں نے کہا مجھے اب شرم آتی ہے۔ اس لئے میں ان کو بطیب خاطر قبول کرتا ہوں۔ اتنے میں آواز آئی کہ ہمارے ہاں پہلے سے ہی یہی پانچ نمازیں طے ہو چکی تھیں۔ باقی پچاس باعتبار اجر اور ثواب کے تھیں کیونکہ ہر نیکی کو ادنے' بدلہ دس گنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے' اور مجھے وہاں تو ایک پانچ نمازیں ملیں' دوسرے سورۂ بقرہ کی آخری آیات اور تیسرے یہ کہ آپؐ کی امت میں سے جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے گا۔ اس کی بخشش ہو گی۔ میں یہ نعمتیں اور خوشخبریاں لے کر صبح سے پہلے مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔ جب یہ واقعہ مشرکین نے سنا تو اودھم مچا دیا۔

ہم نے متعدد روایات کو سامنے رکھ کر معراج کے اہم واقعات اور جزئیات کا ترجمہ

پیش کر دیا ہے۔ بعض ضروری اور قابل ذکر جزئیات کا ذکر عنقریب کر دیا جائے گا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان صحابہ کرامؓ کے اسماء جن سے واقعہ معراج منقول ہے' بحوالہ پیش کر دیں۔ اگر چہ ان کی روایات میں' اجمالی تفصیل' تقدیم' تاخیر اور بعض اجزاء کے حذف و اضافہ کا ضرور فرق ہے' لیکن ایسی لمبی روایت میں ایسا ہو جانا' ناگزیر امر ہے اور اس سے اصل واقعہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا' اب آپ صحابہ کرامؓ کے اسماء مع حوالہ جات سن لیجئے۔

(۱) حضرت مالک بن صعصہ ؓ بخاری ا ص ۵۴۸ مسلم ا ص ۹۱ ابوعوانہ ا ص ۱۱۶ نسائی ا ص ۵۰

(۲) حضرت انس بن مالکؓ بخاری ۲ ص ۱۲۰ مسلم ا ص ۹۱ ابوعوانہ ا ص ۱۲۶ نسائی ا ص ۲۵۴ ترمذی ۳ ص ۱۴۱ ابوداؤد ص ۲/ ۳۱۳ مسند طیاسی ص ۲۷۴

(۳) حضرت ابوداؤدؓ بخاری ۲ ص ۱/ ۵۰' مسلم ا ص ۳۱۳

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مسلم ا ص ۹۷' ابوعوانہ ا ص ۲۸ نسائی ا ص ۵۲ ابن ماجہ ص ۳۰۹' مستلک ۴ ص ۴۸۸

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' بخاری ۲ ص ۶۸۴ مسلم ا ص ۹۶ ابوعوانہ ص ۱/ ۱۲۱ ترمذی ۲ ص ۱۴۱ ابن ماجہ ص ۱۶۵' مشکوٰۃ ص ۵۲۹

(۶) حضرت جابر رضی اللہ عنہ' بخاری ا ص ۵۴۸ مسلم ا ص ۹۶' ترمذی ۲ ص ۱۴۱ ابوعوانہ ا ص ۱۲۵

(۷) حضرت حذیفہ بن الیمان مسند طیالسی' ص ۵۵' مستدرک ۲ ص ۳۵۹

(۸) حضرت بریدہؓ ' ترمذی ۲ ص ۱۴۱' مستدرک ۲ ص ۳۶۰

(۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ بخاری ا ص ۵۵۰ مسلم. ا ص ۹۴ ترمذی ۲ ۱۴۱' مستدرک ۲ ص ۳۶۲

(۱۰) حضرت ابو سعید الخذریؓ تعلیقا' ترمذی ۲ ص ۱۴۱ والبدایہ والنہایہ ۳ ص ۱۰۹ و مسند خصائص الکبریٰ ا ص ۱۴۷

(۱۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' مستدرک ۳ ص ۶۳ و خصائص الکبریٰ' ا ص ۱۷۶

فائدہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث بحوالہ مسلم پہلے بھی عرض ہو چکی ہے۔

(۱۲) حضرت ابو بکر بن عمرو بن حزمؓ 'نسائی ا ص ۵۲' خصائص الکبریٰ ا ص ۱۶۷

(۱۳) حضرت شداد بن اوسؓ 'تفسیر ابن کثیر ۵ ص ۱۲۶ مع العالم' شفا قاضی عیاض ص ۸۷'

خصائص الکبریٰ ا ص ۱۵۸ (قال البیہقی " اسناد صحیح) (۱۴) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مستدرک ۳ ص ۱۵۶ (۱۵) حضرت ابی بن کعبؓ (۱۶) حضرت سمرة بن جندبؓ (۱۷) حضرت صہیب بن سنانؓ (۱۸) حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۱۹) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ (۲۰) حضرت عبداللہ بن اسد بن زرادہؓ (۲۱) حضرت عبدالرحمٰن بن قرط الشمالیؓ (۲۲) حضرت عمر بن الخطابؓ (۲۳) حضرت ابو ایوب انصاریؓ (۲۴) حضرت ابو الحمراءؓ۔ (۲۵) حضرت ابوحبہ انصاریؓ (۲۶) حضرت ابو سفیان بن حربؓ (۲۷) حضرت ابو لیلیٰ انصاریؓ (۲۸) حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ (۲۹) حضرت ام ہانیؓ (۳۰) حضرت علیؓ (۳۱) حضرت ابو امامہؓ (۳۲) حضرت سہیل بن سعدؓ (۳۳) حضرت ام سلمہؓ ان تمام اکابر کی روایات خصائص الکبریٰ ا ص ۱۶۵ تا ص ۱۷۹ وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی حدیثیں پنتالیس صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں (زرقانی شرح مواہب ص ۱/۳۵۵

ہر صدی پر مجدد آنے کی حدیث صرف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور پھر فقط ابوداؤد میں آتی ہے۔ صحاح ستہ کی اور کسی کتاب میں نہیں ہے۔ جس پر مرزا صاحب نے اپنی مجددیت کی تعمیر کی ہے۔ اور معراج کی حدیث مختلف طریق سے کم از کم ۴۵ صحابہ کرامؓ سے مروی ہے اور پھر خاص کر حدیث کے طبقہ اولیٰ بخاری و مسلم وغیرہ ہیں جن کے متعلق مرزا صاحب نے اقرار کیا ہے کہ۔

> "اگر میں بخاری و مسلم کی صحت کا قائل نہ ہوتا' تو میں اپنی تائید دعویٰ میں کیوں بار بار ان کو پیش کرتا۔" (ازالہ اوہام ص ۸۸۴)

آپ نے ہمارے استدلال کا معیار تو دیکھ لیا۔ اب ذرا مرزا صاحب کا معیار بھی ملاحظہ فرمایئے' مرزا صاحب اپنے مسیح موعود ہونے پر یوں استدلال کرتے ہیں' کہ کریم بخش روایت کرتے ہیں کہ گلاب شاہ مجذوب نے تیس برس پہلے مجھ کو یہ کہا تھا کہ عیسیٰ اب جوان ہو گیا ہے۔ اور لدھیانہ میں آ کر قرآن کی غلطیاں نکالے گا۔ (ازالہ اوہام ص ۷۰۸)

گویا کریم بخش اور مجذوب شاہ کی بات تو مرزا صاحب کے لئے قابلِ حجت' مگر صحابہ کرامؓ کی ایک کثیر تعداد کی روایت قابل قبول نہیں۔ پھر مزید لطف یہ ہے کہ کریم بخش کی

تعدیل بہت سے گواہوں سے کی گئی ہے۔ جن میں خیراتی' بوٹا' کنہیا لال۔ مراری لال۔ روشن لال اور کنشیا مل وغیرہ ہیں اور ان کی گواہی یہ ہے کہ کریم بخش کا کوئی جھوٹ کبھی ثابت نہ ہوا۔

آپ پڑھ چکے ہیں' کہ حدیث معراج بہت سے صحابہ کرامؓ سے مروی ہے' اس کے تواتر معنوی کا انکار تو شاید کوئی مسلوب العقل اور اندھا ہی کرے گا۔ علاوہ ازیں مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

النصوص یحمل علی ظواھر (ازالہ اوہام) ص ۵۴۰

کہ نصوص کو ظاہر معنی پر ہی حمل کیا جائے گا۔

یعنی بلاوجہ تاویل وغیرہ سے کام نہ لیا جائے گا' اور حدیث معراج کا ایک ایک لفظ معراج جسمانی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں

کیوں چھوڑتے ہو لوگو! نبیؐ کی حدیث کو

جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو (ضمیمہ تحفہ گواڑویہ ص ۲۷) اور یہ مضمون مرزا صاحب نے اپنی طرف سے نہیں کہا۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں۔

''میں بغیر خدا کے بلائے بول نہیں سکتا'' (حقیقۃ الوحی ص ۲۷۸)

تو لابدی ہے کہ یہ بھی الہام خداوندی ہو گا۔ اب دیکھئے مرزا صاحب کے امتی قرآن کریم حدیث شریف پر اگر یقین نہیں رکھتے تو کیا مرزا صاحب کی بات مانتے ہیں یا نہیں

ع نبی اپنا اپنا امام اپنا اپنا

تو فبہا ورنہ وہ جائیں اور ان کا عقیدہ اور نظریہ' ہم تو پروردگار عالم اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم صریح پر اعتقاد اور ایمان رکھتے ہیں اور کسی مومن کو بھلا زیبا بھی کب ہے کہ کلمہ پڑھنے کے بعد اپنی مرضی سے زندگی بسر کرے یا من مانے عقیدوں پر یقین رکھ کر فلاح اخروی کا مستحق ہو۔ اور سب سے اہم بات فلاح اخروی ہے مگر افسوس کہ وہ اب ہے کہاں الا ماشاء اللّٰہ۔

معلوم یہ ہوتا ہے وہی زیست تھی اپنی
جو چیز کہ اب تیری نگاہوں میں نہیں ہے

قرآن کریم اور صحیح احادیث سے معراج جسمانی کا ثبوت پہلے گذر چکا ہے' اب معراج جسمانی کے متعلق جمہور اہل اسلام کا عقیدہ سن لیجئے۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔

کہ اکثر علماء کرام اور جمہور سلف وخلف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت بیداری میں جسم عنصری کے ساتھ معراج کرائی گئی (تفسیر ۵ ص ۱۴۱ اور ہدایہ ونہایہ ۳ ص ۱۱۴)

ملا بغویؒ لکھتے ہیں کہ اکثر کا مذہب یہی ہے:-

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت بیداری میں اپنے جسم اطہر کے ساتھ معراج کرایا گیا اس پر بے شمار صحیح حدیثیں موجود ہیں۔ (معالم ۵ ص ۱۰۷)

علامہ عینیؒ اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں' کہ:-

کہ اسراء اور معراج ایک ہی رات میں بیداری کی حالت میں جسم اطہر کے ساتھ واقع ہوئی جب کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت اور رسالت مل چکی تھی' یہی جمہور محدثین اور فقہاء و متکلمین کا مذہب ہے۔ اور اس عقیدہ کی دلیل میں متعدد صحیح اور ظاہر المعنی حدیثیں موجود ہیں۔

(عمدۃ القاری ۸ ص ۷۹ اور فتح الباری ۷ ص ۱۷۰)

علامہ سید محمود آلوسیؒ لکھتے ہیں۔

کہ اکثر علماء اس کے قائل ہیں کہ اسراء اور معراج دونوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت بیداری میں جسم عنصری کے ساتھ کرائی گئی تھیں۔ (روح المعانی ۱۵ ص ۸)

امام نوویؒ لکھتے ہیں:-

کہ حق بات تو یہ ہے کہ جس پر جمہور خلف و سلف اور متاخرین فقہاء و

محدثین اور متکلمین ہیں' کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت بیداری میں جسم مبارک کے ساتھ معراج کرائی گئی اور یہ واقعہ نبوت کے بعد کا ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے' کہ نمازیں معراج کی رات فرض کی گئی ہیں' اور نماز کی فرضیت نبوت کے بعد ہوئی ہے۔ (نووی شرح مسلم ا ص ۹۱)

علامہ زرقانی لکھتے ہیں :-

کہ یہی جمہور محدثین' متکلمین اور فقہاء کرام کا مذہب اور عقیدہ ہے۔

(زرقانی شرح مواہب ا ص ۳۵۵)

قاضی عیاض ؒ جمہور کا مذہب بتلاتے ہوئے بعض کا نام بھی لکھتے ہیں:-

کہ یہی عقیدہ حضرت ابن عباسؓ ' حضرت جابرؓ ' حضرت انسؓ ' حضرت حذیفہؓ ' حضرت عمرؓ ' حضرت ابو ہریرہؓ ' حضرت مالک بن صعصہؓ ' حضرت ابوحبہ بدریؓ ' حضرت ابن مسعودؓ ' اور حضرت عائشہؓ کا مختار مذہب ہے اور یہی ضحاکؒ ' سعید بن جبیرؒ ' قتادہؒ ' سعید بن المسیبؒ اور ابن شہابؒ ' ابن زیدؒ ' حسن بصریؒ ابراہیم نخعیؒ مسروقؒ ' مجاہدؒ ' عکرمہؒ ' ابن جریجؒ ' امام طبریؒ ' امام احمد بن حنبلؒ اور جمہور محدثینؒ ' متکلمین اور مفسرین کا عقیدہ اور مذہب ہے۔ (شفا قاضی عیاضؒ ص ۸۶)

راقم کہتا ہے' کہ کسی صحابی اور تابعی بلکہ کسی معتبر امام اور محدث سے صحیح سند اور صریح الفاظ کے ساتھ معراج جسمانی کا انکار ثابت نہیں ہو سکتا۔ ایڑی چوٹی کا بھی زور لگا کر اگر ثابت کیا جائے تو محال ہے لیکن اگر کسی میں ہمت ہے تو آئے میدان میں فھل من مبارز جن اکابر سے اس کے خلاف منقول ہے۔ اس کا جواب عنقریب آتا ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا' کہ جمہور سلف و خلف کا یہی مذہب ہے' تو مرزا صاحب کی بھی سنئے کہ سلف و خلف کے لئے بطور وکیل کے ہیں' اور ان کی شہادت آنے والی ذریت کو ماننا پڑتی ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۳۷۴)

اب ہم مرزا صاحب کی اپنی تحریرات پیش کرتے ہیں' شاید کہ ان کے ماننے والوں

کے لئے یہ عبارات سوہان روح ثابت ہوسکیں ملاحظہ کریں مرزا صاحب لکھتے ہیں' کہ:-

(۱) کیونکہ یہ یقینی امر ہے کہ قرآن کریم کی یہ آیت' کہ سبحان الَّذِی اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ۔ لآ یہ معراج زمانی اور مکانی دونوں پر مشتمل ہے اور بغیر اس کے معراج ناقص رہتا ہے' جیسا کہ سیر مکانی کے لحاظ سے خدا تعالٰی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے بیت المقدس تک پہونچایا تھا' ایسا ہی سیر زمانی کے لحاظ سے (اشتہار چندہ منارۃ المسیح ص ج)

(۲) نیز مرزا صاحب لکھتے ہیں:-

ان معراج نبیّنا لما کان مکانیا کذالک کان زما نیا ولا ینکرہ الا الذی فقد بصرہ وصار من العین (خطبہ الہامیہ ص ۱۹۹)

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ی معراج جس طرح مکانی تھی۔ اسی طرح زمانی بھی تھی' اور اس کا انکار صرف وہی کر سکتا ہے' جو دیدۂ بصیرت سے محروم ہو۔

(۳) ایک دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:-

فقد عرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بجسمہٖ فی السماء وھم یقظان لاشکّ فیہ ولا ریب (حمامتہ البشری ص ۳۴)

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حالت بیداری میں جسم عنصری کے ساتھ معراج واقع ہوئی۔ اس میں کوئی شک اور شبہ نہیں ہے۔

اس عبارت کے آگے حضرت عائشہؓ وغیرہ کا حوالہ اس کے خلاف بھی دیتے ہیں' ہم اس کی بحث آئندہ عرض کریں گے۔

(۴) نیز مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:-

مگر باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفع جسمی کے بارے میں یعنی اس بارہ میں کہ وہ جسم کے ساتھ شب معراج میں آسمان کی طرف اُٹھائے گئے تھے۔ تقریباً تمام صحابہ کرام کا یہی اعتقاد تھا۔ جیسا کہ مسیح کے اُٹھائے جانے کی نسبت اس زمانے کے لوگ اعتقاد رکھتے ہیں۔ یعنی جسم کے ساتھ اُٹھائے جانا' اور پھر جسم کے ساتھ اترنا لیکن پھر بھی حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا اس بات کو تسلیم نہیں کرتیں اور کہتی ہیں' کہ وہ ایک رویا صالحہ تھا' اور کسی نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کا نام نعوذ باللہ ملحدہ' یا ضالہ نہیں رکھا' اور نہ اجماع کے خلاف بات کرنے سے ان میں ٹوٹ کر پڑ گئے۔ اب اے منصفو! اور حق کے طالبو' اے خدا تعالیٰ سے ڈرنے والے بندو! اس مقام میں ذرا ٹھہر جاؤ' اور آہستگی اور تدبر سے خوب غور کرو' کہ کیا ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمان پر جسم کے ساتھ چڑھ جانا اور پھر جسم کے ساتھ اترنا' ایسا عقیدہ نہیں جس پر صدر اول کا اجماع تھا'

(ازالہ اوہام ص ۱۰۰۶)

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع کس پوزیشن کا ہوتا ہے' سو اس کا جواب خود مرزا صاحب ہی سے سن لیجئے۔

(۱) اور صحابہ کرامؓ کا اجماع حجت ہے' جو کبھی ضلالت پر نہیں ہوتا

(تریاق القلوب ص ۴۷)

(۲) فان المراد من الاجماع الصحابۃؓ (تمام الحجت ص ۵)

اجماع سے تو صحابہ کرامؓ کا اجماع ہی مراد ہے۔

(۳) یہ مسلّم امر ہے۔ کہ ایک صحابی کی رائے شرعی حجت نہیں ہو سکتی شرعی حجت صرف اجماع صحابہؓ ہے (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۲۳۰) (العیاذ باللہ)

مرزا صاحب کی ان تحریرات سے یہ معلوم ہوا ہے کہ صحابہ کرامؓ کا اجماع حجت شرعی ہے' کیونکہ ان کا اجماع کبھی بھی گمراہی پر نہیں ہو سکتا البتہ رائے صحابیؓ حجت نہیں'

ممکن ہے' کوئی صاحب کہہ دے کہ اگرچہ صحابہ کرام کا اپنی تحقیقات اور معلومات کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمانی پر اجماع ہو چکا تھا۔ لیکن اگر کسی وقت سائنس کی جدید تحقیقات اور نئے فلسفے کے زور میں آ کر اس کے خلاف اجماع ہو جائے' تو کیا خرابی ہے؟ اور ایسا کیوں نہیں ہو سکتا؟ لیکن کیا کیا جائے کہ خود مرزا صاحب ہی اس کی بھی ناکہ بندی کر چکے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ جو شخص بعد صحابہ کرامؓ کے کسی مسئلہ میں اجماع کا دعویٰ کرے وہ کذاب ہے (حقیقۃ الوحی ص ۴۱)

اب کسی کو کیا مصیبت پڑی ہے کہ قرآن کریم حدیث شریف اور اجماع صحابہ کرامؓ کی

خلافَ ورزی کرتے ہوئے کذاب بنے اور سلف سے روگردانی کرے۔ جو سلف کے لئے بطور وکیل کے تھے۔ قد یصدق الکذوب کے قاعدہ کے پیش نظر مرزا صاحب کا یہ ارشاد بالکل بجا اور صحیح ہے کہ صحابہ کرامؓ کے بعد اجماع کا دعویٰ کرنے والا کذاب ہے۔ اس کا مطلب اس کے بغیر اور کیا ہو سکتا ہے کہ جس مسئلہ پر قرآن کریم کی نصوص قطعیہ موجود ہوں اور مواتر حدیثیں بھی موجود ہوں اور لطف یہ ہے کہ اس پر صحابہ کرامؓ کا اتفاق اور اجماع بھی قائم ہو چکا ہو' اب اس کے خلاف کوئی اور متوازی اور متصادم عقیدہ اور نظریہ قائم کرنا کونسا' ایمان ہے اور اس میں فوز و فلاح کی کونسی صورت مضمر ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے اس نظریہ کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچیں۔ کہ ع :- نگاہ شوخ اب کچھ شرمگیں معلوم ہوتی ہے۔

ہم نے معراج جسمانی کے اثبات پر جو دلائل حدیہ ناظرین کئے' ان کی موجودگی میں کسی اور دلیل کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ ہم چاہتے ہیں کہ مسئلہ کا ہر پہلو واضح سے واضح تر ہو جائے' اس لئے چند احادیث پیش کرنا قرین قیاس معلوم ہوتا ہے' ملاحظہ فرمایئے:-

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں حطیم میں تھا کہ معراج جسمانی کا واقعہ سن کر مشرکین ہر طرف سے امنڈ آئے۔ اور انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کچھ نشانیاں اور علامتیں پوچھیں مجھے وہ نشانیاں معلوم نہ تھیں' مجھے اس وقت اتنی پریشانی لاحق ہوئی کہ زندگی بھر ایسی پریشانی لاحق نہ ہوئی تھی۔ اتنے میں حق تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے بیت المقدس کا نقشہ میرے سامنے پیش کر دیا' مخالف مجھ سے جو علامت پوچھتے جاتے میں دیکھ کر بتلاتا جاتا۔

(بخاری ا ص ۵۴۸ مسلم ا ص ۹۶ صحیح ابوعوانہ ا ص ۱۲۱)

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرکین کو بھی یہ بات ذہن نشین کرائی گئی تھی کہ آپؐ کو حالت بیداری میں معراج کرائی گئی ہے اور اس پر تعجب کرتے ہوئے مشرکین نے سوالات کی بوچھاڑ شروع کر دی' اگر یہ معاملہ خواب یا کشف کا ہوتا' تو مشرکین کو امتحان لینے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی' بلکہ جو کچھ سنا تھا اس پر صاد کرتے اور اسی کو غنیمت سمجھ لیتے۔

(۲) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس جا کر واپس تشریف لائے۔ اسی صبح آپؐ نے وہ واقعہ لوگوں سے بیان فرمایا جس سے بہت سے لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر ہر طرح کی تصدیق کر چکے تھے مرتد ہو گئے' پھر کفار ابو بکرؓ کے پاس گئے اور کہنے لگے کیا اب بھی آپ اپنے رفیق یعنی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرو گے؟' لیجئے وہ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ آج رات وہ بیت المقدس جا کر واپس بھی آ گئے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کیا واقعی حضرتؐ نے ایسے فرمایا ہے' وہ کہنے لگے ہاں' حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تو میں اس کو مانتا ہوں' لوگوں نے کہا اے ابو بکرؓ کیا تم اس کی تصدیق کرتے ہو کہ وہ ایک ہی رات میں' بیت المقدس وغیرہ تک گئے اور صبح سے پہلے پھر واپس بھی آ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا ہاں! میں تو بیت المقدس سے دُور کی باتوں کی تصدیق کرتا ہوں' یعنی جو صبح و شام آسمان کی خبریں بیان فرماتے ہیں' ان کو میں صحیح اور حق جانتا ہوں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' کہ اسی وجہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ کا نام صدیق رکھا گیا۔ (مستدرک ۳ ص ۶۲ قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح) اس روایت سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی' کہ مشرکین کے ذہن نشین یہی کرایا گیا تھا' کہ حضرت' حالت بیداری میں بیت المقدس جا کر واپس تشریف لائے ہیں' جن کی قسمت میں ایمان نہ تھا۔ وہ کلمہ پڑھنے کے بعد بھی شکوک و شبہات میں مبتلا ہو کر مرتد ہو گئے۔ اور حضرت ابو بکرؓ کو صدیق کا لقب عطا ہوا' اگر یہ معاملہ خواب کا ہوتا۔ تو لوگوں کے مرتد ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی؟ اور خواب کا معاملہ کون سا بڑا کارنامہ تھا' کہ حضرت ابو بکر صدیق کہلائے؟

اور دُوسری یہ بات ثابت ہوئی' کہ حضرت عائشہؓ بھی معراج جسمانی کی قائل تھیں' ورنہ اس کی تصریح فرما دیتیں' کہ یہ کفار نے بہتان باندھا ہے وہ ایک خواب تھا' حضرت عائشہؓ کی ایک روایت ہم پہلے عرض کر چکے ہیں اور دوسری روایت یہ ہے اور یہ دونوں اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہیں۔

(۱) حضرت ام ہانیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ معراج جب اہل مکہ کو سنایا۔ تو مطعم نے کہا کہ اب تک آپ کا معاملہ ٹھیک تھا' سوائے اس بات کے جواب کہہ رہے ہیں' میں گواہی دیتا ہوں کہ تم جھوٹے ہو۔ (العیاذ باللہ) ہم تو اگر بڑی تیزی سے بھی اونٹوں کو چلائیں تو کہیں دومہینوں کے بعد بیت المقدس سے واپس آ سکتے

ہیں۔ اور تم کہتے ہو کہ میں ایک رات میں جا کر واپس آ گیا' لات اور عزّیٰ کی قسم ہے' کہ میں تو ہرگز نہ مانوں گا۔

(تفسیر ابن کثیر ۵ ص ۱۳۹' فتح الباری ۷ ص ۱۵۱' الھدیہ اوالنہایہ ۳ ص ۱۱' خصائص الکبریٰ ص ۱۷۸)

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ مطعم وغیرہ کو یہی سمجھایا گیا تھا۔ کہ آپ کو حالت بیداری میں معراج کرائی گئی ہے' اور یہ چیز اس کی سمجھ میں نہیں آ سکتی تھی' اس لئے انہوں نے آپ کو معاذ اللہ جھوٹا بھی کہا اور قسم کھا کر پر زور الفاظ میں مخالفت بھی کی۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس وغیرہ سے واپس تشریف لائے تو۔ اُمّ ہانیؓ کو فرمانے لگے' مجھے یقین ہوا کہ اس واقعہ میں لوگ میری ضروری تکذیب کریں گے اس خیال سے غمگین ہو کر بیٹھ گئے' ابو جہل نے جب یہ واقعہ سنا تو آپؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ کیا آپ رات بیت المقدس میں جا کر صبح پھر ہم لوگوں میں واپس آ گئے' آپؐ نے فرمایا ہاں' ابو جہل نے لوگوں کو بلایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا۔ ذرا ان کو بھی وہ واقعہ سنا دیں جو مجھ کو سنا رہے تھے۔ آپؐ نے وہ واقعہ سنایا لوگوں نے کہا کیا بیت المقدس سے آپؐ کی مراد ایلیا ہے؟ فرمایا' ہاں' یہ سنتے ہی لوگوں کی یہ کیفیت ہو گئی' کہ کوئی تالیاں بجانے لگا اور کسی نے تعجب سے سر پر ہاتھ رکھ لیا

(تفسیر ابن کثیر ۵ ص ۱۲۸ مسند احمد ج ص خصائص الکبریٰ ص ۱۶۰ بسنا صحیح)

اس روایت کا ایک ایک لفظ پکار رپکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ واقعہ جسم عنصری اور بیداری کا تھا۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ کے بیان کرنے پر مامور نہ ہوتے۔ تو شاید آپؐ کفار کی تکذیب کے ڈر سے (معاذ اللہ) اس کو بیان بھی نہ فرماتے اور اگر یہ واقعہ خواب کا ہوتا' تو ابو جہل وغیرہ کو مجمع اکٹھا کرنے اور واقعہ سن کر تعجب کرنے' تالیاں بجانے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ کیونکہ خواب کے بارے میں اتنا ہنگامہ برپا کرنے کا کوئی مطلب ہی نہیں ہو سکتا۔"

(۵) حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ مکہ مکرمہ سے ایک قافلہ بغرض تجارت شام کو گیا تھا اور واپس آ رہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے براق پر سوار ہو کر جاتے وقت ان کو سلام کیا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پہچان لی اور جب واپس مکہ آئے تو اس بات کی گواہی بھی دی۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ واپس

ہو کر اس قافلہ کی ایک ایک علامت بھی لوگوں کو بتلائی تھی اور جب قافلہ آیا تو انہوں نے اس کی تائید بھی کی تھی' اسی حدیث میں یہ ناقابل فراموش مضمون بھی ہے۔ **فاتانی ابو بکرؓ فقال یا رسول اللہ این کنت اللیلۃ قد التمستک فی مکانک** (شفا ص ۸۷ تفسیر ابن کثیر ۵ ص ۱۲۶ و خصائص الکبریٰ ا ص ۱۵۸) کہ صبح کے وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے حضرت آپؐ رات کہاں تھے' میں نے آپ کو آپؐ کے مکان پر تلاش بھی کیا۔

اس کے بعد آپؐ نے معراج کا مفصل واقعہ بیان فرمایا' امام بیہقی فرماتے ہیں' کہ **ھذا اسناد صحیح** کہ اس کی سند صحیح ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قافلہ والوں کو پہچان کر آپؐ کا سلام کہنا' اور ان کا آپؐ کی آواز کو پہچاننا اور پھر مکہ مکرمہ واپس ہو کر قافلہ کی علامتیں بتلانا اور ان کا اہل مکہ سے اس کی شہادت دینا۔ نیز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا رات کے وقت آپؐ کو مکان پر تلاش کرنا اور آپؐ کا وہاں موجود نہ رہنا' ان میں سے ایک ایک بات اس کو متعین کر رہی ہے کہ یہ واقعہ خواب یا کشف کا ہرگز نہ تھا' بلکہ جسم عنصری کے ساتھ حالت بیداری کا تھا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن کریم کی پیش کردہ آیات اور مذکورۃ الصدر صحیح اور متواتر احادیث اور اجماع صحابہ کرامؓ اور سلف و خلف کا اتفاق اور خود مرزا صاحب کی تحریرات اس بات پر شاہد عدل ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا واقعہ کوئی روحانی اور کشفی امر نہ تھا بلکہ حالت بیداری میں جسم مبارک کا ایک بین اور روشن واقعہ تھا اور یہی مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ جس پر نسلاً بعد نسلٍ اکابر تمام مسلمان متفق رہے ہیں اور کوئی فرسودہ نیا اور پرانا فلسفہ ان کے ذہن سے اس کو نہیں نکال سکا لیکن ایک حقیقت کو تسلیم کرنے کے بعد مرزا غلام احمد آنجہانی نے اپنی عادت کے مطابق معراج جسمانی پر کئی اعتراضات بھی کئے ہیں (منتہی الخصا ازالۂ اوہام ص ۹۳۲) پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:- معراج کی حدیثوں میں سخت تعارض ہے۔ کسی حدیث میں ہے کہ چھت کو کھول کر جبرئیل آئے۔ اور میرے سینے کو کھولا' پھر ایک سونے کا طشت لایا گیا۔ جس میں حکمت اور ایمان بھرا ہوا تھا' سو وہ میرے سینے میں ڈالا گیا' پھر میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف لے جایا گیا' مگر اس میں یہ نہیں لکھا' کہ وہ طشت طلائی جو عین بیداری میں ملا تھا۔ کیا ہوا اور کس کے حوالہ کیا گیا۔ ....

اور کسی حدیث میں آیا ہے کہ میں بیت اللہ کے پاس خواب اور بیداری کے درمیان میں تھا۔ اور تین فرشتے آئے اور ایک جانور بھی لایا گیا' اور کسی میں براق کا کوئی ذکر نہیں' اور کسی میں ہے کہ میں حطیم میں تھا یا حجرہ میں لیٹا ہوا تھا' اور کسی میں ہے کہ بعثت کے پہلے یہ واقعہ ہوا' اور بغیر براق کے آسمان پر گئے اور آخر میں آنکھ کھل گئی اور ان پانچ واقعات میں لکھا ہے' کہ معراج کے وقت پہلے پچاس نمازیں مقرر ہوئیں اور بعد تخفیف پانچ منظور کرائی گئیں اور ترتیب رؤیت انبیا میں بڑا اختلاف ہے۔"

ہم نے مرزا صاحب کے ان تمام اعتراضات کا جواب آغاز مضمون میں تفصیل کے ساتھ دے دیا ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ آنحضرت صلعم کو جسمانی طور پر معراج نصیب ہوا۔ جس سے کوئی صاحب فہم وادراک مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔ خود مرزا صاحب اپنی کتاب میں اس حقیقت کو تسلیم کر چکے ہیں لیکن مراقی ہونے کی وجہ سے بعد میں وہ اپنے لکھے کو بھی چاٹ گئے' اور معراج النبیؐ کے سلسلے میں ایسے عقائد کا اظہار کرنے لگے جو مشرکین مکہ کے عقائد تھے۔ ان کے اعتراضات بھی ایسے ہی تھے۔ جیسے مشرکین مکہ کے تھے۔ لیکن ہم نے مرزا آنجہانی کے ان عقائد اور اعتراضات کا جواب نہایت مسکت طریقہ پر احادیث و قرآن کی آیات مقدسہ سے دے دیا ہے۔ تاکہ عوام میں مرزا آنجہانی کی تحریروں سے کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔

حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی باتیں

خان غلام محمد خان لونڈ خور مرحوم نے بیان کیا کہ میں نے نہ شاہ جیؒ کو پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ میں ان کا خاص معتقد تھا۔ میرا سیاسی مسلک بھی ان سے جدا تھا ایک دفعہ عشاء کے وقت دلی دروازہ (لاہور) کے باہر سے گزرا تو شاہ جی تقریر فرما رہے تھے میں بڑے ضروری کام سے جا رہا تھا۔ اس خیال سے رک گیا کہ جس مقرر کی اتنی شہرت ہے اسے پانچ منٹ سن لوں۔ میری عادت ہے کہ میں جلسہ میں ایک جگہ بیٹھ نہیں سکتا۔ خود اپنے جلسے میں بھی گھومتا پھرتا رہتا ہوں میں پانچ منٹ تک شاہ جی کی تقریر سنتا رہا۔ سوچا تھوڑی دیر اور سن لوں' ان کا سحر تھا کہ کھڑے کھڑے بیٹھ گیا۔ بیٹھے بیٹھے تھک گیا تو لیٹ گیا اور لیٹے لیٹے ساری رات تقریر سنتا رہا اور ایسے حواس گم ہو گئے کہ اپنا کام بھی بھول گیا۔ یہاں تک کہ صبح کی اذان بلند ہوئی شاہ جی نے تقریر کے خاتمے کا اعلان کیا تو مجھے خیال آیا کہ اوہو ساری رات ختم ہو گئی یہ شخص تقریر نہیں کر رہا تھا بلکہ جادو کر رہا تھا۔

مرزائی اپنے کو مسلمان کہتے ہیں پھر کیوں کافر ہیں؟

مولانا سید مرتضےٰ حسن چاند پوریؒ

اگر یہ کہا جائے کہ یہود و نصاریٰ میں اگرچہ اسلام کے بہت عقائد اور شعائر پائے جاتے ہیں اور آریہ سماج سناتن دھرم وغیرہ جملہ مذاہب بھی اسلامی احکام سے بالکلیہ بیگانہ نہیں۔ بہت سی باتیں دونوں میں مشترک ہیں مگر چونکہ وہ خود اپنے کو مسلمان نہیں کہتے بلکہ عقائد اسلام کے باطل ہونے کے قائل ہیں لہٰذا وہ مسلمان نہیں بخلاف مرزا صاحب اور مرزائیوں کے کہ وہ اسلام کی حقانیت کے قائل خود اس کے اتباع کے مدعی لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیتے ہیں لندن اور برلن میں مسجدیں بنواتے ہیں جو آج کل کے کسی مولوی سے تو کیا آٹھ سو برس سے ترک بھی باوجود اس خلافت اور سلطنت کے نہ کر سکے نہ انھوں نے تبلیغ کے لیے ایسی مشتریاں اور اشاعت اسلام کے لیے ایسے اخبار اور اشتہارات جاری کیے جو مرزا صاحب اور مرزائیوں نے کر کے دکھلا دیا۔ تو یہ مرزا صاحب اور مرزائی کیسے کافر اور مرتد ہو سکتے ہیں اور ان کا قیاس یہودی و نصاریٰ آریہ سماج سناتن دھرم وغیرہ پر کیونکر صحیح ہوگا؟

اس کا جواب اوّل تو یہ ہے کہ مرزا صاحب اور مرزائی اگر ہمارے سامنے دعوائے اسلام کرتے ہیں تو منافقین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مدعی اسلام تھے۔ انہوں نے اگر لندن اور برلن میں مسجد بنائی ہے تو انہوں نے مدینہ طیبہ میں مسجد ضرار بنوائی تھی۔ ان کی مساجد کا اگر پیغام صلح الفضل چند انگریزی اور دیسی اخباروں میں ذکر ہے تو مسجد ضرار[1] کا ذکر خود خدا نے قرآن شریف میں فرمایا ہے نیز یہ کہ مسیلمہ کذاب وغیرہ مدعیانِ نبوت سب اسلام ہی کا دعویٰ کرتے تھے اور تبلیغ اسلام بھی بعض نے ایسی کی کہ ملک کے ملک ان کے مذہب میں داخل ہو گئے اور پشتوں تک سلاطین رہے۔ کیا کوئی مسلمان یا خود مرزائی ان لوگوں کو مسلمان کہہ سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر مرزائیوں کا دعوائے اسلام ان کے لیے کیسے مفید ہو سکتا ہے۔ اگر مدعی کا دعویٰ ہی قابل قبول ہوتا تو گواہ اور شاہد کی ضرورت ہی نہ پڑتی اور ہر مدعی فتحیاب ہی ہوا کرتا۔

---

[1] یہ اس مسجد کا نام ہے جس کو منافقوں نے بنایا تھا۔ جو بظاہر پختہ عقلمند سرگرم مسلمان تھے مگر اندرونی طور پر اسلام کو ہر قسم کی مضرت پہنچانے کے درپے تھے جیسے مرزائیوں کے متعلق مومن کی ڈاک سے سننے میں آیا کہ اسلام کی تبلیغ کی صورت میں وہ کچھ اور ہی کام کرتے ہیں ۱۲۔

مسیح موعود اور قادیانیت

تقریر حضرت علامہ خالد محمود صاحب (مانچسٹر)

الحمد لله والسّلام على عباده الذين اصطفىٰ خصوصاً علىٰ سيد الرسل و خاتم الانبياء وعلىٰ آله الا تقياء واصحابه الاصفياء اما بعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمٰن الرحيم. وانه لعلم للساعة فلا تمترن بها قال النبى صلى الله عليه وسلم والذى نفسى بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكماً عدلاً فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الحرب رواه البخارى (صحیح بخاری جلد ا ص ۴۹۰)

صاحب صدر گرامی قدر واجب الاحترام علمائے کرام بزرگان قوم

سامعین عزیز...... دوستو اور بھائیو!

کافی سالوں سے جیسا کہ ابھی صدر محترم نے آپ کے سامنے بیان کیا ہے مجھے پاکستان آنا ہوتا رہا' لیکن وہ دورے اس قدر مختصر سے رہے کہ اس علاقہ میں آنے کا موقعہ نہ مل سکا۔ الحمد للہ اس دفعہ یہاں قیام کچھ طویل ہوا اور یہ موقعہ اس سال میسر آیا ہے اور اتفاق یہ کہ اس سال پاکستان میں دوسری حاضری ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حاضری کو یہاں سب دوستوں کے مل بیٹھنے اور اور حق کی بات سننے سنانے کا موجب فرمائے۔

پہلے پہل مجھے انگلینڈ جانے کا موقع ملا تو مشرق و مغرب کا تقابل یک نظر سامنے آیا سوچتا رہا کہ مشرقی ممالک میں اسلام میں اس کثرت تعداد اور عظمت شان سے پھیلا ہوا ہے مشرق وسطیٰ اور مشرق اقصیٰ میں بھی مسلمانوں کی تعداد بہت وسیع ہے اور ان کی اکثریت غالب ہے۔ ہر جگہ مسلمان ہی مسلمان نظر آتے ہیں لیکن یا اللہ یہ یورپ کے ایوانوں میں عیسائیت کے نغمے کب تک گونجتے رہیں گے؟

یورپ میں اکثریت عیسائیوں کی ہے کچھ تعداد یہودیوں کی ہے اور کچھ مسلمانوں کی لیکن ان دو قوموں کی تعداد دیکھ کر بارہا دل میں خیال گزرتا ہے کہ یا اللہ ان کی یہ کثرت کب

ٹوٹے گی؟ اور یہود و نصاریٰ ان دو ملتوں کا خاتمہ ہوگا؟ تیرا یہ دین برحق ہے یہ کب ان ملتوں پر غالب آئے گا' اور ان کی سیاسی شوکت اور ان کا وجود ملی کب ختم ہوں گے؟

اے اللہ! تیرا وعدہ ہمارے پیغمبر کے ساتھ یہ تھا کہ تو آپؐ کے دین کو سب دینوں پر غالب کرے گا۔ ہمارے یہ پیغمبر صداقت دے کر بھیجے گئے۔ **لیظھرہ علی الدین کلہ و کفی باللہ شھیداً** کا ان سے وعدہ تھا۔ آپ اس لئے بھیجے گئے ہیں کہ دین اسلام کو تمام دینوں پر غالب کر دیں۔ دنیا میں جتنے دین ہیں ان پر اس دین کو غالب آنا ہے علم و استدلال کا غلبہ تو حضورؐ کے سامنے ہی ہو گیا تھا لیکن سیاسی شوکت کے لحاظ اور ملکی استحکام کے لحاظ سے بھی تو یہ دین تمام ملتوں کو کاٹتا ہوا سب کے اوپر آئے گا علیٰ وجہ النہار چڑھتے سورج کی طرح نمایاں ہوگا۔ ہاں سوچ اس وقت یہ ہے کہ یہ وقت کب آئے گا؟ اور کب اسلام کو عالمی شوکت حاصل ہوگی؟

مجھے عیسائی آبادیوں کی اکثریت میں گزرنا ہوتا' لندن کے ایوانوں ان کے پارلیمنٹ ہال اور انکی بڑی بڑی بلڈنگوں کے سامنے سے گزرنا ہوتا تو جی میں یہ خیال بار بار آتا کہ یا اللہ اس کثرت ملل کا خاتمہ کب ہوگا؟ اور کب وہ وقت آئے گا کہ پوری دنیا اسلام کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔

میں غور سے پڑھتا جاتا تھا تقدیر اجارہ داروں کی
پہلو سے گزرتی جاتی تھیں مغرور قطاریں کاروں کی

بار بار دل میں خیال پیدا ہوا کہ دیگر مذاہب و ملل پر ملت اسلامیہ کا غلبہ کب ہوگا؟ اللہ نے قرآن مجید کی طرف رجوع کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور مسئلے کا حل مل گیا کہ یہ دو قومیں یہود و نصاریٰ جس نام پر گمراہ ہوئیں ہیں اسی نام اور عنوان سے یہ ہدایت پائیں گی۔ آپ سوچیں وہ کس نام پر اور کس عنوان سے راہ راست سے بھٹکیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ یہ دونوں قومیں گمراہ ہوئی ہیں حضرت عیسیٰؑ کے نام پر یہودی حضرت عیسیٰؑ کی دشمنی میں مارے گئے اور انہوں نے آپ کی والدہ پر بڑے بڑے بہتان باندھے عیسائی غلط عقیدت اور فرط محبت میں مارے گئے اور آپ کو خدا کا بیٹا سمجھنے لگے۔

تاریخ بتلاتی ہے کہ دونوں قومیں گمراہ ہوئیں حضرت عیسیٰؑ کے نام پر اور اسی نام سے انہوں نے غلط فہمیوں کو جگہ دی تو اللہ کو منظور ہوا کہ عیسیٰؑ کو آسمانوں پر زندہ رکھے۔ آپؑ قیامت سے پہلے آئیں اور جن کے نام پر یہ دونوں قومیں گمراہ ہوئیں ان کے سامنے آپ اسلام

کی صداقت کے ساتھ جلوہ گر ہوں۔ یہ دونوں قومیں اس وقت ان پر ایمان لائیں اور اس طرح ان دونوں قوموں کا خاتمہ ہوا اور دنیا میں ایک ہی دین اورایک ہی ملت رہ جائے یہود و نصاریٰ دونوں مسلمان ہو جائیں۔

حضرت عیسیٰ قیامت سے پہلے آئیں گے یہودیوں سے کہیں گے' کہ مجھے او رمیری والدہ پر عیب لگانے والو اعتراض کرنے والو! میں خدا کا نشان ہو کر پھر آیا ہوں' سارے یہودی اس پر مسلمان ہو جائیں گے' عیسائیوں کو کہیں گے کہ تم مجھے خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ نہیں! میں خدا کا بندہ ہوں اور ان تمام معجزات کی شان کے باوجود خدا کا بندہ ہوں خدا کا بیٹا نہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کے آنے پر یہودیوں اور عیسائیوں دونوں کا خاتمہ ہو گا پھر یہ ساری ملتیں ایک ہو جائیں گی. اور وہ ملت اسلام ہو گی۔

اسی وقت تک مختلف ملتوں کا وجود ہے جب تک عیسیٰؑ آ نہیں جاتے۔ اختلاف ملل صرف اسی وقت تک رہے گا حکمت خداوندی میں یہ طے ہو چکا ہے کہ ایک وقت ساری دنیا کے مذاہب ایک ہو جائیں گے۔ ساری ملتیں ایک ہو جائیں گی اور یہ قیامت سے پہلے ایک دور ہو گا۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ **یهلک الله فی زمانه الملل کلها الاملة الاسلام**۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:۔

وان من اهل الکتاب الالیؤمنن به قبل موته. (پ ٦ النساء ع ٢٢)

"اہل کتاب میں سے کوئی نہ ہو گا مگر یہ کہ ایمان لے آئے گا عیسیٰ کی وفات سے پہلے"

حضرت عیسیٰ کی وفات سے پہلے ساری ملتیں اپنے اپنے موقف سے ہٹ ہٹا کر ایک لائن پر آجائیں گی اور جب سب ایک لائن پر آجائیں گے' تو دنیا میں پھر ایک (ملت) ہو گی جس کا نام ہو گا ملت اسلامی قرآن کریم نے اسے بیان کیا اور احادیث نے اس پر گواہی دی حدیثوں میں یہ خبر چلی آرہی تھی۔ حضور اکرام ﷺ نے فرمایا:۔

لا یبقیٰ علیٰ ظهر الارض بیت مدر ولاوبرالا ادخله الله کلمة الاسلام.

"کوئی کچا اور پکا گھر ایسا نہیں رہے گا مگر یہ کہ اسلام کا کلمہ اس میں ضرور داخل ہو گا۔ پوری دنیا کی وسعتوں میں صحراؤں اور میدانوں میں گھروں اور آبادیوں میں۔ شہروں اور دیہاتوں میں ہر جگہ ہر کچے پکے گھر میں

حضورؐ کا کلمہ داخل ہوگا۔"

لیکن اس کے انداز مختلف ہوں گے بعز عزیز۔ کسیوں کو عزت دیتا ہوا۔ اور ذل ذلیل۔ کسیوں کو ذلیل کرتا ہوا۔ یہ وہ وقت ہوگا جب تمام قوموں کو اپنے دروازے اسلام کے لئے کھول دینے پڑیں گے۔

اسلام ایک اجنبی مسافر کی شکل میں آیا تھا۔ لوگوں نے اپنے دروازے بند کر لئے تھے لیکن ایک وقت ایسا آئے گا ہر کسی کو اپنے دروازے اس کے سامنے کھولنے پڑیں گے اور اسلام ہر گھر میں داخل ہوگا...... سبحان اللہ...... دیکھئے اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انجام کار دنیا میں ایک ہی دین رہ جائے گا اور وہ وقت تب ہوگا جب حضرت عیسیٰؑ نزول فرمائیں گے۔

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے یہ میں نے قدسیوں سے وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا

اسلام صحرائے عرب سے نکلا اور روما جو دنیا کی سب سے بڑی سلطنت تھی اسے زیر و زبر کر دیا قیامت سے پہلے ایک دفعہ اسلام کی صداقت کا شیر پھر اپنی کچھار سے نکلے گا۔

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا نا پائیدار ہو گا

اس وقت یورپی تہذیب دنیا پر چھائی ہوئی ہے۔ اس وقت اس تہذیب کے اپنے فرزند ہی اسے اپنی گود سے نکال پھینکیں گے جب وہ وقت آئے گا تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی اور جو آشیانے اس شاخ نازک پر بنے ہوئے ہیں سب کے سب پیوست زمین ہو جائیں گے...... نعرہ تکبیر...... اللہ اکبر...... نعرہ رسالت...... محمد رسول اللہ

سو یاد رکھئے! وقت آنے والا ہے اور یقیناً آنے والا ہے اور وہ وقت کون سا ہوگا؟ حضرت عیسیٰ کے نازل ہونے کے بعد کا۔

اب میں چند سوالوں کے جوابات عرض کرتا ہوں:۔

ہمارا اللہ تعالیٰ اور رسول اکرمؐ کی فرمائی ہوئی باتوں پر ایمان ہے اور ہم اللہ کے رسولؐ کی تصدیق کرتے ہوئے ہر اس بات کو مانتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے فرمائی۔ ہماری سمجھ میں نہ بھی آئے تو بھی مانتے ہیں۔ ایمان میں یہ شرط تو نہیں؟ کہ ہماری سمجھ میں آئے اللہ

تعالیٰ نے دین حق کو دلوں میں اتارنے کے لئے عجیب وغریب مثالیں دیں بعض لوگوں نے یہ سوال کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمانوں پر زندہ ہیں اور ہزار ہا سال سے زندہ ہیں وہ وہاں رہ رہے ہیں تو کھاتے پیتے کیا ہوں گے؟ کھانے پینے کے بغیر یہ حیات ناسوتی کیسے قائم رہی ہوگی؟ زندگی دنیا کی ہمیشہ قائم نہیں رہتی حضرت عیسیٰؑ اگر زندہ ہیں آسمانوں پر کھاتے کیا ہیں؟ سوال سمجھ آ گیا کہ نہیں؟...... ہاں جی سمجھ گئے......

کیا ہے سوال...... کہ حضرت عیسیٰؑ نے اتنی لمبی عمر کھانے کے بغیر پائی؟

اللہ تعالیٰ نے اس کی عجیب حکمت بیان فرمائی ہے۔ آپ نے علماء سے اصحاب کہف کا قصہ بارہا سنا ہوگا۔

کئی سو سال گزر گئے اور وہ سوئے رہے پھر جب اٹھے تو وہی سکے جیب میں تھے ان کو پتہ نہ تھا کہ اتنا دور گزر گیا وہ اسی سکے کے ساتھ بازار میں سودا لینے گئے دوکانوں کے حلیے بدل چکے تھے انسان پہچانے نہ جاتے تھے سکہ متعارف نہ تھا۔ دنیا عجیب تھی جب دکان سے کھانا لینے گئے تو پولیس نے پکڑ لیا کہ تم کہاں سے آئے ہو اور یہ پرانے سکے تمہارے پاس کہاں سے آئے؟ یہ قصہ آپ نے سنا ہے کہ نہیں؟

اس قصہ میں منجملہ اور حکمتوں کے ایک راز یہ بھی تھا کہ دنیا کو بتایا جائے کہ اگر اصحاب کہف جو کئی سو سال سوئے رہے بغیر کھائے پئے...... بغیر کھائے پئے...... ایک ہی دفعہ اٹھے نا...... جب کھانا لینے گئے؟ کیا اس وقت تک سالہا سال وہ بغیر کھائے پئے زندہ رہے یا نہ؟...... اس زمین پر سوئے رہے یا نہ؟...... جو خدا سالہا سال تک بغیر کھانے پینے کے اصحٰب کہف کو زمین پر زندہ رکھ سکتا ہے کیا وہ حضرت عیسیٰ کو بغیر کھائے پئے آسمانوں پر زندہ نہیں رکھ سکتا؟...... بے شک زندہ رکھ سکتا ہے...... اللہ کی قدرتوں کو پہچانو!...... اللہ کی شانوں کو جانو!

اصحاب کہف کی زندگی اس دنیا کی مادی خوراک کے بغیر سالہا سال قائم رہی خدا کی قدرت سے یا مادی خوراک پر؟

جواب یہ ہے...... خدا کی قدرت ...... خدا کی قدرت سے یہ سب کچھ ایسا رہا مادی خوراک سے نہیں جب کچھ انسان زمین پر مادی قدرت کے بغیر زندہ رہ گئے تو آسمان پر تو مادی مخلوق نہیں وہاں کے باسیوں کی تو خوراک ہی اللہ کا ذکر ہے وہاں حضرت عیسیٰ کا تادیر زندہ رہنا کون سے تعجب کا موجب ہے؟ کچھ تو غور کرو۔

آسمانی مخلوق کی غذا تسبیح وتہلیل ہے ایک حدیث میں ہے:۔

یجزیھم ما یجزئ اھل السیماء من التسبیح والتقدیس او کما قال النبیؐ.

سو یہ بات کہ جب آپ آسمان پر ہیں تو کھاتے پیتے ہوں گے۔ یہ ایک مغالطہ اور ڈھکوسلہ ہے۔ اصحاب کہف کا واقعہ صاف بتلا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے ویسے ہی عمل میں آتا ہے۔ وہ جب دینا چاہے تو کوئی اس کے ہاتھ کو روکنے والا نہیں اور نہ دے تو کوئی اس سے بزور لے نہیں سکتا۔

آج کل کے جدید پڑھے لکھے لوگ اور سائنسدان کہتے ہیں کہ جب ہم خلا (ہوا کے اوپر) میں جائیں اور فضا میں اور اوپر جائیں تو ایک ایسا کرہ آتا ہے جسے کہتے ہیں کرہ نار (آگ ہی آگ) پھر آگے ایک حصہ فضا آتا ہے جسے کرہ زمہریر (ٹھنڈک ہی ٹھنڈک) کہتے ہیں۔

کوئی ذی روح ان کرّوں کو پار کرتا ہوا نہیں جا سکتا۔ سائنس کا طالب علم پوچھتا ہے کہ تم حضرت عیسیٰؑ کے بارے کیا عقیدہ رکھتے ہو کہ وہ گئے! کیسے جا سکتے تھے۔ جب کہ یہ کُرّے رستے میں حائل ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ابھی دنیا انسانوں سے آباد نہیں کی تھی اور حضرت آدمؑ کی اولاد سے دنیا کی صف نہ بچھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب پہلے دے دیا تھا۔

"اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا آسمانوں پر جنت میں وہاں انہوں نے درخت کا پھل کھایا پھر وہ دنیا میں بھیجے گئے۔"

آدمؑ آسمانوں سے دنیا کی طرف ان کروں کو پار کرتے ہوئے آئے یا نہ؟ ہاں آئے یقیناً آئے۔ اگر حضرت آدمؑ کرہ نار اور کرہ زمہریر کو پار کرتے ہوئے اوپر سے نیچے آسکتے ہیں تو عیسیٰؑ بن مریمؑ کیا انہیں عبور کرتے ہوئے نیچے سے اوپر نہیں جا سکتے؟

بھائی! حضرت آدمؑ بھی آئے تھے یا نہیں؟ اور کرّوں کو پار کرتے ہوئے آئے تھے یا نہیں؟ اگر وہ آسکتے ہیں! تو کیا حضرت عیسیٰؑ اوپر آسمان کی بلندیوں پر نہیں جا سکتے۔ قرآن کریم نے بجا فرمایا۔

ان مثل عیسیٰ عنداللّٰہ کمثل ادم. (پ۳ آل عمران ع ۶)

"اگر مسیحؑ کا جانا سمجھ میں نہ آئے تو حضرت آدمؑ کا قصہ سامنے رکھ لینا۔"

پس حضرت آدمؑ کا آنا برحق .... اور .... حضرت مسیحؑ کا جانا برحق' اللہ تعالیٰ

کی حکمت سمجھئے اور قدرت دیکھئے ادھر اصحاب کہف کا قصہ سنا دیا تا کہ بات سمجھنی آسان ہو جائے ادھر آدمؑ کا اتارنا بتلا دیا تا کہ بات جلدی سمجھ میں اترے۔

برادرانِ اسلام!

حضرت عیسیٰ کا آسمان پر ماننا کوئی امر مستبعد نہیں کوئی ایسی چیز نہیں جو ناممکن ہو پھر قادیانی مذہب کے لوگ جو حضرت عیسیٰؑ کا آسمان پر جانا نہیں مانتے وہ مغالطہ دینے کے لئے عجیب وغریب باتیں کرتے ہیں عام مسلمانوں کو یوں مغالطہ بھی دیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ اوپر ہوں اور خاتم النبیینؐ مدینہ میں نیچے زمین پر سوئے ہوئے ہیں حضورؐ کے مقام کے خلاف ہے کہ ان کا روضۂ مبارک نیچے ہو اور حضرت عیسیٰؑ اوپر جلوہ افروز ہوں؟

کہتے ہیں یہ تو بے ادبی ہے۔

مرزا بشیر الدین محمود نے اسی مغالطہ آرائی کے لئے کہا تھا کہ۔ ؎

غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسماں پر
مدفون ہو زمین پہ شاہِ جہاں ہمارا

میں نے انہیں جواباً کہا تھا:۔

عزت کی جا ہے عیسیٰ اس سر زمین پہ اتریں
مدفون ہے جہاں پہ شاہِ جہاں ہمارا

......نعرۂ تکبیر...... اللہ اکبر...... غیرت کی جا نہیں...... یہ عزت کی جا ہے' مرزائی اس قسم کے عجیب وغریب مغالطے دیتے ہیں۔

مثال سے سمجھئے:۔

سمندروں اور دریاؤں میں موتی اوپر ہوتے ہیں یا بلبلے؟

ہر فرد جانتا ہے کہ بلبلا اوپر ہوتا ہے۔ ہاں ہاں بلبلا اوپر ہوتا ہے اور موتی نیچے ہوتے ہیں۔ آئندہ یہ کبھی نہ کہئے کہ عیسیٰؑ ابن مریمؑ اوپر اور خاتم النبیینؐ نیچے۔ اس سے حضورؐ کی توہین ہوتی ہے۔ (معاذ اللہ)

......نعرۂ تکبیر...... اللہ اکبر...... تاجدارِ ختم نبوت...... زندہ باد......

مجھے اس وقت آپ کو یہ بات کہنی اور سمجھانی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کا آسمانوں پر ہونا اور قربِ قیامت میں آنا' یہ نہ حالاتِ جدیدہ کے خلاف ہے' نہ علوم جدیدہ کے

خلاف اور نہ سائنس کے خلاف ہے ان لوگوں نے یوں ہی پروپیگنڈہ کیا ہوا ہے قادیانیوں کی اس سے غرض یہ تھی کہ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں یہ عقیدہ کہ وہ زندہ ہیں آسمانوں پر اور یہ کہ وہ قربِ قیامت میں تشریف لائیں گے اس عقیدہ کو مسلمانوں کے دلوں سے اٹھا لیا جاوے جب یہ عقیدہ اٹھا لیا گیا تو حضرت عیسیٰ کی سیٹ خالی ہو جائے گی۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت سے پہلے عیسیٰ بن مریمؑ آئیں گے' آئیں گے' آئیں گے' اور یہ حدیثیں متواتر درجے کو پہنچ گئی ہیں محدثین کے نزدیک یہ حدیث تو اتر کا درجہ اختیار کر گئی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے سوال اٹھایا کہ اچھا عیسیٰؑ ابن مریمؑ تو فوت ہو گئے۔ لیکن یہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ عیسیٰؑ بن مریمؑ آئیں گے آئیں گے تو اس کا مطلب کیا؟ پہلا مسیح تو ہے نہیں۔ اور یہ آئیں گے آئیں گے اس کا مطلب آخر کیا ہے؟

مرزا صاحب نے پھر خود ہی جواب دیا:۔

اس کا مطلب یہ کہ کوئی شخص ایسی صفتوں کے ساتھ پیدا ہو گا جو عیسیٰؑ بن مریمؑ کی تھیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے لئے میدان بنانے کے لئے اپنے لئے سیٹ خالی کرانی چاہی اور یہ سارا قصہ بنایا کہ حضرت عیسیٰؑ آسمانوں پر نہیں گئے وہ زندہ نہیں فوت ہو گئے...... قصہ ختم......

''اور جو آنے والا تھا۔ وہ میں ہوں''

حدیث میں حضرت عیسیٰؑ کی آمد یقینی طور پر مذکور ہے لہٰذا اس آمد کا مصداق میں ہوں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس منزل تک پہنچنے کے لئے کتنی کروٹیں بدلیں؟ خود اندازہ کیجئے پہلے حضرت مسیحؑ کی وفات کا دعویٰ' پھر نزولِ مسیحؑ کی حدیثوں کی تصدیق اور پھر خود مثیلِ مسیح کا دعویٰ...... یہ سب کچھ کیا ہے اپنی خاطر' اور کہا کہ جس نے آنا تھا وہ میں ہوں میں مسیح موعود ہوں' میں مثیل مسیح ہوں۔

میں اس مجلس میں اس پر تو بحث نہیں کرتا مجھے اس مختصر مجلس میں مختصر سی بات کرنی ہے لیکن ایک بات ضرور کہوں گا کہ مسیح کے آنے کا نشان کیا ہے؟

''پہلا نشان یہ کہ اس کے آنے پر لڑائیوں کا خاتمہ ہو گا حضور اکرم ﷺ

نے فرمایا کہ جب مسیح آئے گا لڑائیوں کا خاتمہ ہو گا۔"

میں پڑھے لکھے بھائیوں دوستوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا دنیا میں لڑائیاں ختم ہو چکی ہیں؟ کیا حضور کے فرمان یضع الحرب کی تصدیق عمل میں آ چکی؟ دنیا کی سب سے بڑی جنگ جسے جنگِ عظیم کہتے ہیں وہ کب ہوئی؟...... جواب دو......؟

وہ ۱۹۱۴ء میں لڑی گئی اور مرزا غلام احمد قادیانی کی موت ۱۹۰۸ء میں ہوئی تھی۔ اس کے چھ سال بعد یہ جنگ شروع ہوئی۔ پھر ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ لڑی گئی۔ جس کو جنگ عظیم ثانی کہتے ہیں میں سوال کرتا ہوں۔ کہ دو بڑی جنگیں کب لڑی گئیں؟ مرزا غلام احمد قادیانی کے جانے کے بعد یا پہلے...... دونوں جنگیں مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد لڑی گئیں معلوم ہوا کہ اس وقت تک مسیح موعود نہیں آیا تھا۔

مسیح کے آنے پر تو جنگوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور دنیا امن کا گہوارہ بن چکی ہو گی۔

اچھا بھائی اگر مرزا غلام احمد مسیح موعود ہوتا تو جنگوں کا خاتمہ ہو چکا ہوتا یا نہ؟ مسیح کا کام جنگوں کو ختم کرنا ہے یا جنگیں لڑانا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ مرزا غلام احمد سے پہلے اتنی لڑائیاں نہیں تھیں۔ نہ ایٹم بم تھے' اور نہ ہائیڈروجن بم تھے نہ اور کوئی ایسی چیز تھی لیکن اس کے آنے پر جو لڑائیاں شروع ہوئیں' وہ بالکل مسیح موعود کے خلاف ایک غیبی نقشہ بنا مسیح موعود کی علامت یہ ہے کہ اس کے آنے سے لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ مگر مرزا غلام احمد کے آنے سے بڑی بڑی لڑائیوں کا آغاز ہوا یہ تو بالکل الٹ ہوا...... یہ کیا یہ شخص تو مسیح موعود کی پوری نقیض نکلا۔

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ میں خود کہتا ہے:۔

کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر؟
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھ تو کھول کر
فرما چکا ہے سید الکونین مصطفیٰؐ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التواء

غلام احمد خود کہنے لگا کہ اب میں آیا ہوں اب میرے بعد جنگیں نہ ہوں گی۔ اگر جنگیں ہوئیں تو میں جھوٹا اور جنگیں نہ ہوئیں تو میں سچا۔

خود مرزا لکھتا ہے:۔

یعنی وہ وقت امن کا ہو گا نہ جنگ کا
بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

یہ وقت امن کا وقت ہے یا بدامنی کا؟ حاضرین! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ موجودہ وقت میں بین الاقوامی طور پر دنیا کی بڑی طاقتیں آپس میں ٹکرانے کو ہیں یا نہیں؟ اسرائیل اور مصر کی جنگیں' پاکستان او رہندوستان کی جنگیں' عالمی جنگیں' چائنا اور رشیا کی جنگیں...... میں کہتا ہوں کہ اتنا وقت بدامنی کا تاریخ عالم میں شائد کبھی نہ آیا ہو جتنا مرزا غلام احمد قادیانی کے آنے کے بعد آیا ہے...... کیا یہی مسیح موعود ہونے کی علامت ہے؟

دُنیا کی دو بڑی جنگیں کب لڑی گئیں؟...... کہو وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد اگر یہ مسیح موعود ہوتا تو لڑائیاں ختم ہوتیں یا چلیں؟ معلوم ہوا کہ یہ مسیح موعود نہیں اس کا نام ایک دجال ہے اور وہ اپنے دعوے میں پورا کذاب ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب مسیح آئے گا تو بچے سانپوں سے کھیلیں گے۔ تلعب الصبیان بالحیات۔ لیکن سانپ انہیں کاٹیں گے نہیں؟ میں پوچھتا ہوں اور کہتا ہوں مرزائیوں کو کہ اپنے بچوں کو ہاتھوں میں سانپ پکڑا کر میدان لاؤ تاکہ دنیا دیکھے مسیح موعود آیا ہے یا نہیں؟

ہمارے حضور اقدسؐ نے کیا یہ پہچان نہ بتائی تھی کہ مسیح موعود کے آنے پر بچے سانپوں سے کھیلیں گے او رسانپ کاٹیں گے نہیں؟

ابوداؤد شریف کی حدیث ہے کہ گائیں اور چیتے اکٹھے چلیں گے اور شیر او ربکری ایک گھاٹ پانی پئیں گے اور دنیا میں کوئی شخص غریب نہیں ہوگا امن کی ایسی ہوا چلے گی کہ ساری ملتیں او رمذہب ختم ہو جائیں گے' سوائے اسلام کے یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ کہ جنگ کا اور فرمایا دنیا پوری امن کا گہوارہ بنے گی جس طرح آج ظلمت سے بھری پڑی ہے۔ (یہ مسلم اور ابوداؤد کی متفقہ احادیث ہیں) ہمارے اور قادیانیوں کے درمیان اس پر اتفاق ہے کہ مسیح کے آنے کا نشان یہ ہے کہ وہ وقت امن کا ہوگا جنگوں کا نہیں۔ مرزا قادیانی نے یہ جو کہا ہے کہ میں مسیح ہوں تو کیا اس کے وقت میں یہ علامتیں پوری ہوئیں؟ حالات کو دیکھتے ہوئے ہم یقین کرنے پر مجبور ہیں کہ یہ مسیح نہیں! جب یہ مسیح نہیں اور مسیح ہونے کا مدعی ہے تو یہ دجّال ہے اور کذاب ہے۔

برادرانِ اسلام!

یاد رکھو جس مسیح نے آنا ہے؟ وہ مسیح بن مریم ہے (مریم کے بیٹے نے آنا ہے) چراغ بی بی کے بیٹے نے نہیں۔ مرزا کس کا بیٹا ہے؟ یہ تو چراغ بی بی کا بیٹا تھا۔ اس کی والدہ کا نام چراغ بی بی ہے' مریم نہیں۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ مریم کے بیٹے نے آنا ہے اور مرزا کہتا ہے کہ چراغ بی بی کے بیٹے نے۔

یہ کیا استدلال ہے کہ نام تو مریم کا ہو اور مراد چراغ بی بی لی جائے۔ حدیث میں نام ہو مسیح کا اور مراد ہو غلام احمد قادیانی جب الفاظ کی مرادیں بدل جائیں لفظ کچھ ہوں اور معنی کچھ۔ اس کو کہتے ہیں تاویل مرزا غلام احمد کبھی کہتا ہے تأویل استعارہ اور کبھی کہتا ہے تاویل تشبیہ۔ بہر حال یہ تاویل ہے کہ لفظ کچھ اور ہو اور معنی کچھ اور۔

جب قادیانیوں کو کہا جاتا ہے کہ آنا تو مسیح نے ہے' غلام احمد قادیانی کیسے آ گیا؟ کہتے ہیں مسیح سے مرا دغلام احمد ہے جس طرح کہتے ہیں کہ مولوی صاحب بڑے بہادر ہیں کوئی کہدے کہ یہ شیر ہیں۔ اب ''شیر'' کا لفظ ان کے لئے تو نہیں بنا تھا۔ وہ تو جنگل کے ایک جانور کے لئے وضع ہوا تھا لیکن جب ہم نے کہا شیر ہے تو یہ استعارہ کے طور پر کہا ہے جب استعارہ کے طور پر شیر کہا تو اب کوئی اس کی دم تلاش نہ کرے گا کہ اس شیر کی دم کہاں ہے کیوں کہ یہ استعارہ کے طور پر کہا گیا تھا۔

اہل علم یا درکھیں۔ **لا استعارۃ فی الاعلام**۔ کہ جو نام ہیں ان میں استعارہ نہیں ہوتا۔ اب جو شیر ہے یہ اسم علم نہیں' اسم جنس ہے' اعلام میں استعارہ نہیں ہوتا۔ مثلاً سٹیج سیکرٹری نے آج اعلان کیا کہ آج مولانا خالد محمود یہاں تقریر کریں گے۔ آپ نے اعلان کیا خالد محمود کی تقرری ہوئی۔ جب آپ آئیں تو تقریر کوئی دوسرا کر رہا ہو۔ تو کوئی پوچھے یہ تو علامہ خالد محمود نہیں۔ وہ سیکرٹری کہے کہ اس نام سے مراد یہی شخص تھا جو اب تقریر کر رہا ہے مراد وہی ہے تو قانون یاد رکھو کہ اسم علم میں استعارہ نہیں ہوتا' اگر آپ نے خالد محمود کہا اور دوسرے کو کھڑا کر دیا۔ تو یہ فریب سمجھا جائے گا کیونکہ کہ ناموں میں استعارہ نہیں چلتا۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ عیسٰی بن مریم آئے گا۔ قادیانی مبلغ کہتا ہے کہ غلام احمد آئے گا۔ اس نے استعارہ کس بحث میں داخل کیا؟ اعلام میں...... ناموں میں! یہ دجل وفریب ہے' کھلا دھوکا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ مسیح بن مریم جب آئے گا تو باب لد (دمشق میں دروازہ ہے) پر جائے گا۔ غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لدھیانہ جائے گا اور میں لدھیانہ گیا تھا (لدھیانہ پنجاب میں ایک شہر ہے۔ غلام احمد واقعی وہاں گیا تھا) کہنے لگا وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ دمشق میں باب لد پر جائے گا۔ اس سے مراد لدھیانہ تھی تو میں لدھیانہ آ گیا ہوں مرزا قادیانی سے کہا گیا کہ احادیث کے الفاظ ہیں۔ کہ مسیح بن مریم جب آئے گا تو اس کے اوپر دو زرد رنگ کی چادریں ہوں گی۔ وہ کہنے لگا زرد رنگ سے مراد دو بیماریاں ہیں وہ مجھے بھی ہیں۔

بھائی! بیمار آدمی کا رنگ زرد و پیلا ہوتا ہے یا نہیں؟ اس سے مراد دو بیماریاں ہو گئیں۔ ایک اوپر کی اور ایک نیچے کی۔ اوپر کی بیماری یہ ہے کہ میرے دماغ میں مراق کا مرض ہے اور نیچے کی بیماری یہ ہے کہ پیشاب زیادہ آتا ہے بعض دفعہ رات میں سو سو دفعہ آتا ہے دیکھئے غلام احمد نے کس صفائی سے ہر چیز کے معنی بدل دیئے کہ مسیح کا معنی غلام احمد اور مریم کا معنی چراغ بی بی۔ لد کا معنی لدھیانہ دو زرد چادروں کا معنی دو بیماریاں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ غلام احمد نے سارے کا سارا نقشہ بدلا ہر چیز کو مجاز کا لباس پہنا دیا۔ لفظ کچھ اور معنی کچھ مگر ایک مینارہ اس نے واقعی مٹی سے بنایا اور اسے کہا منارۃ المسیح ' وہ اس نے مٹی کا بنایا اور اسے مجاز کا لباس نہ پہنایا۔

رجل تنبأ بعد ختم نبوۃ فاتیٰ بکفرٍ واضحٍ وصریحٍ
حمل النصوص علیٰ اعجاز باسرھا الا المنارۃ اذہنی بصفیح

اس کو دجل اور فریب کہتے ہیں میں تو کہا کرتا ہوں کہ اس کا نام بھی نبیوں والا نہیں کیوں کہ نبیوں اور پیغمبروں کے نام مفرد ہوتے ہیں۔ ایک جیسے آدمؑ نوحؑ ' موسیٰؑ ' عیسیٰؑ ' یحییٰؑ ' الیاسؑ ' سلیمانؑ ' ایوبؑ ' یوسفؑ ' یونسؑ ' یعقوبؑ یہ سب ایک نام ہیں اور غلام احمد یہ دو نام ہیں یہ مرکب ہے تو جب تمام پیغمبروں کا نام ایک ایک رہا۔ تو یہ دو نام والا کہاں سے یہاں آ گیا جب یہ کہا تو کہنے لگا کہ میں غلام کا لفظ ہٹا دیتا ہوں اور باقی رہ جائے گا احمد۔ اور میرے ماننے والے احمدی بن جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں فرمائے امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ پر آمین.......... آپؒ نے فرمایا کہ اگر آپ نے اپنا پہلا نام ہٹایا۔ غلام کو ہٹا دیا۔ تو میں بھی اپنے

نام سے پہلا حرف ہٹا دوں گا۔ میرا نام ہے عطاء اللہ۔ اگر تو نے غلام کو ہٹایا اور باقی احمد رہ گیا تو میں عطا کو ہٹا کر کیا اللہ نہ رہ جاؤں گا۔

میں عطاء اللہ ہوں' پہلا نام عطا ہٹادوں گا تو باقی اللہ رہ جائے گا' تو میں کہتا ہوں کہ میں نے تجھے نہیں بھیجا (یعنی خدا نے تجھے نہیں بھیجا) تو کہتا ہے کہ مجھے اللہ نے بھیجا ہے۔ میں کہتا ہوں' میں نے تجھے نہیں بھیجا ہے۔

وہ کہتا ہے تم اپنا آدھا نام کیوں ہٹاتے ہو میں کہتا ہوں تم ایسا کیوں کرتے ہو۔ صاف کہو کہ تم غلام احمد ہو احمد نہیں۔ شاہ صاحب نے کہا کہ تم آدھا نام کیوں ہٹاتے ہو۔ اگر تم ہٹاؤ گے تو میں بھی ہٹاؤں گا۔ اور لوگوں کو بتاؤں گا کہ میں نے اسے نہیں بھیجا۔

حضرت شاہ صاحب کی یہ باتیں قادیان میں مرزا بشیر الدین محمود سے ہوئی تھیں۔

الغرض:...... نام اور عنوان بتا رہے ہیں۔ کہ وہ مسیح نہیں ہے مسیح کیا وہ تو مسلمان بھی نہیں مسیح کی پہچان حضورؐ نے فرمائی جیسا کہ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ وہ حج کرے گا۔

تو کسی نے غلام احمد سے پوچھا تو حج کرنے کیوں نہیں جاتا؟

اس نے جواب دیا تم مجھے مرواتے ہو' ادھر وہ مجھے مار ڈالیں گے۔ کہ تو نے دعویٰ نبوت کیا میں حج کرنے کیوں جاؤں؟

کفن بدوش قائد..... جب ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت چلی تو حضرت مولانا سید بنوریؒ تحریک کے امیر اور مولانا محمود احمد رضوی سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔ مولانا یوسف بنوریؒ کے فولادی عزم اور ولولہ انگیز قیادت نے پوری قوم میں جہاد کی روح پھونک دی۔ آپ نے پورے ملک کا طوفانی اور ایمانی دورہ کیا اور مسلمانوں کی رگوں میں خون کی بجائے بجلی دوڑا دی' اور لوگ آپ کے نعرہ جہاد پر لبیک کہتے ہوئے میدان میں کود پڑے۔ جب گھر سے نکلے تو اپنے مدرسہ کے مفتی صاحب کے پاس گئے اور فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب! میں تحریک کی راہنمائی کے لئے جا رہا ہوں اور اپنا کفن بھی ساتھ لے کر جا رہا ہوں پھر کفن نکال کر دکھایا۔ مزید فرمایا کہ مرزائیوں کو اس ملک میں آئین کی رو سے کافر ٹھہراؤں گا یا اپنی جان کا نذرانہ پیش کروں گا۔ واپس گھر جانے کا ارادہ نہیں۔ یہ مدرسہ تمہارے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ اس کی حفاظت کرتے رہنا۔ (اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے پوری ملت اسلامیہ کی لاج رکھ لی اور قادیانیوں کو آئین کی رو سے کافر قرار دے دیا گیا)

قرآن کریم کے لفظ ''ربوہ'' کا تحقیقی مطالعہ

ڈاکٹر محمد سید اعزاز الحسن شاہ

نحمده ونصلی وسلم علی رسوله الکریم . بسم الله الرحمٰن الرحیم وبعد

لفظی ترجمہ قرآن مجید میں ربوہ لفظ کا دو دفعہ استعمال ہوا ہے:

(۱) کمثل جَنَّةٍ بِرَبوَة (سورة البقرہ' ۲۶۵) اور

(۲) وَآوَيْنَا هُمَا اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ' (سورة المومنون۔ ۵)

پہلی آیت میں جو سطح زمین سے بلند جگہ پر ہو اور دوسری آیت میں ''عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو ایک ٹیلہ پر ٹھکانہ دیا۔ اس لفظ کا اصل مادہ ''ر ب و'' ہے۔ جو کہ قرآن مجید میں مختلف جگہوں میں مختلف شکلوں کے ساتھ وارد ہوا ہے۔ ان تین حروف کو جب یکجا کریں تو یہ لفظ ''ربوا'' کی شکل اختیار کر جاتا ہے' جس کا قرآن مجید میں اس طرح ذکر ہوا ہے

''احل اللّٰه البیع وحرم الربوا (البقرہ' ۲۷۵)

یعنی اللہ نے خرید وفروخت کو جائز کیا ہے جبکہ سود کو حرام کیا ہے؟ یہ اصل ہر زیادتی کا نام ہے۔ پھر اس زیادتی پر جب مزید زیادتی ہوتی ہے تو اس میں سختی کا عنصر پیدا ہوتا ہے۔ اس پیرائے کی تعبیر کے لئے قرآن مجید نے لفظ رابیہ استعمال کیا ہے۔ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً(الحاقه : ۱۰)

ہم نے انہیں انتہائی سخت طرح پکڑ لیا۔ یہ رابیہ بھی رب و سے ہی ماخوذ ہے۔ اس کے مصدر کا فعل مضارع یربو اور یربی دونوں طرح قرآن مجید میں مستعمل ہیں۔

ربوة لفظ کی قرآت تین طرح کی جاتی ہے۔ عام مشہور قرآت ''رَبْوَہ'' ہے جبکہ ''رُبْوَہ'' اور ''رِبْوَہ' بھی ہے۔ پہلی دو قراتوں کا ذکر لسان العرب نے کیا ہے۔ (لسان العرب' مادہ ربا) جبکہ تیسری قرآت کا ذکر امام راغب اصفہانی نے مفردات القرآ ن میں (مفردات القرآن مادہ رب و) امام راغب نے اس کا تلفظ ''رباوة'' بھی پڑھا جانا ذکر کیا ہے جبکہ لسان العرب نے ''ربوہ'' پڑھنے کو ترجیح دی ہے۔ اور ربوہ پڑھنا بنو تمیم کی لغت قرار دیا ہے۔ اور اس کی جمع رُبَ ی اور رُبی بتائی ہے۔ لسان العرب نے ''ربوہ'' پڑھنے کی شاید اس لئے راجح قرار دیا ہے۔ کہ اہل عرب اپنی عام محاوراتی زبان میں کہتے ہیں۔ مرت بنا ربوہ من الناس (وھی

الجماعته العظیم محو عشرہ الاف) یعنی لوگوں کی ایک بڑی جماعت کا ہم سے گذر ہوا (جس سے مراد تقریباً دس ہزار اور اسی طرح رباوۃ'' کا استعمال بھی اہل عرب زبان و) لسان العرب میں مزید اس مادہ کا ماضی فعل مضارع اور مصدر اور اس کی توضیح اس طرح کی گئی۔

ربا السئی یربو ربو اور رباء

بمعنی زاد و نما یعنی کسی چیز کا بڑھنا اس کا مضارع یربوا اور مصدر ربواً اور رباہ بمعنی زیادہ ہونا اور بڑھنا اور اس سے ثلاثی مزید فیہ اربیتہ غیتہ کہ میں نے اس کو زیادہ کیا اور بڑھایا قرآن مجید میں وارد ہوا ہے۔ یُرْبِی الصَّدَقَاتِ یعنی صدقات میں اضافہ کرتے ہیں اور حدیث صدقہ میں یوں مذکور ہے۔ تَرْبُوا فِی کَفِّ الرَّحْمٰنِ حَتّٰی تَکُوْنَ اَعْظَمَ مِنَ الْجَبَلِ۔ کہ صدقہ رحمٰن کے ہاتھوں میں بڑھ بڑھ کر پہاڑ سے بھی بڑا ہو جاتا ہے۔ اور عام محاورہ میں کہتے ہیں ربا السویق یعنی ستو میں جب پانی ڈالا جاتا ہے تو وہ پھول جاتا ہے اس کے لئے یہ محاورہ بولا جاتا ہے اسی طرح قرآن مجید میں زمین کی جو صفت بیان ہوئی ہے۔ مثلاً اِهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ اَیْ عَظُمَتْ وَانْتَفَخَتْ

یعنی زمین پھول کر پھٹ پڑی۔ حدیث شریف میں یہ لفظ اس طرح وارد ہے۔ الْفِرْدَوْسُ رَبْوَۃُ الْجَنَّۃِ اَیْ اَرْفَعُهَا یعنی فردوس جنت کی اونچی جگہ ہے۔ باقی جنتوں کے مقابلہ میں (لسان العرب مادہ رب و) ربوہ اور رُبوہ کے فرق اکثر لغات نے تو واضح نہیں کیا۔ جبکہ ابن کثیر نے اپنی کتاب النہایہ فی غریب الحدیث والاثر میں یہ فرق کیا ہے۔ الربوہ بالضم والفتح والضم ماارتفع من الارض ۔ یعنی ربوہ مضموم اور مفتوح دونوں طرح مگر اگر مضموم ہو تو اس کا معنی سطح زمین سے اونچی زمین۔ باقی اگر بالفتح تو یہ زبانی کے معنی میں ہوگا۔ جیسا حدیث طمفتہ کے حوالے سے مذکور ہے ''مَنْ اَبٰی فَعَلَیْهِ الرِّبْوَۃُ'' یعنی جو زکوۃ کے انکاری ہو تو اس سے اصل زکواۃ کی رقم سے زائد وصول کیا جائے گا۔ اور اس طرح مَنْ اَقَرَّبِهَا لُجْزْیَۃِ فعلیه الرِّبْوَہ یعنی جو اسلام اس لئے قبول نہیں کرتا اس میں آ کر زکواۃ دینی پڑے گی تو اس سے اصل جزیہ کی رقم سے زائد جزیہ لیا جائے گا۔ (النہایہ فی غریب الحدیث والاثر ج ۲ ص ۱۹۲) اس فرق سے تو یہ قول راجح ٹھہرا کہ قرآن مجید نے جن دو جگہوں میں اس لفظ کا استعمال کیا ہے۔ اسے ''ربوہ'' پڑھنا اَوْلٰی ہے۔ جیسا کہ صاحب لسان العرب کی ترجیح ہے۔ المعجم المفہرس للالفاظ الحدیث کے حوالہ سے ترمذی میں سورۃ المؤمنون کی تفسیر میں اس لفظ کے ذیل میں لکھا ہے۔ ''الفردوس ربوۃ الجنتہ واوسطہا وافضلہا یعنی فردوس یہ جنت کا ربوہ (اونچی جگہ) اور جنت کا بہترین مقام ہے۔ اور

مسند احمد میں منقول ہے۔الا ان عمل الجنۃ حزن بربوہ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۷ و ج ۳ ص ۳۶۰)

(۲) روایاتی تجزیہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ مریم علیہ السلام کو جس جگہ ٹھکانہ دیا اس کو رُبوہ سے تعبیر فرمایا ہے۔ چنانچہ شاہ عبدالقادر موضح القرآن حاشیہ میں نقل فرماتے ہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب ماں سے پیدا ہوئے تو اس وقت کے بادشاہ نے نجومیوں سے سنا کہ بنی اسرائیل کا بادشاہ پیدا ہوا ہے۔ وہ ان کی تلاش میں نکل پڑا' ان کو بشارت ہوئی کہ اس کے ملک سے نکل جاؤ' نکل کر مصر کے ملک گئے۔ وہ گاؤں تھا ٹیلے پر اور پانی وہاں کا خوب تھا (شاہ عبدالقادر۔ترجمہ قرآن مجید ص ۵۷۱ تاج کمپنی

(۲) تفسیر جلالین نے بھی اس نکتہ سے اتفاق کیا ہے۔

ذکر فی سبب ہذا الایواء ان ملک ذلک الزمان عزم علے قتل عیسیٰ

یعنی ان کے ٹھہراؤ کے سبب کے بیان میں کہ اس زمانے کے بادشاہ نے حضرت عیسیٰ کو قتل کرنا چاہا۔ (تفسیر جلالین کلاں حاشیہ ص ۲۹۰ مطبوعہ نور محمد کراچی)

(۳) تفسیر مظہری کا بھی اس سے اتفاق ہے۔ کہ سودی بادشاہ ہیر دوس جب حضرت عیسیٰ کے قتل کے در پے ہو گیا تھا تو حضرت مریم بچہ کو لے کر مصر چلی گئی تھیں۔ (تفسیر مظہری ج ۸ ص ۱۹۱)

(۴) تفہیم القرآن میں ہیر دوس کے بعد ارخلاؤس کے عہد حکومت کا ذکر ہے۔ کہ ان کی والدہ کو گلیل کے شہر ناصرہ میں پناہ لینی پڑی (بحوالہ متی ۲ ۱۳۲ تا ۲۲) تفہیم القرآن ج ۳ ص ۲۸۱)

(۵) تفسیر حسینی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جگہ رملہ فلسطین ہے انہوں نے کشاف کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رملہ فلسطین یہ وہ ربوہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ٹھہرے۔ (قلمی نسخہ تفسیر حسینی ص ۶۶ ج ۳)

رملہ اس کا واحد الرمل ہے۔ فلسطین کا بہت بڑا شہر ہے۔ اور یہ مسلمانوں کی فوجی چھاؤنی رہ چکی ہے۔ (معجم البلدان ج ۳ ص ۶۹)

(۶) قلمی تفسیر۔قرآن القرآن بالبیان مؤلفہ کلیم الدین نور اللہ ۱۱۲۷ھ کے حوالہ سے ربوۃ ارض مرتفع وہی بیت المقدس اودمشق اوایلیہ فلسطین اومصر) یعنی ربوہ یہ اونچی زمین کو کہتے ہیں۔ یہ یا تو بیت المقدس یا دمشق یا ایلیا فلسطین یا مصر ہے۔ (تفسیر مذکور کا ص ۴۲۳) ایلیاء کے متعلق معجم

البلدان میں مذکور ہے کہ اسم مدینۃ بیت المقدس کو یہ کہ کسی شہر کا نام ہے۔ (معجم البلدان ص ۲۹۳ ج ۱) دمشق کے وضاحتی نوٹ میں صاحب معجم البلدان آیت۔ ''وآوینا ہما'' نقل کر کے لکھتے ہیں کہ وہی دمشق ذات قرار ومعین وذات رضاء من العیش یعنی یہ دمشق ہے کہ جو زندگی کی نعمتوں سے مالا مال ہے' پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ ان عیسٰی ینزل عند المنارہ البَیْضَاء من شرقی دمشق کہ عیسٰی علیہ السلام کہ دمشق کے شرقی سفید مینار پر نزول فرمائیں گے۔ اور والمغارہ التی فی جبل الیثرب یقال انہا کانت ماوی عیسٰی علیہ السلام اور جبل یثرب کی جو غار ہے اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عیسٰی کی جائے پناہ تھی۔ (معم البلدان ج ۳ ص ۴۶۴) اسی طرح اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں دمشق کے وضاحتی نوٹ کے سلسلہ میں مذکور ہے۔ یہ بھی کہاجاتا ہے کہ آپ (یہاں) ایک پرسکون ٹیلہ (ربوہ) پرقیام فرمائے ہوئے تھے۔ (الی ربوہ ذات قرار ۲۳: (المومنون ۵۰) اور دنیا کے خاتمے کے قریب دجال سے لڑنے کے لئے سفید مینار پر جسے کبھی تو مشرق مینار قرار دیا جاتا تھا۔ اور کبھی مسجد جامع کا شرقی مینار نزول اجلال فرمائیں گے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۹ ص ۳' ۴ مارہ (دمشق)

(۷) مولانا ابو الکلام۔ ترجمان القرآن میں اس آیت کے زیر حاشیہ تحریر کرتے ہیں ہم نے انہیں ایک مرتفع مقام پر پناہ دی جو بسنے کے قابل اور شاداب تھا۔ غالبًا اس سے مقصود وادی نیل کی بالائی سطح ہے یعنی مصر کا بالائی حصہ۔ اناجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کی پیدائش کے بعد مریم اسی مقام پر قیام پزیر ہوئیں۔ (ترجمان القرآن ج ۲ ص ۵۳ مطبوعہ اسلامی اکادمی)

(۸) امام قرطبی نے الجامع الاحکام القرآن میں تحریر کیا ہے کہ ابو ہریرہؓ کے ایک قول بموجب فلسطین اوررملہ ہے اور نبی علیہ السلام سے بھی مروی ہے۔ نیز ابن عباسؓ' ابن المسیب اور ابن سلام کے نزدیک یہ دمشق ہے۔ کعب اور قتادہ کے نزدیک بیت المقدس اور ابن زید کے نزدیک مصر (الجامع الاحکام القرآن ج ۱۲ ص ۱۶۲ مطبوعہ ایران)

(۹) البدایہ والنہایہ میں ضحاک عن ابن عباس روایت کرتے ہیں یہود کے خطرہ کے موجب اللہ تعالیٰ نے آپ کی والدہ کی طرف وحی کی کہ انہیں مصر کی طرف لیکر چلی جائے۔ اور قرآن مجید میں وجعلنا ابن مریم وامہ...... میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ (البدایہ ج ۲ ص ۷)

(۱۰) تفسیر حسینی کے علمی نسخہ میں ایک روایت یہ بیان کی گئی ہے ''آوردہ اند کہ مریم باپسر وپسر عم خود یوسف آیت ''الی ربوہ ذات قرار ومعین'' ذکر ہے۔ (دائر معارف بستانی ج ۸ ص

۵۳۸ مادہ ربوہ دار المعرفہ بیروت) نیز صاحب معجم البلدان یاقوت بن عبداللہ الحموی جس کا حوالہ بھی گزرا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد دمشق ہے دمشق کے پہاڑ کے دامن میں دنیا کی جنت نظیر جگہ ہے۔ اس کے نیچے دریا بزدی ہے۔ یہ دریا ثوری پر ایک خوبصورت تاریخی مسجد کی شکل میں تعمیر شدہ ہے۔ اس کے اوپر دریا یزید بہتا ہے۔ جس کا پانی اس مسجد کے حوض میں گرتا ہے۔ اس مسجد کے ایک پہلو میں ایک گاٹی سی غار نما جگہ ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں حضرت عیسیٰ کی پیدائش ہوئی ہے۔ جس کا قرآن مجید میں اس آیت کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔ (معجم البلدان ج ۳ ص ۲۶ دار صادر بیروت)

نہر بردی یا دریا بردی یہ دمشق کا سب سے بڑا مشہور دریا ہے۔ یہ دمشق سے کوئی پانچ میل دور قنوا نامی جگہ سے بعلبک کے نزدیک چشموں کے پانیوں سے بنتا ہے۔ اس کا کچھ پانی نہر یزید یا دریا یزید میں چلا جاتا ہے اسی طرح جب یہ دریا دمر نامی بستی کے پاس پہنچتا ہے تو اس کا پانی پھر تین حصوں میں بٹ جاتا ہے۔ یعنی دریا بردی کے شمال میں شمالی ثوری نامی دریا اور مغربی جانب باناس نامی دریا میں (معجم البلدان ج ا ص ۳۷۸) دریاؤں آبشاروں چشموں سرسبز شاداب مقامات کی بہتات یہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی جنم بھومی قرار پاتی ہے۔

ربوہ کا تحریفی پہلو:

ربوہ کا لفظ ہمیں دمشق سے پاکستان کے ضلع جھنگ تحصیل چنیوٹ کے قدیمی گاؤں ''چک ڈھکیاں'' جو کہ دریائے چناب کے شمالی کنارہ پر فیصل آباد سرگودھا روڈ پر واقع لے جاتا ہے۔ اس گاؤں کو آج ''ربوہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جبکہ اس کا اصلی نام کاغذات مال میں بدستور ''ڈھکیاں'' (چک ڈھکیاں) چلا آ رہا ہے۔ اصلی نام کی جگہ نقلی نام کی تبدیلی پاکستان بننے کے بعد ظہور پذیر ہوئی۔ جب گورنر موڈی نے اس چک کی زمین ۹۰ سالہ ٹھیکہ پر انجمن احمدیہ کو دی۔ تو قادیانی جماعت کے وڈیروں نے اس چک کا نام اپنی مذہبی مناسبت سے ''ربوہ'' رکھا۔ قرآنی لفظ کا بے جا استعمال تحریف قرآن کے زمرہ میں آتا ہے جو کہ کفر کی ناپاک سازش ہے جو کہ کفر کا وطیرہ چلا آتا ہے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے اپنی تفسیر میں (جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔) آیت ''الی ربوہ ذات قرار معین کے عین قادیانی نظریہ کشمیر کی تردید کی ہے۔ کہ ربوہ سے مراد کشمیر ہے۔ وہ اس ربوہ کی بھی تردید کرتے چونکہ یہ ربوہ بعد میں بنا جب وہ دنیا سے جا چکے تھے۔ لہٰذا انہیں تردید کا موقعہ نہ ملا۔

(ب) ربوہ سے مراد کشمیر:

مرزا بشیر الدین محمود اپنے قرآنی ترجمہ بعنوان تفسیر صغیر میں آیت و آوینا ھما کے تحت کیا ہے۔ کہ تاریخ سے ثابت ہے کہ یہ اونچی جگہ کشمیر تھی بائبل یہودیوں اور ہندوؤں کی تاریخ سے بہت حوالے اس کی تائید میں ملتے ہیں۔ قادیانی وڈیرے مرزا بشیر الدین کو مسلمانوں کی تاریخ سے کوئی حوالہ تو نہ مل سکا البتہ کندھم جنس باہم جنس پرواز کے مصداق اپنی کفار برادری سے اس کے تائیدی حوالے ملے۔ پھر دیانت داری یہ کہ ایک حوالہ بھی تحریر میں نہ لا سکے۔ اس طرح قرآنی ترجمہ نگار مولوی محمد علی نے بھی اس آیت کے ذیل میں اپنی کتاب ''بیان القرآن'' میں مسلم مؤرخین مفسرین اور ترجمہ اور تفسیر نگاروں کی جملہ آراء کو جھٹک کر رکھ دیا۔ اور اپنے کشمیر کے نظریے کو پیش کرنے میں سعی لاحاصل کی۔ چنانچہ ملاحظہ ہو کتاب مذکورہ پر اس کا وضاحتی نوٹ (بیان القرآن ص ۹۴۵) کشمیر تو پرانی تحقیق ہے۔ اب ربوہ نام کی بستی پاکستان ضلع جھنگ کے نقشہ میں موجود ہے۔ تو اس کا مصداق قادیانیت کی نگاہ میں یہی وہ ربوہ ہے جو آیت میں مذکور ہے۔ اگر قادیانیت کو غیر مسلم قرار دینا ضروری تھا تو اس قرآنی اصطلاح اور لفظ کا تقدس اس بات کا متقاضی ہے کہ اس کو بھی تبدیل ہونا چاہیے۔ اور اس کی جگہ چک ڈھگیاں اصل نام زبان خلق ہونا چاہیے۔ کفر اور مشعر بالکفر دونوں کا خاتمہ ضروری ہے۔ مسلمان علماء میں سے حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی دامت برکاتہم نے اس سلسلہ میں کافی کوشش کی ہے کہ اس (ربوہ) نام کو تبدیل کیا جائے۔ اور بلدیہ ربوہ نے اپنے ایک بل کے ذریعے اس تبدیلی کو پاس کر لیا ہے۔ مگر ہنوز عمل درآمد نہیں ہوا۔ یہ نکتہ ہمارے مطالعہ کا ایک حصہ تھا۔ جس کا ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

حاصل بحث:

بحث کا ماحصل یہ ہوا کہ واقعات اور حقائق کے تناظر میں حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کی جگہ ''بیت اللحم'' ہے اور یہ جگہ ایک ٹیلہ ہے جیسا کہ الموسوعۃ الذھبیہ میں مذکور ہے۔ وَھِیَ تَقَعُ علی تلال تَغطِیھَا مَزَارِعُ الکُرُوْمِ والزَّیتُون. یعنی یہ ٹیلہ ہے جس کے گردا گرد زیتون اور انگور کے کھیت ہیں اور اس کتاب میں بیت اللحم کی تعریف میں ذکر کیا ہے۔ وَھِیَ لَیسَتْ بِعِیْدَۃٍ عَنْ مَدِیْنَۃِ الْقُدْسِ لَیسَتِ فِیْ بَیْتِ اللَّحْمِ سِوَی شَارِعٍ وَاحِدٍ طَوِیْلٍ یَقُوْدُ اِلٰی کَنِیْسَۃِ الْمِیْلَادِ الَّتِیْ شُیِّدَتْ فِیْ الْمَکَانِ الَّذِیْ یَعْتَقِدُ اَنَّ الْمَسِیْحُ وُلِدَ فِیْہِ. یعنی بیت الحم Bythlehem قدس شہر سے زیادہ دور نہیں اور اس

میں صرف ایک لمبی سڑک ہے۔ جو کہ میلاد نامی گرجا کی طرف جاتی تھی۔ جو اس جگہ تعمیر شدہ ہے جہاں عقیدہ کے مطابق حضرت عیسٰیؑ کی پیدائش ہوئی۔ (الموسوعہ الذھبیۃ ج ۳ ص ۲۴۲) اسی طرح مفسرین نے آیت فحملتہ فانتبذت بہ مکانا قصیا (مریم : ۲۲) یعنی حضرت عیسٰی کی والدہ انہیں بوقت پیدائش ایک دور جگہ لے گئیں۔ کی نشان دہی بیت اللحم کی طرف کی ہے۔ جیسا کہ علامہ طنطاوی کا قول ہے بعیداً عن اہلہا ائ اقصی الوادی و ہو بیت اللحم یعنی اپنے گھر والوں سے دور وادی کے آخر یعنی بیت اللحم میں (الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم للطنطاوی ج ۱۰ ص ۸) بیت اللحم کی تفسیر پہلے ہم معجم البلدان کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں کہ یہ دمشق اور بعلبک کے درمیان ہے یا بیت المقدس سے جبرین کی طرف ہے۔ یہ علاقہ فلسطین کا ہے۔ جیسا کہ مقبوضہ فلسطین کے اس جغرافیائی نقشہ سے واضح ہے۔ ذرا نقشہ ملاحظہ ہو۔ اس نقشہ کی رو سے جہاں مفسرین نے فلسطین رملہ، فلسطین بیت المقدس اور مصر کے اقوال درج کیے ہیں وہ سب اپنی اپنی جگہ درست ہیں یعنی اس سارے علاقہ پر فلسطین کی چھاپ ہے اور اس کے اندر یہ سب علاقے آ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ دمشق بھی اس نقشہ میں شامل ہے۔ اور حضرت عیسٰیؑ کی رہائش شہر ناصرہ بھی اس میں ہے۔ جس کی وجہ سے آپ کو المسیح الناصری کہا جاتا ہے۔ لہٰذا اب تمام احتمالات اپنی اپنی جگہ پر درست ہیں باقی غیر مسلم قرآنی ترجمہ نگاروں نے جو ''ربوہ'' اس صفاتی نام سے کشمیر کا قول کیا ہے۔ حقائق اس کی نفی کرتے ہیں۔ اور اس صفاتی نام سے کسی شہر کا حقیقی نام رکھنا یہ تحریف قرآنی کا ایک عملی ثبوت ہے۔ جو کہ غیر مسلم کا داؤ پیچ ہے۔ جو متشابہ آیات سے اپنی تاویل باطل کی راہ ہموار کرتا ہے۔ جیسا کہ عیسائیوں نے وکلمتہ القاہا الی مریم و روح منہ سے حضرت عیسٰیؑ کے ابن اللہ (اللہ کا بیٹا) ہونے کا دعوی کیا اور ان کی خدائیت کا قائل رہا۔ اور محکم آیت ان ہوالا عبد انعمنا علیہ کہ وہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہیں اور رسولوں میں سے ایک رسول ہیں۔ اسی طرح غیر مسلم قادیانی فرقہ نے بن ماثان دوازدہ سال درآن موضع بسر کردند۔ ''یعنی حضرت مریم اپنے لڑکے اور یوسف بن ماثان اپنے چچا کے صاحبزادہ کے ہمراہ ۱۲ سال اس جگہ پر رہے۔ (تفسیر حسینی قلمی ص ۶۶۰ محفوظ کتب خانہ جامعہ عربیہ چنیوٹ ضلع جھنگ)

(۱۱) جلالین نے تفسیر صاوی کے حوالہ سے یہی بات نقل کی ہے کہ آپ کی والدہ اس ٹیلہ پر لے گئیں اور یہاں ۱۲ سال رہیں اتنے میں وہ بادشاہ مرگیا۔ (جلالین کلاں حاشیہ ص : ۲۹۰)

(۱۲) مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی قصص القرآن میں جہاں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے

حالات و واقعات پر تبصرہ فرماتے ہیں۔ انہوں نے حضرت عیسٰیؑ کی جائے ولادت کی جگہ کو ٹیلہ (ربوہ) سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہ وہ جگہ ہے کہ آپ کی والدہ پیدائش کے قریب بیت المقدس سے دور تقریباً ۹ میل کوہ سراۃ (ساعیر) کے ایک ٹیلہ پر چلی گئیں جو اب بیت اللحم کے نام سے مشہور ہے (قصص القرآن ج ۴ ص ۴۲) بیت اللحم کے متعلق صاحب معجم البلدان نے یوں توضیح کی ہے۔ بیت المقدس کے آس پاس ایک پر رونق جگہ ہے۔ یہاں ایک جگہ مہد عیسٰی کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس کا محل وقوع بیت المقدس سے جبرین کی طرف ہے۔ جبرین بیت المقدس اور عسقلان کے درمیان ایک قلعہ ہے۔ اس کو عمرو بن العاص نے فتح کیا تھا اور اس کو اپنی جاگیر میں شامل فرما لیا۔ اس کا نام غلام کے نام پر عجلان رکھا۔ اور ایک روایت کے مطابق بیت اللحم دمشق اور بعلبک کے درمیان ایک بستی کا نام ہے۔ (معجم البلدان ص ۱۰۲ ج ۲) اسی ساعیر سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نبوت کے ظہور کی پیش گوئی سابقہ آسمانی کتابوں میں ہوئی۔ چنانچہ قصص القرآن میں مذکور ہے۔ توراۃ انجیل اپنی لفظی و معنوی تحریفات کے باوجود آج بھی چند بشارات کو اپنے سینہ میں محفوظ رکھتی ہے۔ جو مسیح علیہ السلام کی آمد سے تعلق رکھتی ہیں۔ توراۃ استثناء میں ہے اور اس موسٰی نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر (ساعیر) سے ان پر طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑوں سے جلوہ گر ہوا۔ (باب ۳۳ آیت ۱۰) اس بشارت میں سینا سے خدا کی آمد حضرت موسٰی علیہ السلام کی نبوت کی جانب اشارہ ہے اور ساعیر سے طلوع ہونا نبوت عیسٰی علیہ السلام مراد ہے۔ کیونکہ ان کی ولادت با سعادت اسی پہاڑ کے ایک مقام بیت اللحم میں ہوئی۔ اور متی کی انجیل میں ہے۔ جب یسوع ہیرودس بادشاہ کے زمانہ میں یہودیہ کے بیت اللحم میں پیدا ہوا۔ (باب ۳ آیات ۱۰۶) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیت المقدس کی سرزمین ہے جسے الٰی رَبْوَۃ ذات قرار و معین کہا گیا ہے۔

(۱۳) ابن کثیرؒ نے تفسیر میں لفظ معین کی تشریح میں لکھا ہے کہ معین سے نہر اری مراد ہے اور یہ اس نہر کا ذکر ہے جس کو آیت قد جعل ربک تحتک سریا میں بیان کیا گیا ہے۔ اور ضحاک اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ کہ الٰی ربوۃ ذات قرار و معین سے بیت المقدس کی سرزمین مراد ہے اور یہی قول زیادہ ظاہر ہے۔ (قصص القرآن ص ۴۶ ج ۴۴)

(۱۴) جامعہ الملک عبدالعزیز مکہ مکرمہ کے نامور مفسر قرآن محمد علی الصابونی نے اپنی تفسیر صفوۃ

التفاسیر میں آیت و آوینا ھما کے تحت ابن کثیر سے موافقت کی ہے وہ کہتے ہیں ای وجعلنا منزلہما وماواھما الی مکان مرتفع من ارض بیت المقدس (صفوۃ التفاسیر ص ۳۱۰ ج ۲) یعنی ان دونوں کی جائے رہائش اور ان کا ٹھکانہ بیت المقدس کی اونچی زمین پر بتائی۔ اور ذات قرار ومعین ای مستویۃ یستقر علیہا وماء جار ظاہر للعیون قال الرازی : القرار: المستقر کل ارض مستویہ مبسوطۃ والمعین، الظاھر الجاری علی الارض وعن قتادہ ذات ثمار وماء یعنی انہ لاجل الثمار یستقر فیھا ساکنوہ۔ یعنی ذات قرار ومعین سے مراد ہموار زمین اور پانی کا چل چلاؤ آنکھوں سے دکھائی دے رہا ہو۔ امام رازی کے حوالہ سے' قرار سے مراد ہموار زمین ہے۔ اور معین سے مراد زمین پر چلتا ہوا پانی اور قتادہ کے نزدیک پانی کے ساتھ پھیلی ہوئی۔ کیونکہ پانی اور پھلوں کی وجہ سے لوگوں کا وہاں رہائش پذیر رہنا ممکن ہوگا۔ (صفوۃ التفاسیر سابقہ حوالہ)

روایت تطبیق :

اس توضیح نے تو ماں بیٹے (یعنی عیسیٰؑ اور ان کی والدہ) کی ہائش گاہ اور ٹھکانے کو ایک سبز و شاداب جگہ کو قرار دیا ہے۔ جہاں زندگی کی ضروریات خوب ہوں اور جنت نظیر جگہ ہو۔ صاحب معجم البلدان اس کو دمشق قرار دیتے ہیں (جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے) بیت اللحم دمشق اور بعلبک کے درمیان واقع ہے۔ اگر آپ کی پیدائش بیت اللحم میں ہوئی ہو تو دمشق سے ملحقہ ہونے کی وجہ سے اس کو دمشق کہہ دیا جائے تو عین ممکن ہے پھر صاحب معجم البلدان کے بقول کہ بیت المقدس کے آس پاس ایک جگہ "مہد عیسیٰ" کے نام مشہور ہے۔ اس جگہ کو اگر دمشق میں شامل کر لیا جائے تو یہ عین ممکن ہے۔ اور چونکہ عیسیٰ کو دمشق سے خاصی مناسبت ہے۔ کہ قرب قیامت وہ دمشق کی جامع مسجد کے شرقی مینارہ پر نزول فرمائیں گے۔ تو اس مناسبت سے آپ کی پیدائش جو کہ بیت المقدس کے قریب کوہ ساعیر پر دمشق کا اطلاق کر دیا جائے تو یہ بھی خلاف قیاس نہیں۔ چونکہ قرآن پاک نے خود اس کو مطلق چھوڑا ہے مقید نہیں کیا اس لئے اس کو ایک جگہ سے مقید تو نہیں کیا جا سکتا۔ اب ربوہ سے مراد روایات کی روشنی میں حضرت عیسیٰ کی جائے پیدائش کو لینا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اگلے زمانہ کے تغیرات کے بموجب آپ نے جو مختلف جگہوں پر سکونت اختیار کی ہو تو یہ معجزاتی رنگت اختیار نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے جس خصوصیت سے بطور انعام جس جز کا آیت شریفہ میں بیان کیا وہ حضرت عیسیٰ کے زمانہ حمل سے

لیکر زمانہ ولادت تک کے واقعات کا احاطہ اور بحفاظت دنیا پر ظہور پذیر ہونا ہے۔ اس مذکور بالا قول کی تائید مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے تفسیری وضاحتی نوٹ سے ہوتی ہے۔ جو انہوں نے آیت الی ربوہ ذات قرار ومعین کے زیر فائدہ نمبر ۱۲ تفسیر۔ کے حاشیہ میں تحریر کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں شاید یہ وہی ٹیلہ یا اونچی زمین ہو جہاں وضع حمل کے وقت حضرت مریم تشریف رکھتی تھیں۔ چنانچہ سورۃ مریم کی آیت ''فناداہا من تحتہا دلالت کرتی ہے کہ وہ بلند جگہ تھی نیچے چشمہ یا نہر بہہ رہی تھی۔ اور کھجور کا درخت نزدیک تھا لیکن عموماً مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ حضرت مسیح کے بچپن کا (پھر ہیرودس وغیرہ کا واقعہ نقل کیا) مزید آگے لکھتے ہیں بعض نے ربوہ (اونچی جگہ) سے مراد شام یا فلسطین لیا ہے اور کچھ بعید نہیں کہ جس ٹیلہ پر ولادت کے وقت موجود تھیں وہیں اس خطرہ کے وقت بھی پناہ دی گئی ہو۔ (تفسیر عثمانی ص ۴۴۵۹ حاشیہ فائدہ نمبر ۱۲)

اس جائے ولادت کی تصویر کشی کرتے ہوئے ابن بطوطہ کے حوالہ سے دائرہ معارف بستانی نے ربوہ Rabwah عنوان کے تحت یہ عندیہ دیا ہے ''جبل فاس کے آخر پر حضرت مسیح علیہ السلام اور آپ کی والدہ کی رہائش گاہ کی جگہ ہے۔ اور یہ جگہ دنیا کی تمام حسین جگہوں سے زیادہ حسین سیر گاہ ہے۔ اس میں خوب صورت پختہ محلات عمارتیں اور عجیب وغریب باغات ہیں اور حضرت عیسیٰ کی رہائش گاہ کی جگہ اس میں ایک چھوٹی غار نما جگہ ہے۔ اس کے سامنے حضرت خضر کا مصلّٰی ہے پھر مزید یاقوت حموی کے حوالہ سے آبی گزرگاہوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ یہ جگہ شمالی دمشق جبل فاس کے پہلو میں ہے۔ اس کے نیچے بردی دریا بہتا ہے۔ اور یہ جگہ ایک اونچی مسجد کی شکل میں دریا ثوری پر ہے۔ اس جگہ سے اوپر دریاء یزید گزرتا ہے۔ اس کا پانی مسجد کے حوض میں گرتا ہے اس مسجد کے ایک کونہ میں ایک چھوٹی غار نما جگہ ہے جس کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ یہی وہ جگہ ہے جس کا ربوہ کے محکم معانی میں تشابہ پیدا کرنے کے لئے اس صفاتی نام کا اپنی بستی پر اطلاق کر دیا اس کو محض حادثاتی واقعہ یا ترکاتی نام قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بلکہ عمداً قصداً انہوں نے ایسا کیا ہے تا کہ اس جھوٹے مسیح موعود (غلام احمد قادیانی) کو اس سچے مسیح موعود کے بالمقابل لایا جائے۔ پس قرآن مجید کا یہ دعوٰی ''فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ماتشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ (آل عمران : ۷) کیسے فٹ نظر آتا ہے۔ کہ جن دلوں میں کجی ہے وہ متشابہ کی من پسند تاویل سے پیوستہ رہتے ہیں۔ تا کہ لوگ شک وشبہ کا شکار ہوں اور ان کی باطل تاویل کا راستہ ہموار ہو جائے۔

مسیحؑ اور مہدی، دو شخصیتیں

جمیل احمد نذیری

قادیانی عقیدہ کے مطابق "مسیح موعود" اور "مہدیٔ معہود" دونوں، دو شخصیتیں نہیں بلکہ دونوں ایک ہی شخصیت کے دو لقب ہیں۔ یہ عقیدہ، مرزا غلام احمد قادیانی کی اُن تحریروں سے وجود میں آیا جو "حقیقۃ المہدی" "حقیقۃ الوحی" "نزول المسیح" "اعجاز احمدیہ، ازالۂ اوہام" اور ضرورۃ الامام" وغیرہ کی شکل میں موجود ہیں۔ اس کے ساتھ ہی مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ مسیح موعود اور مہدیٔ معہود دونوں کے مصداق وہ خود ہیں۔

ایہاالناس انی انا المسیح المحمدی واحمد المهدی — اے لوگو! میں ہی مسیح محمدی اور میں ہی احمد مہدی ہوں۔

(خطبات الہامیہ مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

"ضرورۃ الامام" میں لکھتے ہیں۔

"اب بالآخر یہ سوال باقی رہا کہ اس زمانہ میں امام الزماں کون ہے جس کی پیروی تمام عام مسلمانوں اور زاہدوں اور خواب بینوں اور ملہموں کو کرنی خدائے تعالیٰ کی طرف سے فرض قرار دیا گیا ہے، سو میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ کے فضل اور عنایت سے وہ امام الزماں میں ہوں، اور مجھ میں خدائے تعالیٰ نے وہ تمام علامتیں، شرطیں جمع کی ہیں۔" (ص ۴۲)

چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں۔

"پس یہ تمام مختلف رائیں اور مختلف قول ایک فیصلہ کرنے والے حَکَم کو چاہتے تھے، سو وہ حکم میں ہوں، میں روحانی طور پر کسر صلیب کے لئے اور نیز اختلافات کے دور کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں، انہیں دونوں امروں نے تقاضا کیا کہ میں بھیجا جاؤں۔ (ص ۴۳)

مرزا صاحب کے ایک امتی قاضی محمد نذیر لکھتے ہیں۔

"پس یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت بانی سلسلۂ احمدیہ کے ذریعہ مسیح موعود اور مہدیٔ معہود کا بنیادی کام ہو چکا ہے۔" (امام مہدی کا ظہور ص ۳۹)

یہی صاحب ان سطور سے پہلے ص ۱۶ پر اپنی جماعت کی تحقیق ان الفاظ میں پیش کر چکے ہیں۔

"امام مہدی اور مسیح موعود ایک ہی شخص ہے۔" (کتاب مذکور ص ۱۶)

قادیانی دعوے کا جائزہ

لیکن مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی جماعت کا یہ دعویٰ صحیح نہیں' احادیث کریمہ میں مسیح موعود (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) اور امام مہدی کے بارے میں جو تفصیلات موجود ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں دو شخصیتیں ہیں' سب سے پہلے وہ احادیث ملاحظہ کیجئے جن میں مسیح موعود کے نزول کا تذکرہ ہے۔

عن ابی ھریرۃ ' قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم' والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فَیُکْسِرَ الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لایَقْبَلَہٗ احدٌ حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیراً من الدنیا وما فیھا ثم یقول ابوھریرۃ فاقرأو اِنْ شِئْتُمْ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْ مِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ

(بخاری ج ا ص ۴۹۰' مسلم ج ا ص ۸۷)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اس ذاتکی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ قریب ہے کہ تم میں ابن مریمؑ نازل ہوں' حاکم عادل کی حیثیت سے' پس وہ صلیب کو توڑ دیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے جزیہ کو ختم کر دیں گے' مال (پانی کی طرح) بہے گا۔ لیکن اُسے کوئی لینے والا نہ ہوگا یہاں تک کہ سجدۂ واحد دُنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔ پھر حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو (کیونکہ اس میں اس زمانہ کی طرف اشارہ ہے) وَاِنْ مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ الخ بیشک اہل کتاب ضرور بالضرور ایمان لائیں گے۔ حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام پر ان کی وفات سے پہلے۔

دوسری روایت میں ہے

واللّٰهِ يَنزِلَنّ ابن مريم حكما عادلا (مسلم جلد ۱ ص ۸۷)	خدا کی قسم! ابن مریم ضرور بالضرور نازل ہوں گے حاکم عادل بن کر۔

ابن عباسؓ کی روایت میں ہے۔

ينزلُ اَخی عيسى بن مريم من السمآء (کنزالعمال ج ۷ ص ۲۶۸ وص ۲۵۹)	میرے بھائی عیسیٰ ابن مریمؑ آسمان سے اتریں گے۔

نواس بن سمعانؓ سے مروی ہے۔

فيبعث الله المسيح بن مريم فينزل عندالمنارة البيضاء الشرقی دمشق بين مهرو ذتين واضعا يديه على اَجْنِحَةِ ملكين۔ (مسلم ج ۲ ص ۴۰۱' ترمذی ج ۲ ص ۴۷ ابوداؤد ج ۲ ص ۲۴۵' ابن ماجہ ص ۳۰۶	پس اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریمؑ کو بھیجے گا' پس وہ دمشق کے مشرقی سفید منارہ کے پاس دوچادریں اوڑھے ہوئے' دوفرشتوں کے بازوؤں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔

مراسیل حسن بصریؒ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے فرمایا تھا۔

ان عيسى لم يمت وانه راجع اليكم قبل يوم القيامة (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۳۰)	حضرت عیسیٰ ؑ کی وفات نہیں ہوئی' وہ تمہاری جانب قیامت سے پہلے اتریں گے۔

نجران کے عیسائی وفد سے حضورؐ نے فرمایا تھا۔

الستم تعلمون ان ربنا حی لايموت و ان عيسىٰ ياتی عليه الفناء (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۸۸' درمنثور ج ص ۲۰۳)	کیا تم جانتے نہیں کہ ہمارا پروردگار زندہ ہے مرے گا نہیں' اور حضرت عیسیٰؑ پر فنا آئیگی

ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح موعود' حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ آسمان پر اٹھالیا تھا' قیامت کے قریب انہیں دوبارہ دنیامیں بھیجا جائے گا۔ وہ آسمان سے دوفرشتوں کے سہارے دمشق کے مشرقی سفید منارہ کے پاس اتریں گے۔

ان احادیث' یا جتنی بھی حدیثیں نزول مسیح سے متعلق ہیں' کسی میں مثیل مسیح کا ذکر نہیں ہے' بلکہ صاف صاف بغیر کسی ابہام و استعارہ کے مسیح ابن مریم' عیسیٰ ابن مریم یا صرف

ابن مریم کے الفاظ مذکور ہیں' دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ تمام حدیثوں میں ''نزول'' یعنی اترنے کا تذکرہ ہے۔ جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کہیں سے اتریں گے' بعض میں تو آسمان کی بھی صراحت ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ جب آسمان پر اٹھائے گئے ہیں تو نزول بھی وہیں سے ہوگا۔

نزول کا وقت کیا ہوگا؟ اس کے متعلق یہ احادیث ملاحظہ کیجئے۔

واما مھم رجل صالح فبینما اما مھم قدتقدم یصلی بھم الصبح اذا نزل علیھم عیسیٰ بن مریم الصبح فرجع ذالک الامام ینکص مشی القھقھوی لیقدم عیسی یصلی فیضع عیسیٰ یدہ بین کتفیه . ثم یقول له تقدم فصل فانھا لک اقیمت فیصلی بھم امامھم ۔

ابن ماجہ ص ۳۰۸

ان کا امام ایک صالح مرد ہوگا' پس جس درمیان کہ وہ امام انہیں نماز فجر پڑھانے کے لئے بڑھے گا' اچانک حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ اتر آئیں گے۔ پس وہ امام پیچھے ہٹے گا تا کہ حضرت عیسیٰؑ کو آگے بڑھائے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عیسیٰ اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھیں گے اور کہیں گے' آگے بڑھئے اور نماز پڑھئے' کیونکہ آپ ہی کے لئے اقامت کہی گئی ہے۔ چنانچہ ان کا امام انہیں نماز پڑھائے گا۔

دوسری حدیث میں ہے۔

فینزل عیسیٰ ابن مریم فیقول امیرھم تَعَالَ صَلِّ لنا فیقول لا ان بعضکم علیٰ بعض امراء تکرمة اللّٰہ تعالیٰ لھذہ الامة۔

(مسلم ج ا ص ۸۷)

پس حضرت عیسیٰ ابن مریم اتریں گے تو ان کا امیر کہے گا! ہمیں نماز پڑھایئے۔ وہ کہیں گے نہیں' تم میں سے بعض' بعض پر امیر ہے اس بزرگی کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطاء کی ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

کیف انتم انزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم ۔

(بخاری ج ا ص ۴۹۰' مسلم ج ا ص ۸۷)

تمہارا کیا حال ہوگا؟ جب تم میں ابن مریم اتریں گے اور تمہارا امام' تمہیں میں سے ہوگا۔

حضرت عیسیٰؑ دجال کو قتل کریں گے۔ حج بھی کریں گے۔ شادی بھی ہوگی اولاد بھی ہوگی وفات کے بعد حضورؐ کے پاس دفن ہوں گے۔ (دیکھئے مسلم ج ۱ ص ۴۰۸، ج ۲ ص ۴۰۱ مسند احمد ج ۲ ص ۲۹ عون المعبود شرح ابی داؤد ج ۴ ص ۴۰۵ مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۸۰ وغیرہ

امام مہدی کا نام اور خاندان

اب امام مہدی کے نام خاندان اور کام کے متعلق احادیث ملاحظہ کیجئے۔

عن عبداللّٰه بن مسعود قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لاتذهب الدنیا حتی یملک العرب من اهل بیتی یؤاطئُ اسمُهٗ اسمی۔
(ترمذی ج ۲ ص ۴۶)

عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دنیا ختم نہیں ہوسکتی یہاں تک کہ (اس) دنیا کا مالک میرے اہل بیت میں سے ایک عرب نہ ہوجائے جس کا نام میرے ہی نام جیسا ہوگا۔

یعنی اس کا نام محمد ہوگا دوسری حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ امام مہدی کے باپ کا نام عبداللہ ہوگا۔

لو یبق من الدنیا الایومٌ قال زائدة لَطوَّلَ اللّٰهُ ذالک الیوم حتی یبعث اللّٰه فیه رجلاً منّی اومن اهل بیتی یُوَاطِئُ اِسْمُهٗ اسمی واسمُ ابیه اسم اَبی یملأ الارض قسطاً وعدلاً کما مُلِئَتْ ظلماً وجورًا
(ابوداؤد ج ۲ ص ۲۴۷)

اگر دنیا کا ایک ہی دن رہ جائے تو بھی اللہ تعالیٰ اس کو لمبا کردے گا۔ یہاں تک کہ اس میں ایک ایسے شخص کو بھیجے گا جو مجھ سے ہوگا۔ یا حضورؐ نے یوں فرمایا کہ میرے اہل بیت میں سے ہوگا۔ اس کا نام میرے نام اور اس کے باپ کا نام میرے باپ والد کے نام جیسا ہوگا۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ جبکہ وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔

اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ مہدی کا آنا بالکل یقینی اور شک وشبہ سے بالاتر ہے ام سلمہؓ کی روایت میں ہے۔

المهدی من عترتی من ولد فاطمة
(کتاب مذکور ص ۲۴۸)

مہدی میرے خاندان سے اولادِ فاطمہ سے ہوگا

امام مہدی کی یہ خصوصیت بکثرت احادیث میں وارد ہوئی ہے کہ وہ دنیا کو۔ جب کہ دنیا ظلم و جور سے بھر چکی ...... ہو گی۔ عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ بخشش و سخاوت کے دریا بہائیں گے‘ ان کے زمانہ میں مال و دولت کی فراوانی ہو گی‘ بارش بھی خوب ہو گی‘ پیداوار بھی خوب ہو گی‘ لوگ آرام و راحت اور چین و سکون سے گزر بسر کریں گے۔ (دیکھئے مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۷۰‘ ص ۴۷۱‘ باب اشراطِ السّاعۃ)

صحیح مسلم میں اگر چہ ”مہدی“ کے لفظ کی صراحت نہیں‘ مگر جو خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ اور جو وقت بتایا گیا ہے‘ وہ مہدی کے علاوہ کسی پر صادق نہیں آتا۔

عن جابر بن عبداللّٰه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یکون فی اخر امتی خلیفةٌ یحشی المال حثیاً ولاَ یَعُدُّهٗ عدًا (مسلم ج ۲ ص ۳۹۵)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت کے آخری زمانہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال عطا کرے گا۔ لیکن اُسے شمار نہیں کرے گا۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من خلفاء کم خلیفةٌ یحثوا المال حیثاً ولا یعدّهٗ عددًا (حوالہ مذکورہ)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے خلفاء میں سے ایک خلیفہ مال لٹائے گا مگر اُسے شمار نہیں کرے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

یکون فی اخر الزمان خلیفة یُقَسِّمُ المال ولایعدّه (حوالہ مذکورہ)

آخر زمانہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال تقسیم کریگا اور اُسے شمار نہیں کریگا۔

امام مہدی کی یہی خصوصیت‘ بغیر کسی ابہام و اجمال کے لفظ ”مہدی“ کی صراحت کے ساتھ ترمذی میں یوں موجود ہے۔

قال فیجئ الیه الرجل فیقول یا مهدی اَعْطِنِیْ اَعْطِنی قال فحثی له فی ثوبه فلا استطاع ان یحملَهٗ (ج ۲ ص ۴۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا‘ ایک آدمی اس کے پاس آ کر کہے گا اے مہدی! مجھے دو‘ مجھے دو‘ پس وہ اس کے کپڑے میں دیتا جائے گا یہاں تک کہ وہ اُسے اٹھانے کی استطاعت نہیں رکھے گا۔

حاکمؒ نے مستدرک میں شرط شیخین پر کئی روایات نقل کی ہیں جن میں لفظ ''مہدی'' کی صراحت ہے۔ اور وقت اور صفات بھی وہی بیان کی گئی ہیں جو احادیث بالا میں ہیں (مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۹)

ان تمام احادیث پر جو شخص انصاف کی نظر ڈالے گا' اُسے یہ فیصلہ کرنے میں ذرا بھی تردود نہ ہوگا کہ مسیح موعود اور مہدیؑ معہودؑ دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ ایک باحیات ہے' آسمان سے اترے گی' دوسری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں پیدا ہو گی۔ ایک کا نام عیسیٰ ابن مریم ؑ ہے۔ دوسرے کا نام محمد بن عبداللہ ۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی الگ الگ خصوصیات ہیں۔

پھر اس حدیث جس کی سند کو سلسلۃ الذہب کہا جاتا ہے۔ نے بالکل ہی فیصلہ کر دیا کہ مسیح اور مہدی' دو شخصیتیں ہیں۔

عن جعفر عن ابیه عن جده قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کیف تَهْلِکُ امّةٌ انا اوّلُها والهدی وسطُها والمَسیحُ اخرُها ولٰکن بین ذٰلک فَیجَ الْمَوجُ لیسو امنّی ولاانا منهم ' رواه رزین (مشکوۃ ج ۲ ص ۵۸۳)

جعفر صادق نے اپنے باپ محمد باقر سے انہوں نے زین العابدین علی بن حسین بن علیؓ بن ابی طالب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ امت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے جس کے اول میں میں ہوں۔ درمیان میں مہدی اور آخر میں مسیحؑ لیکن درمیان میں کچھ کج رو گروہ ہونگے جو مجھ سے نہ ہوں گے۔ اور نہ میں اُن سے ہوں گا۔

حدیث لامہدی الا'' موضوع ومنکر ہے

ابن ماجہ میں انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔

ولاالمهدی الا عیسیٰ بن مریم — عیسیٰ ابن مریمؑ ہی مہدی ہیں

(ص ۳۰۲ بابُ شدّۃ الزمان)

اس حدیث کے متعلق قاضی محمد نذیر لکھتے ہیں۔

''اس حدیث نے ناطق فیصلہ دیدیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم ہی ''المہدیٰ'' ہے اور اس کے علاوہ کوئی ''المہدیٰ'' نہیں ہے۔'' (امام مہدی کا ظہور ص ۲۰)

لیکن یہ حدیث ''ناطق فیصلہ'' تو کیا ہوتی' سرے سے لائق استنادہی نہیں۔ وہ بھی اُن احادیث کی موجودگی میں جن میں صراحۃً عیسیٰ ابن مریم'' اور ''مہدیٰ'' کو الگ الگ شخصیت قرار دیا گیا ہے۔

اگر قادیانی حضرات اس حدیث کا حوالہ دینے سے پہلے ابن ماجہ کا حاشیہ ہی دیکھ لیتے تو بھی انہیں پتہ چل جاتا کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے کیسی ہے؟ اور اس لائق ہے یا نہیں کہ اُسے مشہور و مستفیض احادیث کے مقابلے میں پیش کیا جائے۔ ابن ماجہ کے حاشیہ پر صاف لکھا ہوا ہے کہ علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ ہذا خبر منکر (یہ حدیث منکر ہے) پھر آگے چل کر اُسے منقطع بھی کہا ہے۔ سلسلۂ سند میں ایک راوی محمد بن خالد ہے جس کے متعلق حاکمؒ کہتے ہیں کہ مجهول (وہ مجہول ہے) اسی طرح حافظ نے بھی اُسے ''رجل مجہول'' قرار دیا ہے۔

(ابن ماجہ ۳۰۲ حاشیہ نمبر ۳)

مقدمۂ ابن خلدون میں ہے۔

وبالجملہ فالحدیث ضعیف مضطرب (ص ۳۲۲) خلاصۂ کلام حدیث ضعیف و مضطرب ہے۔

مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے۔

حدیث لامهدی الا عیسیٰ بن مریم ضعیف باتفاق المحدثین کما صرح به الجزری علی انه من باب لَافتیٰ اِلَّا علیؔ (ج ۵ ص ۱۸۰)

حدیث ''لا مہدی الا عیسیٰ بن مریم'' باتفاقِ محدثین ضعیف ہے۔ جیسا کہ ابن جزریؒ نے اس کی صراحت کی ہے کہ یہ لافتیٰ الاّ علیؔ کے باب میں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں۔

قال ابو الحسن الخسعی الابدی فی مناقب الشافعی تواترت الأخبار بأن المهدی من هذه الامة وأن عیسیٰ یصلی خلفه ذکره ذلک ردا للحدیث الذی أخرجه ابن ماجه عن انس و فیه ولامهدی الا عیسیٰ'

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۳)

ابو الحسن خسعی ابدیؒ ''مناقب شافعی'' میں کہتے ہیں کہ مہدی کے اسی امت میں سے ہونے کے متعلق احادیث متواتر ہیں اور یہ کہ حضرت عیسیٰؑ مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے ابوالحسن خسعیؒ نے یہ بات اس حدیث پر رد کرتے ہوئے لکھی ہے۔ جسے ابن ماجہ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ ہی مہدی ہیں۔

علامہ طیبیؒ کہتے ہیں کہ مہدی کے اولادِ فاطمہ میں سے ہونے کی احادیث میں تصریح ہے۔ لہٰذا حدیث ''لامهدی الا عیسیٰ بن مریم '' ظاہری معنی میں قبول نہیں کی جا سکتی جب کہ وہ سنداً ضعیف بھی ہے۔ (مرقات المفاتیح ج ۵ ص ۱۸۰)

چنانچہ بعض حضرات نے تاویلات بھی کی ہیں اور وہ بھی انہیں آراء کے دوش بدوش موجود ہیں۔ جہاں اُسے ضعیف و منکر کہا گیا ہے۔ مگر جب اس حدیث کا باتفاق محدثین ضعیف و منکر ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ تو میرے خیال میں تاویلات کے نقل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں رہ جاتی۔

ایک قابلِ غور بات یہ ہے کہ اس حدیث کو ابن ماجہ نے ص ۳۰۲ باب شدة الزمان کے تحت نقل کیا ہے۔ جب کہ آگے چل کر ص ۳۰۹ پر خود ہی باب خروج المهدی (مہدی کے خروج کا باب) باندھا ہے۔ وہاں اس حدیث کو نہیں لائے' وہاں صرف وہی حدیثیں نقل کی ہیں جو مہدی کے 'امت محمدیہ یا اولاد فاطمہ میں سے ہونے کے متعلق ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ابن ماجہ خود بھی اس حدیث کو ظاہری معنی پر محمول نہیں کرتے تھے۔ ورنہ باب خروج المهدی میں اُسے ضرور نقل کرتے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کنز العمال میں بھی یہ حدیث موجود ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں پر اس سند کے ساتھ ہے جو ابن ماجہ میں ہے' لہٰذا اس کے بھی وجوہِ ضعف وہی ہوں گے۔ جو ابن ماجہ کی روایت کے ہیں۔

يُوشِکُ مَنْ عَاشَ مِنكُم اَنْ تَلْقَی عیسیٰ ابن مریم اماماً مهدیًا حَکمًا عَدَلًا الخ۔ قریب ہے کہ تم میں سے جو زندہ رہے وہ عیسیٰ ابن مریمؑ سے ملاقات کرے۔ درآنحالیکہ وہ امام مہدی اور حاکمِ عادل ہوں گے۔

اس روایت کے متعلق قاضی محمد نذیر لکھتے ہیں۔

اس میں صاف الفاظ میں موعود عیسیٰ ابن مریم کو امام مہدی قرار دیا گیا ہے۔ (امام مہدی کا ظہور ص ۱۹)

مگر قاضی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ''امام مہدی'' لغوی معنی میں کہا گیا ہے' نہ کہ اصطلاحی معنی میں۔ ''مہدی'' کے لغوی معنی ہیں ''ہدایت یافتہ'' ظاہر ہے کہ پیغمبر ہدایت یافتہ نہ ہوگا تو کون ہوگا؟ اور امام کے معنی ہیں پیشوا اور مقتدی۔ ظاہر ہے کہ پیغمبر پیشوا اور مقتدی ہوتا ہی ہے۔

یہاں پر ''مہدی'' کو لغوی معنی پر محمول کرنے کی خاص اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ جن جن احادیث میں ''مہدی'' کو اصطلاحی معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ وہاں مہدی کے ساتھ کوئی صفت نہیں لائی گئی ۔ بلکہ مطلقاً لفظ ''مہدی'' لایا گیا ہے۔ (اس سلسلے میں قارئین کرام پچھلے صفحات میں مہدی سے متعلق احادیث کو ایک بار پھر دیکھ لیں۔

اس کے علاوہ ان احادیث میں ''مہدی'' کو مسند الیہ یا متبوع کی حیثیت سے لایا گیا ہے نہ کہ بطور صفت۔ اور یہاں پر ''مہدی'' عیسیٰ بن مریم کی صفت واقع ہے۔ اور یہی ایک صفت نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی اس لفظ سے پہلے امام اور بعد میں ''حکم'' اور ''عدل'' کل تین تین صفات اور بھی موجود ہیں۔

بحث اصطلاحی مہدی سے ہے نہ کہ لغوی مہدی سے۔ لغوی اعتبار سے تو مسلمانوں کے ہر امیر خلیفہ کو جو کہ صحیح راہ پر گامزن ہو ''امام مہدی'' کہا جا سکتا ہے' لیکن اس لغوی اطلاق سے وہ اصطلاحی مہدی نہیں بن سکتا۔

اِمامُکُم مِنکُمْ'' کا مطلب :-

قادیانی حضرات نے عیسیٰ ابن مریمؑ اور امام مہدی کے ایک ہونے کو اس حدیث سے بھی ثابت کیا ہے۔

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم

تم کیسے ہو گے' جبکہ تم میں ابن مریم اتریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔

(بخاری ج ا ص ۴۹۰' مسلم ج ا ص ۸۷)

حدیث کے الفاظ "وامامکم منکم " کا ترجمہ قادیانی حضرات یوں کرتے ہیں۔

"اور وہ تم میں سے تمہارا امام ہوگا۔ یعنی یہ امام باہر سے نہیں آئے گا' امت محمدیہ میں سے قائم ہوگا۔" (امام مہدی کا ظہور ص ۱۱)

قارئین اس بنیادی نکتہ کو یاد رکھیں کہ اس حدیث کے متعلق اصل بحث یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔ تو نماز کی امامت کون کرے گا؟ حضرت عیسیٰؑ یا امام مہدی ؟ اس بات کے صاف ہونے کے بعد ہی ثابت ہو سکے گا کہ قادیانی حضرات کو مذکورہ ترجمہ صحیح ہے یا غلط اور ان کا مقصود اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔

اس سلسلے میں یہ احادیث ملاحظہ کیجئے۔

فینزل عیسیٰ بن مریم فیقول امیرھم تَعَالَ صَلِّ لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃَ اللّٰہ تعالیٰ لھٰذہ الامۃ۔

(مسلم ج ا ص ۸۷)

پس عیسیٰ ابن مریمؑ اتریں گے' مسلمانوں کا امیر کہے گا' آیئے ! ہمیں نماز پڑھایئے۔ وہ فرمائیں گے۔ نہیں۔ تم میں سے بعض' بعض پر امیر ہیں' اس تعظیم کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو عطا فرمائی۔

ابن حجر عسقلانیؒ ' مسند احمد کے حوالہ سے حضرت جابرؓ کی روایت نقل کرتے ہیں۔

واذا ھم بعیسیٰ فیقال تقدم یاروح اللّٰہ فیقول لیتقدم امامکم فلیصل بکم

(فتح الباری ج ٦ ص ۴۹۳)

اچانک ان کے سامنے حضرت عیسیٰ ہونگے پس کہا جائے گا۔ اے روح اللہ ! آگے بڑھئے' وہ کہیں گے' چاہئے کہ تمہارا ہی امام آگے بڑھے۔ اور نماز پڑھائے۔

ابن ماجہ میں اس سے بھی زیادہ صراحت ہو گئی ہے کہ امام حضرت عیسیٰؑ نہ ہوں گے بلکہ امام مہدی ہوں گے۔

وامامهم رجل صالح فبينما امامهم قدتقدم فصلى بهم الصبح اذانزل عليهم عيسىٰ بن مريم الصبح فرجع ذالک الامام ینکُصُ يمشی القهقری لِيُقَدِّم عيسىٰ يصلى فيضع عيسىٰ يده بين كتفيه ثم يقول له تقدم فَصَلِّ فانهالک اقیمت فیصلی بهم امامهم
(ابن ماجہ ص ۳۰۸)

مسلمانوں کا امام ایک مرد صالح ہوگا۔ پس جس درمیان کہ وہ امام انہیں نماز فجر پڑھانے کے لئے آگے بڑھے گا۔ اچانک حضرت عیسیٰ ابن مریم اُتر آئیں گے' پس وہ امام پیچھے ہٹے گا تا کہ حضرت عیسیٰ کو آگے بڑھائے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عیسیٰ اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھیں گے۔ اور کہیں گے۔ آگے بڑھیۓ اور نماز پڑھایئے کیونکہ آپ ہی کے لئے اقامت کہی گئی ہے۔ چنانچہ ان کا امام انہیں نماز پڑھائے گا۔

اب شارحین کی آراء ملاحظہ کیجئے۔

فتح الباری میں ہے

قال ابو الحسن الخسعى الابدى فى مناقب الشافعى تواترت الاخبار بأن المهدیٌ من هذه الامة وأنّ عيسىٰ يصلّى خلفه'
(ج ۲ ص ۴۹۳)

ابوالحسن خسعی ابدیؒ مناقب شافعیؒ کہتے ہیں کہ اس معاملہ میں احادیث تواتر کو پہونچ گئی ہیں کہ مہدی اس امت کے فرد ہوں گے اور حضرت عیسیٰؑ اُن کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

عمدۃ القاری میں ہے

معناه يصلى معكم بالجماعة والامام من هذه الامة
(ج ۱۶ ص ۴۰)

اما مکم منکم" کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ تمہارے ساتھ باجماعت نماز پڑھیں گے۔ اور امام اسی امت میں سے ہوگا۔

مرقات المفاتیح میں ہے۔

والحاصل ان امامكم واحد منكم دون عيسىٰ
(ج ۵ ص ۲۲۲)

حاصل یہ کہ امام تمہیں میں سے ایک شخص ہو گا نہ حضرت عیسیٰ ؑ ۔

ان احادیث و عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ نزول کے وقت امامت' امام مہدی ہی کریں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت کی نماز امام مہدی ہی کی اقتداء میں ادا کریں گے۔ ان احادیث سے یہ بات بھی صاف طور پر معلوم ہوگئی کہ نزول مسیح کے وقت' امام مہدی پہلے سے موجود ہوں گے۔

لہٰذا ''امامکم منکم'' کا ترجمہ...... '' درآنحالیکہ وہ ابن مریم تم میں سے تمہارا امام ہوگا۔'' صحیح نہیں' بلکہ ترجمہ یوں ہونا چاہئے...... ''درآنحالیکہ تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا' یعنی وہ امام پہلے سے موجود ہوگا۔ اور حضرت عیسیٰ ؑ اسی امام کی اقتداء کریں گے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:-

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام' امام مہدی سے افضل و برتر ہوں گے۔ پھر اشکال یہ ہے کہ آخر حضرت عیسیٰ ؑ کے ہوتے ہوئے امامت' کیوں امام مہدی کریں گے۔ اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی انہی کو آگے بڑھانے پر کیوں اصرار کریں گے۔ جبکہ افضل طریقہ یہی ہے کہ امامت افضل شخص ہی کرے۔ پھر حضرت عیسیٰ ؑ اور امام مہدی' افضل طریقہ چھوڑ کر غیر افضل کیوں اختیار کریں گے؟

اس اشکال کا جواب بھی شارحین حدیث نے دیا ہے۔

چنانچہ ابن جوزیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امامت کے لئے آگے بڑھ جائیں گے تو یہ شبہ پیدا ہونے لگے کہ پتہ نہیں حضرت عیسیٰ ؑ کا آگے بڑھنا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور نائب کی حیثیت سے ہے۔ یا مستقل شارع کی حیثیت سے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی شبہ کو دور کرنے کیلئے امام مہدی کے پیچھے مقتدی بن کر نماز پڑھیں گے۔ تا کہ یہ بات صاف ہو جائے کہ ان کا نزول بحیثیت شارع کے نہیں بلکہ بحیثیت شریعت مصطفویہ کے ایک متبع کے ہے یہاں تک کہ نبی ہونے کے باوجود انہوں نے امت محمدیہ کے ایک فرد کے پیچھے نماز پڑھ لی۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان لا نبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں مبعوث ہوسکتا) کی عملی تصدیق ہوگئی۔ (فتح الباری ج ٦ ص ۴۹۳)

مرقات المفاتیح میں ہے۔

(فیقول لا) ای الاامیرُ امامًا لکم لئلا یَتَوَهَّمَ با مامتی لکم نسخ دینکم (ج ۵ ص ۲۲۲)

حضرت عیسیٰؑ فرمائیں گے میں تمہارا امام نہیں بنوں گا۔ یہ اس لئے تا کہ میری امامت میرے ذریعہ تمہارے دین کے نسخ کا وہم نہ پیدا کرے۔

لیکن امام مہدی کی ہی امامت مستقل امامت نہ ہو گی۔ بلکہ صرف اسی وقت ہو گی جب حضرت عیسیٰؑ کا نزول ہو گا۔ اس کے بعد جب تک حضرت عیسیٰؑ زندہ رہیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی امامت فرمائیں گے۔ یعنی جو افضل ہو گا۔ وہی امامت کرے گا۔ البتہ پہلے دن امامت سے گریز اس لیے ہو گا تا کہ جو شبہ پیدا ہونے والا ہو۔ وہ زائل ہو جائے۔ اب جب ایک وقت (وہ بھی آتے ہی) امام مہدی کی اقتداء میں نماز پڑھ لی' وہ احتمال رفع ہو گیا اور شریعت محمدیہ ﷺ کا استقلال و دوام ثابت ہو گیا تو بعد میں حضرت عیسیٰؑ ہی امامت فرمائیں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی امامت سے کسی قسم کا اشکال پیدا ہونے کا سوال ہی نہ ہو گا اس لیے مستقلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی امامت فرمائیں گے۔ (دیکھئے تفصیلات کے لیے فتح الملہم ج ۲ ص ۳۰۳' مرقات المفاتیح ج ۵ ص ۲۲۲)

کوئی شبہ کر سکتا ہے کہ

مسلم شریف کی بعض روایات میں "وامکم منکم" اور "فامکم منکم" کے الفاظ آئے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ امامت حضرت عیسیٰؑ ہی فرمائیں گے اور امام مہدی مقتدی ہوں گے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ اس سے بھی قادیانی حضرات کا مدعا ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ ہمارے مذکورہ بالا جواب سے صاف ظاہر ہے کہ امام مہدی کے مقابلے میں اصل اور واقعی امام (افضلیت کے اعتبار سے) حضرت عیسیٰؑ ہی ہوں گے اور صرف ایک وقت امام مہدی کا امامت کرنا اسی شبہ کو زائل کرنے کے لیے ہو گا۔ جو اوپر بیان کیا گیا اور اس وقت کی امامت بھی حضرت عیسیٰؑ کے ہی حکم اور مرضی سے ہو گی۔

اس کے ساتھ ہی مسلم شریف کی اس روایت نے قادیانی حضرات کے ایک اعتراض کا جواب بھی فراہم کر دیا جو ان کے خیال میں نہایت ہی معرکتہ الاراء اعتراض ہے اور غالباً وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس اس کا جواب نہیں ہے۔

اعتراض یہ ہے

۱۔ حضرت عیسیٰؑ کی بعثت بنی اسرائیل کی طرف ہوئی تھی اور حضورؐ کی بعثت سارے عالم کی طرف' اب اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ حضرت عیسیٰؑ ہی مسیح موعود بن کر آئیں گے؟ اور کیا یہ عقیدہ حضورؐ کی اس خصوصیت (سارے عالم کے لیے نبی ہونا) کو نہیں توڑتا؟

۲۔ اگر ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی نہ آئے تو حضرت عیسیٰؑ کا آنا کیا ختم نبوت کے منافی نہ ہوگا؟

۳۔ اس اعتبار سے خاتم النبیین حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوئے کیونکہ ان کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین نہ ہوں گے کیونکہ ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے۔ (دیکھئے نزول المسیح ص ۵۴ از قاضی محمد نذیر)

اس اعتراض کا بہت ہی آسان اور سیدھا وسادہ جواب ہے جو اعتراض کی تینوں شقوں کو شامل ہے، جواب یہ ہے کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی نہ آنے کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا نزول حضرت عیسیٰؑ کی بعثت نہ ہوگی کیونکہ حضرت عیسیٰؑ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئی سو سال پہلے مبعوث ہو چکے تھے۔ اور جب بعثت نہ ہوئی تو یہ سوال ہی ختم ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے لیے نبی ہوں گے یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح سارے عالم کے لیے۔ بعثت پر ہی دار و مدار تھا۔ عقیدہ ختم نبوت کا بھی جب بعثت نہ ہوئی تو حضرت عیسیٰؑ کا نزول ختم نبوت کے منافی نہ ہوا۔ اس طرح خاتم النبیین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی رہے نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیونکہ خاتم النبیین کا مطلب ہی یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہو اور ظاہر ہے کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔

رہا یہ سوال کہ کیا ثبوت ہے کہ حضرتؑ کا نزول بحیثیت بعثت نہ ہوگا۔ اس کا جواب مسلم شریف کی اسی زیر بحث روایت میں موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا تھا۔

"وامکم منکم"

اور وہ امامت کریں گے تمہاری' تمہیں میں سے۔

یعنی تمہاری شریعت کے مطابق نماز پڑھائیں گے (نہ کہ اپنی شریعت کے مطابق)
اس روایت کے ایک راوی ابن ابی ذئبؒ ہیں اور ان سے روایت کرنے والے ولید بن مسلمؒ ہیں، ولید بن مسلمؒ کہتے ہیں کہ ابن ابی ذئبؒ نے مجھ سے کہا۔ **اتدری ما امکم منکم** (کیا تم جانتے ہو کہ حضرت عیسیٰ تمہاری کیا امامت کریں گے۔ تمھیں میں سے؟) ولید بن مسلم نے کہا اخبرنی (آپ ہی بتایئے) انھوں نے کہا۔ **فامکم بکتاب ربکم عز و جل.**
"**وسنة نبیکم صلی اللہ علیه و آله وسلم**" یعنی وہ تمہاری امامت کریں گے

تمھارے رب عزوجل کی کتاب (قرآن) (مسلم ج ۱ ص ۸۷، فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۳، فتح الملہم ج ۲ ص ۳۰۲)
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق
طبرانی میں عبداللہ بن مغفلؓ کی روایت میں ہے۔
"**ینزل عیسیٰ بن مریم مصدقا بمحمد علی ملته**" (فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۱)
عیسیٰ ابن مریمؑ اتریں گے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرتے ہوئے ان کے مذہب پر
نووی میں ہے۔
"**ای ینزل حاکما بهذه الشریعة لا ینزل نبیا برسالة مستقلة و شریعة ناسخة بل هو حاکم من حکام هذه الامة.**
(نووی علی المسلم ج ۱ ص ۸۷)
حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام اتریں گے، اسی شریعت کے مطابق مستقل رسالت وشریعت لے کرنہیں آئیں گے کہ وہ ادیان باقیہ کے لیے ناسخ بن جائے بلکہ وہ اسی امت کے حکام میں سے ایک حاکم ہوں گے۔
فتح الملہم میں ہے۔
طیبیؒ فرماتے ہیں یومکم کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ تمہاری امامت کریں گے۔ ان کے ہونے کی حالت میں تمھارے دین پر۔
مرقات المفاتیح میں ہے۔
"**ای یومکم عیسیٰؑ حال کونه من دینکم**" (ج ۵ ص ۲۲)

امامت کریں گے عیسیٰؑ ان کے ہونے کی حالت میں تمہارے دین پر۔

ایک نکتہ!

ایک قابل غور نکتہ یہ بھی ہے کہ زیر بحث حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت محمدیہ کی خوش قسمتی اور نصیبہ دری کو بیان فرمایا ہے۔ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم" (تم کتنے اچھے اور خوش قسمت ہو گے۔ جب تم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے' حال یہ کہ تمہارا امام تمھیں میں سے ہو گا۔

اس خوش قسمتی کی دو ہی شکل ہو سکتی ہیں' تیسری نہیں۔

۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہوتے ہوئے امت محمدیہ کا یہ اعزاز ہو کہ امامت امت کا ہی کوئی فرد کرے۔

ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں۔

"کیف حالکم وانتم مکرمون عند اللّٰہ تعالیٰ والحال ان عیسیٰ ینزل فیکم و امامکم منکم و عیسیٰؑ یقتدی بامامکم تکرمۃ لدینکم و یشھد لہ الحدیث الاتی الخ"

(مرقات المفاتیح ج ۵ ص ۲۲۲)

کیا حال ہو گا تمہارا (یعنی تم کتنے خوش قسمت ہو گے کہ) اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل اعزاز و اکرام ٹھہرو گے حال یہ کہ عیسیٰ ابن مریم تم میں اتریں گے اور تمہارا امام تمھیں میں سے ہو گا اور عیسیٰؑ تمہارے امام کی اقتداء کریں گے ________ تمہارے دین کے اعزاز کو ظاہر کرتے ہوئے اور اس کی تائید آنے والی حدیث (روایت جابرؓ) بھی کرتی ہے۔

امامت حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام ہی کریں' لیکن اپنی شریعت کے مطابق نہیں بلکہ امت محمدیہ کو عطا کردہ شریعت کے مطابق جیسا کہ ابن ابی ذئب کی روایت سے پتہ چلا۔

دونوں میں سے جو مفہوم بھی لیا جائے قادیانی حضرات کا یہ دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا کہ "امامت کرنے والے عیسیٰ امت محمدیہ میں سے ہوں گے وہ عیسیٰ ابن مریمؑ نہ ہوں

گے۔ جن کے متعلق رفع الی السماء کا عقیدہ ہے۔

مذکورہ بالا مباحث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ وہی حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام ہوں گے۔ جو زندہ آسمان پر اٹھا لیے گئے اور مہدی امت محمدیہ کے ایک فرد ہوں گے، جو نزول مسیح کے وقت موجود ہوں گے' لہٰذا دونوں ایک شخصیت نہیں' دو شخصیتیں ہیں۔

(وما علینا الا البلاغ)

زہے نصیب

استاذی المکرم حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی دامت برکاتہم حج کے لیے حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ آپ کا ارادہ تھا کہ اب واپس پاکستان نہیں جاؤں گا۔ مدینہ طیبہ قیام کے دوران آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ یہاں دین کا کام ہو رہا ہے۔ پاکستان میں آپ کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں جا کر میرے بیٹے عطا اللہ شاہ بخاری کو میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ ختم نبوت کے محاذ پر تمہارے کام میں گنبد خضراء میں خوش ہوں' ڈٹے رہو' اس کام کو خوب کرو میں تمہارے لیے دعا کرتا ہوں۔

حضرت درخواستی حج سے واپسی پر سیدھے ملتان آئے۔ شاہ جی چارپائی پر تھے۔ خواب سنایا۔ شاہ جی تڑپ کر نیچے گر گئے۔ کافی دیر بعد ہوش آیا۔ بار بار پوچھتے درخواستی صاحب میرے آقا' مولیٰ نے میرا نام بھی لیا تھا۔ حضرت درخواستی صاحب کے اثبات میں جواب دینے پر پھر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔

اس طرح دل کے زرد آنگن میں
تیری یادوں کے چراغ جلتے ہیں
جیسے آندھی میں ٹوٹی قبروں پر
سہمے سہمے چراغ جلتے ہیں

صدائے قبر

ایک بار آپ نے وجد میں فرمایا کہ اگر میری قبر پر کان لگا کر سننے کی قدرت تمہیں طاقت بخشے تو سن لینا کہ میری قبر کا ذرہ ذرہ پکار رہا ہو گا کہ "مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والے کافر ہیں"۔

مسلمانوں کے قبرستان میں قادیانی کی تدفین؟

مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ
(شیخ الحدیث وصدر دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

گزشتہ دنوں چیچہ وطنی کے نواح میں ایک قادیانی مردے کو مسلم قبرستان سے نکالنے کے لیے احرار کی قیادت میں مسلمانوں نے تاریخی کامیابی حاصل کی۔ اس مناسبت سے یہ فتویٰ شائع کیا جا رہا ہے تاکہ ہر جگہ مسلمانوں میں بیداری پیدا ہو۔ (ادارہ)

اِستَفْتَاء: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ بعض قادیانی اپنے مردے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیتے ہیں اور پھر مسلمانوں کی طرف سے مطالبہ ہوتا ہے کہ ان کو نکالا جائے تو کیا قادیانی کا مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں اور مسلمانوں کے اس طرزِ عمل کا کیا جواز ہے؟ (سائل جاوید اقبال۔ بنوں)

الجواب: قادیانی کافر اور مرتد ہیں کیونکہ قادیانی دعویٰ اسلام کے باوجود ضروریاتِ اسلام سے انکار کر رہے ہیں اور اسی کو ارتداد کہا جاتا ہے۔ کسی کافر کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں ہے (ہندیہ ج ۱ ص ۱۵۹) بلکہ کفار اور مشرکین کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ مگر کافر کی تدفین، مسلمانوں کی تدفین سے متغائر ہے۔ کافر کو بغیر مراعات سنۃ لحد کے زمین میں دفنایا جائے گا۔ (البحر ج ۲، ۱۹۱) اور مرتد کا تو کفار کے قبرستان میں بھی دفن کرنے کے لیے زمین دینا ممنوع ہے بلکہ بغیر غسل وکفن کے، کتے کی طرح کسی گڑھے میں گاڑا جائے گا۔ علامہ

ابن نجیمؒ فرماتے ہیں:

اَمَّا الْمُرْتَدُ فَلاَ یُغْسَلُ وَلاَ یُکَفَّنُ وَاِنَّمَا یُلْقٰی فِیْ حَصِیْرَۃٍ کَا لْکَلْبِ وَلاَ یُدْفَعُ اِلٰی مَنِ انْتَقَلَ اِلٰی دِیْنِھِمْ کَمَا فِیْ فَتْحِ الْقَدِیْر (البحر الرائق ج ۲' ص ۱۹۱ و ھکذا فی الدر المختار)

لہٰذا کسی قادیانی کا مسلمانوں کے قبرستان میں دفنانا شرعاً جائز نہیں ہے اور اگر کسی جگہ مسلمانوں کے قبرستان میں قادیانیوں نے قادیانی کو دفن کر دیا تو چونکہ مسلمانوں کا قبرستان صرف مسلمانوں کے لیے ہی وقف ہوتا ہے' کسی غیر کے لیے نہیں۔ لہٰذا اس صورت میں قادیانی غاصب متصور ہوں گے تو اس طریقے سے کافر کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کے جرم کے ساتھ جرم غصب بھی لازم آ گیا اور اس کے ساتھ ذمی کے میت کو اگرچہ اسلام نے محترم ٹھہرایا ہے مگر کافر اور مرتد کو نہیں (درمختار و بحر حوالہ بالا) اور اسی طرح دار المختار میں ہے **عظم الذمی محترم** الخ اور ردالمختار میں ہے:

قَوْلُهٗ عَظْمُ الذِمی مُحْتَرَمٌ اَلخ فَلاَ یُکْسَر اِذَاوُجِدَ فِیْ قَبْرِہٖ لِاَنَّهٗ کَمَا حُرِّمَ اِیْذَائُهٗ فِیْ حَیَاۃِ اِلٰی قَوْلِهٖ وَاَمَّا اَھْلَ الْحَرْبِ فَاِنْ اَحْتِیْجَ اِلٰی نَبْشِھِمْ اَلخ (ج ۱ ص ۶۶۸)

اور مرتد کا الحربی ہے۔ چنانچہ جس طرح کہ حربی کے قتل سے قصاص واجب نہیں' اسی طرح مرتد کے قتل سے بھی واجب نہیں۔ (ہندیہ) اور مسلمانوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مسلمانوں کی کسی چیز بالخصوص کسی موقوف چیز پر کسی کافر کا غاصبانہ قبضہ بشرطیکہ قدرت توڑ نہ ڈالے۔ (ہندیہ' ج ۲' ۴۴۷)

وَفِیْ الْحَدِیْثِ الْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لاَ یَظْلِمُهٗ وَلاَ یُسْلِمُهٗ.

(مشکوٰۃ' ج ۲' ص ۴۲۲)

لہٰذا صورتِ مذکورہ میں علاقہ کے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اس قادیانی میت کو مسلمانوں کے قبرستان سے نکال کر کسی گڑھے میں دفن کر دیں تاکہ ان جرائم کا ازالہ ہو جائے اور یہ صورت نبش حرام کی صورت نہ ہو گی کیونکہ غصب کی صورت میں مسلمان میت کا نبش بھی جائز ہے اور کافر و مرتد کا تو بطریق اولیٰ جائز ہو گا۔ ہندیہ میں ہے۔ **اَلْمَیِّتُ بَعْدَ مَافِیْ دُفِنَ بِمُدَّۃٍ طَوِیْلَۃٍ اَوْ قَلِیْلَۃٍ لاَ یسع اِخْرَاجُهٗ من غیر عذر والعذران یطھر ان الارض مغصوبه** (ج ۲' ص ۴۷۰)

اور اگر بالفرض یہ تدفین وہاں کے کسی مسلمان کی اجازت سے ہوئی ہو تو اس کا بھی شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ یہ حق کسی کو حاصل نہیں کہ جہتہ موقوف علیہا میں تغیر اور تبدل کر لیں۔

ردالمحتار میں ہے: فَاِنَّ شَرَائِطَ الْوَاقِفِ مُعْتَبَرَةٌ اِذَا لَمْ تخالِفِ الشَّرْعَ وَهُوَ مَالِكٌ فَلَهُ اَنْ يَجْعَلَ مَالَهُ حَيْثُ يَشَاءُ...... الخ' ج ۳' ص ۳۹۵ فیہ / شَرْطُ الْوَاقِفِ كَنَصِّ الشَّارِعِ اَىْ فِى الْمَفْهُوْمِ وَالدَّلالَةِ وَوُجُوْبِ الْعَمَلِ...... الخ اور اسی طرح یہ ظاہر ہے کہ کوئی مسلمان کسی کافر کو مسلمانوں کے حق دبانے کی اجازت دینے کا مجاز نہیں ہے۔ یہ بھی ملحوظ ہو کہ چونکہ قادیانی صورت مذکورہ میں مسلمانوں کے وقف کے غاصب ٹھہر گئے ہیں اور اس میں تصرف کر کے اپنی میت اس میں دفن کر دی ہے اور اسی صورت میں ایسے وقف مغصوبہ کا استرداد ضروری ہے۔ لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو اپنے مغصوب وقف کا استرداد کر لیں۔ ہندیہ میں ہے۔

وَلَوْ غصبها من الوَاقِفِ اَوْ مِنْ وَالِيْهَا غَاصِبٌ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاِنْ كَانَ الْغَاصِبُ زَادَ فِى الْاَرْضِ مِنْ عِنْدِهٖ اِنْ لَمْ تَكُنْ الزيادةُ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاِنْ يسترد الارض من الغاصب بغير شئ (ج ۲' ص ۴۴۷)

تنبیہ: اور جس طرح کہ ابتداء کافر اور مرتد کی تدفین مسلمانوں کے قبرستان میں ممنوع ہے' اسی طرح بقاء بھی ممنوع ہے۔

يَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ مَا فِىْ هِنْدِيَةٍ نصه هذا مقبره كانت من المشركين ارادو اَنْ يَجْعَلُوْهَا لِلْمُسْلِمِيْنَ فَاِنْ كَانَ كَانَتْ اثارهم قَدِانْدَرَسَتْ فَلاَ بَاْسَ بِذٰلِكَ وَاِنْ بَقِيَتْ اٰثَارُهُمْ بِاَنْ بَقِىَ مِنْ عِظَامِهِمْ شَىٌّ يُنْبَشُ وَيُقْبَرُ ثُمَ يَجْعَلُ مَقْبَرَةً لِلْمُسْلِمِيْنَ...... الخ (ج ۲' ص ۴۶۹)

فلیتامل: اور مسلم شریف کی حدیث میں ہے من رای منکم منکر افلیغیره بیده (ج ۱' ص ۵۱) اس لیے مسلمانوں پر اس منکر کا ازالہ ضروری ہے...... یہ ''تحقیق باصواب ہے' حکومت اور واقفین اور مقامی بااثر اشخاص پر ضروری ہے کہ وہ اس میت کو نکلوائیں یا نکالیں۔'' (ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک)

مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور مسئلہ نزول مسیح علیہ السلام

سیّد عطاء المحسن بخاری

مرزا غلام احمد قادیانی علیہ ما علیہ نے اپنی زندگی اور اپنے خود ساختہ مناصب کے لیے جہاں قرآن وحدیث میں تحریف، تغیر وتبدل کیا وہاں ہم عصر علماء یا اسلاف کی عبارتوں کو بھی اپنے حق میں اسی ''فن تحریف'' سے خوب استعمال کیا مرزا جی کی جسمانی اور روحانی نسل نے بھی حق رفاقت ادا کرتے ہوئے یہی وطیرہ اختیار کیا ہوا ہے اور ہمارے اسلاف کی عبارتوں کو حذف ومسخ کر کے لوگوں کو قائل کرتے رہتے تھے کہ جناب فلاں نے ایسے لکھا ہے، تو اگر مرزا صاحب نے اس طرح لکھ دیا تو کیا عذاب آ گیا اور مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی مذموم کوششیں کرتے رہتے ہیں کہ مرزا صاحب بھی امت کے دیگر علماء کی طرح ایک مصلح ہے اور ان کا یہ وطیرہ خصوصاً حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی حیات مارفع اور نزول کے بارے میں بہت اذیت ناک ہے لطف کی بات یہ ہے کہ مرزائی اس کاروائی کے لیے دین نہ جاننے والوں پر شبخون مارتے ہیں اور وہ نادان جھٹ سجدے میں گر جاتے ہیں پھر احرار کے پاس بھاگے بھاگے آتے ہیں کہ مارے گئے جی ایک مرزائی نے ہمیں بہت تنگ کر رکھا ہے، کوئی آدمی دیں۔ میں نے بہت سے آنے والوں کو جواب دیا کہ جس آدمی کی آپ کو تلاش اور ضرورت ہے یہ آدمی آپ کے اندر ہے اسے جگا لیں بیدار وہوشیار کریں مرزائی بھاگ جائے گا اس دور کے معاشی حیوانوں کو یہ بات سمجھ ہی نہیں آتی وہ دنیا کے پیچھے یوں بھاگ رہے ہیں کسی اور کی تو کیا انھیں اپنی بھی ہوش نہیں ہوتی بس انھیں تو بارہ پندرہ (ں گھنٹے کام کرنے کے بعد شام کو تجوری بھری ہوئی ملنی چاہیے اس کے

لیے وہ کبھی ہمارے پاس نہیں آتے اپنے آپ میں مگن رہتے ہیں باقی کائنات سے بری طرح غافل ہیں۔ گزشتہ کئی برس سے مجھے مرزائیوں کے بعض گوروں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ گفتگو بھی ہوئی ان میں سے بعض نے کہا کہ مولانا عبید اللہ سندھی نے حیات عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا ہے' میں نے کہا ایسا ہرگز نہیں مولانا تو عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے قائل ہیں اور جو شخص نزول کا قائل ہے وہ لازماً اس بات کا بھی قائل ہے کہ سیدنا مسیح مقدس علیہ السلام آسمانوں میں زندہ ہیں قیامت کے قریب نازل ہوں گے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مولانا عبید اللہ سندھی رحمتہ اللہ قرآن کی تفسیر لکھیں اور ان کی نگاہ سے قیامت و علامات قیامت کی آیات اوجھل رہ گئی ہوں۔ مولانا کی تفسیر میں

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلاَ تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ. هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌo (پ ۲۵ سورۂ زخرف)

اور وہ قیامت کی علامت ہے اس میں مت شک کرو اور میرا کہا مانو یہ ایک سیدھی راہ ہے۔

والا مقام پڑھے بغیر مولانا کے ذمہ انکار حیات عیسیٰ تہمت کے سوا کچھ نہیں کیونکہ عیسیٰ علیہاالسلام کے زمین پر نزول کا عقیدہ انھیں آسمانوں میں زندہ مانے بغیر درست ہی نہیں جو اوپر نہیں ہے وہ نیچے کیسے آئے گا۔ میں چاہتا تھا کہ جن لوگوں کے پاس مولانا کی تفسیر قلمی موجود ہے ان سے مل کر اس مقام کو دیکھا جائے مگر اپنی مصروفیت اور غفلت نے اس چشمہ صافی تک نہ پہنچنے دیا۔ اپریل کے اوائل میں مولانا محمد صدیق ولی اللٰہی جو مولانا عبید اللہ سندھی رحمتہ اللہ کے تلمیذ ہیں اور ہمارے دیرینہ کرم فرما وہ تشریف لائے تو میں نے ان سے اس مسئلہ پر بڑی تفصیل سے گفتگو کی تو مولانا نے شفقت کی اور مولانا سندھی کی شرح سطعات کا جو قلمی نسخہ مولانا محمد صدیق کی لائبریری کی جان ہے۔ اس کا فوٹو سٹیٹ عنایت کیا اور ساتھ ہی مولانا کا رسالہ محمودیہ بھی عنایت کیا۔ نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مولانا کی دونوں کتابوں کی عبارتیں نقل کرتا ہوں۔ قارئین پڑھ کر فیصلہ فرمائیں کہ مولانا سندھی حیات عیسیٰ کے قائل ہیں یا منکر؟

مرزائی اور مرزائی نواز دونوں پڑھیں شاید عقل بینا ہو جائے مولانا عبیداللہ سندھی رحمتہ اللہ نے امام ولی اللہ دہلوی رحمتہ اللہ کی دعوت وارشاد اور دینی انقلاب کی تعیین کے لیے

امام کی کتابوں اور عبارتوں کو منتخب کیا اور انہی میں سے منتخب عبارتوں کو جمع کر کے رسالہ مرتب کیا۔ جس کا نام ''محمودیہ'' رکھا ان کے شاگرد شیخ بشیر احمد لدھیانوی مرحوم نے اس کا اردو ترجمہ ''عبیدیہ'' کے نام سے کیا محمودیہ صفحہ نمبر ۲۴' ۲۶ عبیدیہ صفحہ نمبر ۲۵' ۲۷ پر یوں رقم طراز ہیں کہ:۔

قال الام ولی اللّٰہ فی التفهیمات الالهیة فالهمنی ربی جل جلالہٗ انک انعکس فیک نور الاسمین الجامعین نور الاسم المصطفوی والاسم العیسوی علیهما الصلوٰت والتسلیمات فعسی ان تکون سادۃً لافق الکمال غاشیا لاقلیم القرب فلن یوجد بعدک الاولک دخل فی تربیته ظاهراً و باطناً حتی ینزل عیسی علیه السلام.

امام ولی اللہ دہلوی تفہیمات الٰہیہ ج ۲ صفحہ ۱۲ میں فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام سمجھایا ہے کہ تجھ پر دو جامع اسموں کا نور منعکس ہوا ہے اسم مصطفوی اور اسم عیسوی علیہما الصلوۃ والسلام ہو

۔ عنقریب کمال کے رافق کا سردار بن جائے گا اور قرب الٰہی کی اقلیم پر حاوی ہو جائے گا تیرے بعد کوئی مقرب الٰہی ایسا نہیں ہوسکتا جس کی ظاہری اور باطنی تربیت میں تیرا ہاتھ نہ ہو۔ یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں۔

شرحِ سطعات کی عبارت

(۲) انسان کو اپنا حال اور مستقبل خود سوچ کر پروگرام بنانا چاہیے ماضی پر فخر کرتے رہنا احمقوں کا کام ہے اور محض مستقبل میں کسی بڑے مصلح کا منتظر رہنا اس سے بھی زیادہ حماقت ہے۔ اوّل تو اس کا یقین نہیں کہ وہ مصلح ہمارے زمانہ میں آئے گا؟ فرض کیجئے وہ ہمارے زمانہ میں آتا ہے تو ہم یقین کر سکتے ہیں کہ وہ صرف فعال طاقتوں کو اپنے ساتھ لے گا۔ لولے لنگڑے قاعدین کو تو وہ اپنے پاس تک نہیں آنے دے گا اس قسم کا فکر رکھنے کے ہم دشمن نہیں ہیں کہ ایک مصلح آئے گا۔ اس لیے کہ سنی و شیعہ اس میں مبتلاء ہیں اور حدیث میں اس کی

وضاحت آ چکی ہے اس موضوع پر ہم کسی سے جھگڑنا نہیں چاہتے لیکن یہ بات ہم دونوں طاقتوں کو دکھا سکتے ہیں کہ ان کا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو فعالیت کے ایسے بلند مقام پر پہنچا دیں کہ یہ لوگ اس آنیوالے مصلح کے باڈی گارڈ اور وزیر اعظم ہو کر کام کریں ایک مذہبی جماعت کے لیے اس کا ماننا ضروری ہے۔ اس لیے ہم اس کی رد کی طرف متوجہ نہیں ہوتے قوموں میں بلند تخیل پیدا کرنا ایک دن کا کام نہیں ہے اگر کسی قوم میں بلند تخیل پیدا ہو گیا ہے تو اس میں جو غلطیاں ہوں نکال دینی چاہیں ''شرح سطعات قلمی صفحہ ۲۳' ۲۴ مولانا مرحوم و لغفور نے بڑی وضاحت سے یہ بات فرمائی ہے کہ نہ تو وہ کسی کی حیات کے منکر ہیں نہ کسی کے نزول کے بلکہ بات تو صرف یہ ہے جب تک کوئی آنے والا نہ آئے تم ہاتھ پہ ہاتھ رکھے بیٹھے رہو اور دعوت و انقلاب کا عمل نبوت چھوڑنے کا گناہ عظیم کرتے رہو زندہ رہنے والی قومیں ایسے مکروہ رویے کو دینی عمل کہیں تو بہت ہی ذلت کی بات ہے مولانا کے ہاں امت محمدیہ کی زبوں حالی کی بنیادی وجہ عمل انقلاب کا ترک ہے اور آنے والے انتظار' جبکہ حدیث مبارکہ اور قرآن حکیم کے واضح احکام ہیں کہ کامیابی اور فلاح ان لوگوں کے لیے ہے جو جدوجہد میں مصروف رہتے ہیں۔ کنج عافیت میں بیٹھ کر خیرہ چشمی سے تماشا کرنے والوں کے لیے نہیں۔''

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا.

زندگی کی کشادہ راہیں انہی لوگوں کے لیے ہیں جو جہادِ زندگی کے عاملین ہیں۔

مولانا نے اگر خدانخواستہ کہیں ان غافلین کو جھنجھوڑنے کے لیے کوئی جملہ کہہ دیا تو اس سے مقصد انکار نہیں بلکہ ایقاظ ہے وہ مولوی جو غفلت شعار ہیں اور کسی آنے والے کے لیے محو انتظار ان کا علاج وہی الفاظ ہیں جو مولانا نے کہیں کہہ دیے ہوں گے۔ واللہ اعلم

مرزا جی کا بڑھاپا اور ظالم عشق کا سیاپا

مولانا عنایت اللہ چشتی
سابق خطیب مسجد ختم نبوت قادیان

مولانا عنایت اللہ چشتی مجاہدین احرار کی باقیات میں سے ہیں۔ آپ قادیان میں مجلس احرار اسلام کے مرکز جامع مسجد ختم نبوت میں بحیثیت خطیب و منتظم خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے اپنی یادداشتوں پر مشتمل کتاب مشاہدات قادیان بھی تحریر فرمائی۔ زیر نظر مضمون ۱۹۳۴ء سے بھی پہلے کا تحریر کردہ ہے لیکن اپنی افادیت و نوعیت اور جدت وتنوع کے اعتبار سے آج بھی تر وتازہ ہے۔ ہمارے رفیق فکر جناب محمد عمر فاروق نے نقیب ختم نبوت کے قارئین کے لیے ارسال کیا ہے۔ مضمون میں آنجہانی مرزا غلام قادیانی کے ''سوزِ دروں'' کو موضوع بنایا گیا ہے اور مولانا نے کہیں کہیں بریکٹ میں تیز وطرار اور شوخ فقرے بھی اس فرنگی نبی کی ذاتِ بے برکات پر چست کیے ہیں لیکن ایسے فقروں کا نوکِ قلم پر آ جانا کوئی فکر و اندیشہ کی بات نہیں، چونکہ وقت تحریر خود مولانا بھی شباب کے نقطہ عروج پر تھے اور جوانی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ

اَلشباب شعبة الجنون — کہ جوانی دیوانی ہوتی ہے

اگر کاروانِ حیات کے ایسے ہنگامہ خیز دور میں مرزا ایسا ''مریض مراق و فراق''
ان دیوانوں کے ہتھے چڑھ جائے تو پھر بنتی نہیں بادہ و ساغر کہے بغیر
رہا مرزا جی کا عشق؟ تو اس بارے میں جوشؔ ملیح آبادی پہلے ہی کہہ گئے ہیں کہ

فطرت میں اس کی سوز اگر شیطان کے قدم لے آنکھوں پر
بیگانہ ہو رسم عشق سے گر جبریل کی بھی تعظیم نہ کر

لیجئے مضمون پڑھیے اور سر دھنیے۔ (ادارہ)

مرزا جی کے سوانح حیات پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جناب ابتداءً مفلس و

نادار تھے مگر دماغ عیاش و شاہانہ رکھتے تھے۔ ساتھ ہی عشق مجازی کے دل جلے۔ حسن بتاں کے دلدادہ اور بھلے مانس آدمی تھے۔ عیاشی کے اسباب مہیا نہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ منغض و مغموم رہا کرتے تھے۔ قسما قسم کی عیاریاں و حیلہ سازیاں کیں لیکن نامراد رہے۔ پندرہ روپے کی ملازمت کی۔ حد سے زیادہ کند طبع وغباوۃ کی وجہ سے امتحانِ مختاری میں بری طرح ناکام رہے۔ آخر تنگ آ کر مجددیت' مسیحیت و مہدویت کا ڈھونگ رچایا۔ جو کمپنی کے بعض سمجھ دار ممبروں کی وجہ سے ایک حد تک کامیاب رہا۔ اب مرزا جی تھے اور عیش و رنگ رلیاں لیکن جونہی عمر نے پلٹا کھایا۔ سن شریف پچاس سے گزرا۔ مسیحیت و مجددیت نے ڈاڑھی کو بڑھایا تو اس کم بخت قوم صنف نازک نے کنارہ کر لیا بس وہی مرزا اور وہی غم و الم ۔

شب وعدہ کسی کی انتظاری کیا قیامت ہے
کھٹکتی خار بن کر ہے مہک پھولوں کے بستر کی

الہاموں سے ڈرایا' بہشت کے وعدے دیے۔ روپے سے ملاقات چاہی لیکن کیا کہوں۔ ڈاڑھی اور بڑھاپے سے اس ذات کو کچھ ایسی نفرت ہے کہ نہ ملی اور نہ ہی ملی۔

پہلا الہام

اللہ نے میری طرف وحی کی ہے کہ تیری (احمد بیگ) بڑی لڑکی کا رشتہ اپنے لیے طلب کروں۔ اگر تو راضی ہے تو تجھے وہ زمین جو تو چاہتا ہے اور اس کے ساتھ دوسری زمین بھی تجھے دوں اور تیرے لیے برکت ہو۔ ورنہ تو بھی دو برس میں مر جائے گا اور تیری لڑکی کا خاوند بھی تین برس میں مر جائے گا۔ انتہی ملخصاً آئینہ کمالاتِ اسلام ص ۵۷۲' ۵۷۳ مگر مرزا احمد بیگ نے انکار کیا اور قادیانی کی آرزو کو بری طرح ٹھکرا دیا۔ اس کے بعد مرزا جی نے متعدد اشتہار ڈراوے اور دلاسے کے شائع کیے۔ مگر مرزا احمد بیگ کچھ ایسا مستقل ایمان رکھتے تھے کہ کسی کی پروا نہ کی اور جہاں چاہا لڑکی کو بیاہ دیا۔ اب میں ان خطوط کے چند اقتباسات ناظرین کے سامنے رکھتا ہوں جس میں مرزا جی نے احمد بیگ کو گوناگوں لالچوں میں پھانسنا چاہا مگر وہ نہ پھنسا' قسم قسم کے ڈراووں سے ڈرایا مگر خدا نے اس کے دل کو مضبوط رکھا مگر وہ خداداد بصیرت سے مکر و فریب کو تاڑ گیا۔

اقتباس خط مرزا بنام احمد بیگ والد محمدی بیگم مورخہ ۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء

مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ سلمہٗ اللہ تعالیٰ

میں نہایت عاجزی اور ادب سے آپ کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرما دیں۔ میں نے لاہور میں جا کر معلوم کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیش گوئی کے ظہور کے لیے بصدق دل دعا کرتے ہیں (صاف جھوٹ۔ اس وقت لاہور میں ہزاروں مرزائی کہاں تھے اور غیر مرزائی تمھارے خیال میں مسلمان کیسے اور ان کی دعائیں کیسی' مولف) خدائے تعالیٰ اب آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے۔ خاکسار عباد اللہ غلام احمد۔

خط بنام علی شیر بیگ پھپھڑ محمدی بیگم مورخہ مئی ۱۸۹۱ء

مشفقی مرزا علی شیر بیگ سلمہ تعالیٰ

السلام علیکم! میں آپ کو نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں (اس سے مرزائیوں کی باطل تاویل اڑگئی کہ محمدی بیگم کے رشتہ دار بے دین و بد مذہب تھے۔ اس لیے مرزا صاحب نے ان کو مسلمان بنانے کے لیے سلسلہ جنبانی کی۔ مولف) مگر آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے۔ اب سنا ہے کہ عید کی دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور اللہ رسول کے دین کی کچھ پروانہیں رکھتے (خوب جو مرزا کی رنگ رلیوں میں بھنگ ڈالے وہ خدا رسول کی کوئی پروانہیں رکھتا' حاشا وکلا وہ صحیح معنوں میں مسلمان تھے۔ ایک بوڑھے پھپھڑ مفتری علی اللہ کے حوالے معصوم لڑکی کا کرنا جس کی وجہ دنیاوی لالچ ہو' گناہِ کبیرہ ہے۔ مولف) اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے۔ تو کیوں نہ سمجھ سکتا۔ کیا میں چوہڑا یا چمار تھا۔ یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض۔ کہیں جائے۔ مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا (معلوم ہوا کہ اس سے پہلے کوئی دینی یا دنیوی رنجش اور مخالفت نہ تھی۔ مولف) اور ان کی لڑکی کے لیے چاہتا تھا کہ اس کی اولاد ہو اور وہ میری وارث ہو۔ وہی میرے خون کے پیاسے ہیں۔ (خوب۔ جو غریب بوڑھے آدمی کو بلحاظ شفقت پدری نوجوان لڑکی نہ دے۔ وہ خون کا پیاسا ہوتا ہے۔ یہ کہاں کی منطق اور کلام میں صریح تناقص۔ اوپر لکھتے ہیں لڑکی کی وجہ سے عداوت ہو رہی ہے اور یہاں لڑکی کی ضرورت نہیں۔ واہ جی واہ اور چاہتے ہیں خوار ہو' رُو سیاہ ہو۔ خدا بے نیاز ہے جس کو چاہے روسیاہ کرے۔ مگر اب تو وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں (جب تجھے بذریعہ الہام معلوم ہوا تھا کہ ضرور حسرت پوری ہوگی تو پریشانی کیسی۔ مؤلف) میں نے خط لکھے کہ پرانا رشتہ

مت توڑو (معلوم ہوا کہ پہلے رشتہ تعلق پیار محبت موجود تھی۔ مرزائیوں کی تاویل تار عنکبوت ہوکر اڑ گئی اور ان کا یہ کہنا سراسر دھوکا ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کو شادی کی ضرورت نہیں تھی بلکہ ان لوگوں کو مسلمان بنانا چاہتے تھے۔ مولف) بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آ کر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے۔ کہیں مرتا بھی نہیں۔ مرتا مرتا رہ گیا۔ ابھی مرا بھی ہوتا۔ بے شک میں ناچیز ہوں۔ ذلیل ہوں خوار ہوں (ہائے حسن کی کٹھن ایک گردن اکڑ مغل کو کیسا کمزور کر دیا۔ دوسری جگہ تو ڈھینگ اچھالتے ہیں کہ زمین و آسمان میرے حکم میں ہے۔ موت و حیات کا اختیار مجھے مل چکا ہے اور یہاں عشقش چناں گرفت کہ غلام غلام شد کا پورا مصداق بن گئے' مؤلف) آپ اپنے گھر کے آدمی کو تاکید کریں تا کہ بھائی سے لڑائی کر کے ان کے ارادے کو روک دے۔ (کیا کہنے مسیح و مجدد نبی کے کہ لڑائی کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ مؤلف) ورنہ مجھے خدائے تعالیٰ کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کے لیے رشتے ناطے توڑ دوں گا (یہ شہوت کا بخار ہے یا مجددیت کا اثر؟ مؤلف) (خاکسار غلام احمد از لودھیانہ۔ اقبال گنج۔ ۴ مئی ۱۸۹۱)

مرزا فضل احمد۔ کے بڑے لڑکے کی ساس کو دھمکی آمیز خط۔

''والدہ عزت بی بی (فضل احمد کی بیوی) کو معلوم ہو کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک محمدی بیگم مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدائے تعالیٰ کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتے ناطے توڑ دوں گا اور کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ (کرشن جی مہاراج کا جوش؟ مولف) آج میں نے مولوی نور دین اور فضل احمد (فرزند مرزا) کو خط لکھ دیا ہے کہ فضل احمد عزت بی بی کے لیے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دیوے اور اگر فضل احمد طلاق لکھنے میں عذر کرے تو اس کو عاق کیا جاوے گا اور اپنے بعد اس کو اپنا وارث نہ سمجھا جائے گا اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے گا۔ (شہوت بے شک اندھا کر دیتی ہے۔ لیکن بڑھاپے میں اس قدر غلبہ کہ اپنے فرزند کی بھی پرواہ نہیں اور بلاقصور طلاق پر مجبور کرتے ہیں مولف)

غلام احمد از لدھیانہ۔ اقبال گنج۔ مورخہ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

جب مرزا احمد بیگ نے کچھ پروا نہ کرتے ہوئے نکاح کر دیا تو مرزا صاحب نے

بھی رُخ بدل کر اپنی رسوائی پر یوں پردہ ڈالا کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہی مقدر اور یہی قرار یافتہ ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی۔ خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں آ جائے۔ خواہ خدائے تعالیٰ بیوہ کر کے اس کو میری طرف لے آئے۔

(دیکھو اشتہار ۲ مئی ۱۸۹۱ء مطبوعہ حقانی پریس لدھیانہ)

اور ابو السعید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے جواب میں اپنے زخمی دل کو یوں تسلی دیتے ہیں میری اس پیشین گوئی میں نہ ایک بلکہ چھ دعوے ہیں:۔

اوّل: نکاح کے وقت تک میرا زندہ رہنا

دوم: نکاح کے وقت تک اس لڑکی کے باپ کا ضرور زندہ رہنا

سوم: پھر نکاح کے بعد اس لڑکی کے باپ کا جلدی مر جانا جو تین برس تک نہیں پہنچے گا۔

چہارم: اس کے خاوند کا اڑھائی برس کے عرصہ تک مر جانا

پنجم: اس وقت تک کہ میں اس سے نکاح کر لوں۔ اس لڑکی کا زندہ رہنا

ششم: پھر آخر یہ کہ بیوہ ہونے کی تمام رسموں کو توڑ کر باوجود سخت مخالفت اس کے اقارب کے میرے نکاح میں آ جانا (افسوس کہ نہ آئی اور نہ ہی آئی)

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص ۳۲۵)

مرزا پر یہ زمانہ ایک خاص کیفیت سے گزر رہا تھا۔ دِل زخمی پر دشمنوں کے طعنے نمک پاشی کا کام کر رہے تھے۔ دل بیمار تھا۔ طبیب لہو کا پیاسا' پریشان دماغ پر تخیلات فاسدہ کا ہجوم' دل کو تسلی دیتے دیتے ذرا آنکھ لگ جاتی تو عالم خواب میں بھی وہ ظالم پیچھا نہ چھوڑتے۔ مرزا جی انھیں الہام سمجھ جھٹ شائع کر کے ذریت کو مطمئن کرتے' مجددیت و مسیحیت کا جال تارِ عنکبوت ہو رہا تھا۔ غرض اس حالت کو دیکھ کر ایک سخت سے سخت دشمن کا دل بھی موم ہوتا تھا لیکن ساتھ ہی مرزا جی کی مستقل مزاجی بردباری کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اللہ اللہ ۱۸۸۸ء سے لے کر ۱۹۰۷ء تک کا طویل عرصہ جس صبر اور استقلال سے گزرا۔ کوئی عاقل اسے نظر انداز نہیں کر سکتا۔ ان ایام میں مرزا جی جن تصورات و تخیلات سے مجروح دل کی مرہم پٹی کرتے رہے۔ اس کا کچھ نمونہ بھی ہدیہ ناظرین کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

الہام

اس عورت کو جو احمد بیگ کی عورت کی بیٹی ہے۔ پھر تیری طرف لاؤں گا...... پھر

تیرے نکاح کے ذریعے سے قبیلہ میں داخل کی جائے گی...... ممکن نہیں کہ معرضِ التواء میں رہے۔ (انجام آتھم ص ۲۱۶)

نفس پیشینگوئی اس عورت (محمدی بیگم) کا اس عاجز کے نکاح میں آنا تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح [1] ٹل نہیں سکتی۔ (اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۳ ص ۱۱۵)

غرض اس قسم کے سینکڑوں زٹلیات سادہ لوحوں کو سنا سنا کر سینہ تھامتے رہے۔ لیکن جب مرزا سلطان محمد صاحب شوہر محمدی بیگم مرزا کی بیان کردہ موت کے اندر نہ مرا بلکہ پھلتا پھولتا گیا تو مرزا جی نے بھی تصویر کا رخ بدل دیا۔ یعنی ۷ اپریل ۱۸۹۲ء کو محمدی بیگم کا دوسری جگہ نکاح ہوگیا۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام ص ۲۹۰)

اس تاریخ کو دیکھ کر حساب کرنے سے پتہ چلتا ہے۔ مرزا سلطان محمد کی زندگی کا آخری دن ۱۸ اکتوبر ۱۸۹۴ء تھا۔ چونکہ خدا کو منظور تھا کہ اس مفتری کو پوری طرح ذلیل کیا جائے۔ اس لیے بجائے زندہ رکھنے کے خدا نے مرزا سلطان محمد کو اس قدر عزت بخشی کہ اولاد عطا ہوئی اور دنیاوی لحاظ سے سنا ہے کہ محمدی بیگم مرحومہ کا بڑا لڑکا میونسپل کمشنر ہے اس ذلت کو دیکھ کر مرزا جی یوں ہانپنے لگے۔

اس پیشین گوئی کا دوسرا حصہ جو اس کے داماد کی موت ہے وہ الہامی شرط کی وجہ سے دوسرے وقت پر جا پڑا اور داماد اس کا الہامی شرط سے اسی طرح متمتع ہوا جیسا کہ آتھم ہوا کیونکہ احمد بیگ کی موت کے بعد اس کے وارثوں میں سخت مصیبت برپا ہوئی۔ سو ضرور تھا کہ وہ الہامی شرط سے فائدہ اٹھاتے۔ اور اگر کوئی بھی شرط نہ ہوتی تاہم وعید میں سنت اللہ یہی تھی جیسا کہ یونس کے دنوں میں ہوا۔ پس اس کا داماد تمام کنبہ کے خوف کی وجہ سے اور ان کے توبہ اور رجوع کے باعث سے اس وقت فوت نہ ہوا۔ مگر یاد رکھو کہ خدا کے فرمودہ میں تخلف نہیں اور انجام وہی ہے جو ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں۔ خدا کا وعدہ ہرگز ٹل نہیں سکتا۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۱۳)

(سبحان اللہ نبی کی کلام تناقض صریح۔ اوپر وعید بتاتے ہیں اور نیچے شوق وصال میں فوت مرزا سلطان محمد کو وعدہ الٰہی قرار دے کر اپنی دیرینہ امید کو نہیں توڑتے۔ مولف) سنیے صاحب اس سے بھی زیادہ واضح تسلی بخش تصور مرزا صاحب کا پیش کرتا ہوں۔ تصور کیا ہے۔ دل جلی چھاتی کا بخار ہے۔ اب بھی ان الفاظ سے گرمی عشق محسوس ہوتی ہے۔ (مولف)

---

[1] مرزائیوں کا جواب کہ شرطی تھی (کسی طرح) کے لفظ سے اس کی نفی ہوگئی ۱۲ مولف

اس لڑکی کے باپ کے مرنے اور خاوند کے مرنے کی پیش گوئی شرطی تھی اور شرط توبہ اور رجوع الی اللہ تھی۔ لڑکی کے باپ نے توبہ نہ کی اس لیے وہ بیاہ کے چھ ماہ بعد مر گیا اور پیشین گوئی کی دوسری جزو پوری ہوگئی۔ اس کا خوف اس کے خاندان پر پڑا اور خصوصاً شوہر پر پڑا جو پیشین گوئی کا ایک جزو تھا انھوں نے توبہ کی۔ چنانچہ اس کے رشتہ داروں اور عزیزوں کے خط بھی آئے اس لیے خدا نے اس کو مہلت دی۔ عورت اب تک زندہ ہے۔ میرے نکاح میں وہ عورت ضرور آئے گی (ہائے گندم بخار ایک بوڑھے فرتوت کو کس طرح نچا رہا ہے۔ مولف) امید کیسی یقین کامل ہے (داد دینے کے قابل ہے عاشق ہو تو ایسا جو کبھی ناامید نہ ہو۔ شاباش۔ مولف) یہ خدا کی باتیں ہیں ٹلتی نہیں ہو کر رہیں گی۔

(اخبار الحکم ۱۰ اگست ۱۹۰۱ء مرزا صاحب کا حلفیہ بیان عدالت ضلع گورداسپور)

حضرات: اوّل تو یہ سب پکھنڈ طفل تسلیوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ مرزا سلطان محمد آج تک زندہ ہے۔ دنیا کے ہر قسم کے اسباب سے بہرہ ور ہے۔ محمدی بیگم مرحومہ اپنی زندگی پوری کر کے اپنی خداوند عصمت کو لے کر واصل باللہ ہوئی۔ خداوند کریم اسے اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ مرزا سلطان محمد کاذب کے خوف و ہراس سے ہرگز متاثر نہیں ہوا کیونکہ اگر اسے خوف و ہراس لاحق ہوتا تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہونا چاہیے تھا کہ اسلام کو خیر باد کہہ کر مرزائی ہو جاتا لیکن دنیا جانتی ہے کہ مرزا سلطان محمد صحیح مضبوط انسان ہے یہ کس قدر دجل ہے۔ دیکھتے بھالتے دنیا کو اندھا کرنا چاہتے ہیں۔ جھوٹ سے نہیں شرماتے کہ مرزا سلطان محمد ڈر گیا۔ ہراساں ہو گیا۔ وغیرہ وغیرہ خرافاتِ واہیہ۔

لیکن اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ ڈر گیا تو مرزا جی اپنے معشوق سے بلکل ناامید ہونے کے خوف سے کچھ مہلت دے رہے ہیں اور یقین کامل رکھتے ہیں کہ رقیب کے مرنے سے وصال ہوگا۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ تمام رسوائی مرزا جی کو اس کے خدا کی طرف سے ہوئی کیونکہ اوّل تو فرشتہ بھیج کر ایک دوا کے ذریعے سے مرزا جی کے اندر پچاس مردوں کی قوتِ[1] باہ جمع کر دی۔ اس کے بعد خود ہی بذریعہ الہام ایک دوشیزہ کے متعلق سلسلہ جنبانی کی تلقین کی۔ کئی قسم کی تسلیاں دیں کہ ضرور تجھے ملے گی۔ اس کو وعدہ سے تعبیر کیا لیکن شاید بعد میں رحم آ گیا کہ پچاس مردوں کے حوالہ ایک لڑکی کو کرنا شاید ظلم نہ ہو اس لیے وعدہ کو پورا نہ کیا۔ کیا کہنے نبی کے اور ساتھ اس کے خدا کے دنیا سمجھ لے گی کہ ایسے

نبیوں کا خدا کون ہے۔

ابوجہل کو بھی اپنے خدا نے کہا تھا۔

لاغالب لکم الیوم من الناس وانی جار لکم فلما ترات الفئتٰن نکص علی عقبیه و قال انی بری منکم الخ

(سورہ انفال پارہ نمبر ۱۰)

(بدر کے موقع پر ابوجہل کو اس کے خدا نے کہا) لوگوں میں سے آج کوئی تم پر غالب نہیں ہوسکتا کیونکہ میں تمھارے ساتھ ہوں۔ جب دونوں لشکروں کو مقابل ہوتے دیکھا تو پیچھے کھسک کر کہنے لگا میں تم سے بیزار ہوں۔

مرزا جی کو بھی اس کا خدا بارش کی طرح الہامات برسا کر تسلی دیتا رہا کہ ضرور تجھے ملے گی اور پچاس مردوں کی قوتِ مردمی ٹھنڈی ہوگی لیکن جب پوری شہرت و رسوائی ہو چکی تو ایک وعدہ بھی پورا نہ کیا بلکہ مرزا جی پورے اٹھارہ برس چیختے پکارتے جلتے سڑتے بے نیل ومرام اگلے جہان کی طرف لڑھک گئے اور رسوائی کا ڈھنڈورہ آج تک اس کی ذریت سن رہی ہے۔ شرم شرم۔ غرض ۱۹۰۷ء تک تو مردانہ وار عاشقی میں ثابت قدمی کا خراجِ تحسین حاصل کرتے رہے لیکن ۱۹۰۷ء میں کچھ مایوسانہ شکل میں کہنے لگے "کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا تھا لیکن بعض ضروری وجوہ کی بناء پر فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔" (انتہیٰ ملخصاً۔ تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۳۲، ۱۳۳)

ثابت قدمی کو دیکھیے پوری ناامیدی مرتے دم تک ظاہر نہ کی۔ تقریباً تقریباً یہ آخری آرزو تھی اس کے بعد جلدی ۱۹۰۸ء میں توراہی عدم ہوئے۔ یہ ہے داستان ایک پنجابی بوڑھے فرنگی نبی کے عشق کی جو ایک حد تک اس شعر کی مصداق ہے ؎

تیرے عشق کا جس کو آزار ہو گا
سنا ہے قیامت میں دیدار ہو گا

---

[1] مرزا جی لکھتے ہیں۔ میں نے کشفی طور پر دیکھا کہ ایک فرشتہ میرے منہ میں دوائی ڈال رہا ہے چنانچہ وہ دوائیں میں نے تیار کیں اور پھر اپنے تئیں خداداد طاقت میں پچاس مرد کے قائم مقام دیکھا۔

(تریاق القلوب ص ۷۸ نشان نمبر ۱۱)

مرزا غلام احمد قادیانی کی کھلی بددیانتی

ایک خط کا جواب

مکرمی جناب مولانا عزیز الرحمٰن صاحب

السلام علیکم مزاج شریف

میرے مطالعہ سے گزر چکا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کسی کتاب میں مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی کا حوالہ دیتے ہوئے اس میں تحریف کی ہے۔ مجھے اس حوالہ کی ضرورت پیش آ گئی ہے۔

براہ کرم! اس حوالہ کی فوٹو کاپی مہیا فرما دیں۔ شکر گزار ہوں گا۔ یہ بھی نشان زد کر دیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس میں کیا تحریف کی ہے۔

والسلام

احقر العباد نور محمد قریشی

۱۱ اگست ۲۰۰۰ء

جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی و محترمی جناب نور محمد قریشی مدظلہ ایڈووکیٹ لاہور

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی!

ہمارے مخدوم محترم حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم کے نام آپ کا خط موصول ہوا۔ حضرت مولانا دامت برکاتہم بیرون ملک کے سفر پر ہیں۔ دعا

فرمائیں کہ اللہ رب العزت صحت و سلامتی خیر و برکت سے ان کی واپسی فرمائیں۔ آمین ثم آمین! آپ کے خط کا جواب یہ ہے:۔

۱۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مولانا خواجہ محمد صدیق صاحب کو ایک خط تحریر فرمایا جس میں آپ نے تحریر فرمایا: "**وقد یکون ذالک لبعض الکمل من متابعیم بالتبعیة والوراثة ایضا واذا کثر ھذا القسم من الکلام مع واحد منھم سمی محدثا.**"

ترجمہ فارسی: **وگاھے ایں نعمت عظمی بعضے را از کمل متابعان ایشان نیزبہ تبعیت و وراثت میسر میگردد و ایں قسم از کلام بایکے از یشان ہر گاہ بکثرت واقع گردد آنکس محدث (بفتح دال و تشدید آں) نامیدہ میشور** (مکتوبات مجدد الف ثانیؒ دفتر دوم ص ۱۴۲)

۲۔ (الف) مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی ابتدائی تصنیف براہین احمدیہ ص ۵۴۶، خزائن ص ۶۵۲ ج ۱، پر اس کا حوالہ یوں نقل کیا ہے: ''بلکہ امام ربانی صاحب اپنے مکتوبات کی جلد ثانی میں جو مکتوب پنجاہ و یکم ہے اس میں صاف لکھتے ہیں کہ غیر نبی بھی مکالمات و مخاطبات حضرت احدیت سے مشرف ہو جاتا ہے اور ایسا شخص محدث کے نام سے موسوم ہے۔''

(ب) اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی، تحفہ بغداد ص ۲۱، خزائن ص ۲۸ ج ۷ پر بھی بعینہ حضرت مجدد کا خط نقل کرتے ہوئے کثرت مکالمہ والے کو ''محدث'' لکھا ہے۔

۳۔ لیکن برا ہو خود غرضی، نفس پرستی اور بددیانتی کا، کہ جب مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات میں تحریف کرتے ہوئے لکھا کہ:۔

''مجدد صاحبؒ سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کیے جائیں وہ ''نبی'' کہلاتا ہے۔'' (حقیقت الوحی ص ۳۹، خزائن ص ۴۰۶ ج ۲۲)

نتیجہ

دیکھئے مجدد الف ثانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ جسے کثرت مکالمہ ہو وہ ''محدث'' ہوتا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے براہین احمدیہ اور تحفہ بغداد میں مجدد صاحبؒ کے حوالہ سے بھی یہی تحریر کیا کہ کثرت ...... والا ''محدث'' کہلاتا ہے لیکن جب خود دعویٰ نبوت کیا تو حقیقت الوحی میں مجدد صاحبؒ کے حوالہ سے کثرت مکالمہ والا ''نبی'' کہلاتا ہے لکھ دیا۔

اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ ایک ہی حوالہ کو مرزا غلام احمد قادیانی تین جگہ لکھتا ہے۔ براہین احمدیہ' تحفہ بغداد اس میں ''محدث'' لکھتا ہے اور اسی حوالہ کو مرزا غلام احمد قادیانی حقیقت الوحی میں نبی لکھتا ہے۔ ''محدث'' کو ''نبی'' کرنا محض غلطی نہیں بلکہ صریح اور کھلی بددیانتی ہے۔

۴۔ چنانچہ حضرت مولانا نور محمد خان صاحبؒ مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور نے اپنی کتاب ''کفریات مرزا'' ص ۲۱ مطبوعہ خواجہ برقی پریس دہلی مئی ۱۹۳۳ء میں یہ حوالہ نقل کر کے یہ چیلنج نقل کیا تھا:۔

''حضرت مجدد صاحبؒ کی عبارت مذکورہ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے جس خیانت مجرمانہ و چہ اِنچ درشتنہ جرات سے کام لیا ہے اس پر قیامت تک علمی دنیا لعنت و نفرت کا وظیفہ پڑھ کر مرزا غلام احمد قادیانی کی روح کو ایصال ثواب کرے گی۔ کیا کوئی غلمدی جرات کر سکتا ہے کہ خط کشیدہ عبارت مکتوبات امام ربانیؒ میں دکھلا کر اپنے پیشوا کو کذابوں کی قطار سے علیحدہ کر دے۔''

آج سے چھیالیس سال قبل قادیانیوں کو جو چیلنج دیا گیا تھا وہ جوں کا توں برقرار ہے قادیانی امت مرزا غلام احمد قادیانی سے اس خیانت و بددیانتی کے الزام کو دور نہیں کر سکی اور نہ قیامت تک کر سکتی ہے' جھوٹا بددیانت نبی ہو سکتا ہے؟ یہ قادیانی امت کے لیے سوچنے کا مقام ہے۔ پانچوں حوالہ جات کے فوٹو ارسال خدمت ہیں!

والسلام

فقیر اللہ وسایا

۲۰۰۰ء۔۸۔۱۶ حال مقیم دفتر مرکزیہ ملتان

(ماہنامہ لولاک ملتان۔ ستمبر ۲۰۰۰ء)

عقیدۂ نبوت

امداد حسین پیرزادہ

اسلام کے لیے پہلی شرط توحید کا اقرار اور دوسری شرط نبوت کا اعتراف ہے۔ یہ دونوں شرطیں ایسی لازم وملزوم ہیں کہ ہر ایک کا اعتراف دوسرے کے اعتراف کو مستلزم ہے اور کسی حال میں بھی ایک کا اقرار اور دوسرے کا انکار قابل قبول نہیں۔ گویا نبوت اسلام کے ان بنیادی عقائد میں سے ہے، جن کے ماننے یا نہ ماننے پر آدمی کے کفر و ایمان کا انحصار ہے۔ لہٰذا نبوت اور اس کے جملہ متعلقات کا علم نہایت ضروری ہے تاکہ انسان کسی گستاخی کا شکار ہو کر ایمان سے محروم نہ ہو جائے۔

نبی کے تراجم

ا۔ عربی لغت المنجد میں نبی کی ترجمانی الفاظ ذیل سے کی گئی ہے۔

المخبر عن الغیب او المستقبل بالھام من اللّٰہ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کے ذریعہ مستقبل اور غیب کی خبر دینے والا۔

۲۔ مسامرہ: شرح مواقف اور اقرب الموارد میں نبی کو المخبر من اللہ تعالیٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دینے والا۔

۳۔ قاضی عیاضؒ نے شفا شریف میں نبی کا معنی المطلع علی الغیب ذکر کیا ہے یعنی نبی غیب دان کو کہتے ہیں۔

انگریزی میں نبی کے لیے پرافٹ (Prophet) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔
انگلش مفکرین سے اس کا مفہوم بھی ہدیہ ناظرین ہے۔

ترجمہ: نبی وہ مقدس انسان ہے جسے یہ یقین کامل ہو کہ وہ اپنے خدا کی طرف سے پیغامبر اور پیغام رساں بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اس اعتبار سے نبی اپنے خدا کا ترجمان قرار پاتا ہے۔

ترجمہ: نبی ایک مخصوص اسم ہے جس سے مراد مقدس ہاتف غیب کا ترجمان ہے۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ یا کسی بھی خدا کے مقدس ترجمان کو نبی کہا جاتا ہے۔

نبوت سے مراد

اسلام میں نبوت سے مراد وہ واسطہ ہے جس کے ذریعہ خداوند قدوس مخلوق کو اپنی مرضی سے آگاہ فرماتا ہے اور قدرت کی نگاہِ انتخاب جس سے انسان کامل کو یہ منصب عطا فرماتی ہے اسے نبی کے اسم گرامی سے نوازا جاتا ہے۔ نبی خدا کا ترجمان اور نمائندہ ہوتا ہے جو وحی کے ذریعہ احکام الٰہی کو بندوں تک پہنچاتا ہے اور خود ان پر عمل کر کے دکھاتا ہے تاکہ لوگوں کو بھی ان پر عامل ہونے کی ترغیب ہو۔

نبوت سے متعلق چند ضروری معلومات

۱۔ نبی کفر و شرک اور ہر باعث نفرت امر سے پاک ہوتا ہے بلکہ عصمت و بندگی کی اس بلندی پر فائز ہوتا ہے کہ اس کی اطاعت و غلامی انسان کو خدا کے قرب کا مستحق بنا دیتی ہے اور اس کی نافرمانی خدا کے غضب کا باعث ہوتی ہے۔ غالباً اسی لیے اہل عشق فرماتے ہیں کہ نبی کے غیض و غضب کا نام دوزخ اور نبی کی عقیدت و محبت کا نام جنت ہے۔

۲۔ نبی کی تعظیم فرض عین بلکہ تمام فرائض کی اصل ہے۔ کسی نبی کی ادنیٰ توہین یا تکذیب کفر ہے۔ (بہار شریعت)

۳۔ نبی کا مقام تمام فرشتوں، انسانوں اور جنات سے بلند ہوتا ہے کسی ایسے انسان کو جو نبی نہیں اسے نبی کے برابر یا نبی سے افضل سمجھنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔

(بہارِ شریعت)

۴۔ نبی اور فرشتہ معصوم ہوتے ہیں۔ ان دونوں کے علاوہ اور کوئی انسان معصوم نہیں۔ عصمت انبیاء کے یہ معنیٰ ہیں کہ ان کے لیے حفظ الٰہی کا وعدہ ہو گیا جس کے سبب ان سے صدور گناہ شرعاً محال ہے۔ (بہارِ شریعت)

۵۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام پر بندوں کے لیے جتنے احکام نازل فرمائے انھوں نے وہ سب پہنچا دیئے کسی نبی کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ اس نے کسی حکم کو تقیہ یعنی خوف کی وجہ سے چھپائے رکھا اور نہ پہنچایا کفر ہے۔ (بہارِ شریعت)

۶۔ نبی کو اتنی کامل عقل عطا کی جاتی ہے کہ کسی حکیم اور فلسفی کی عقل اس کے لاکھویں حصہ تک بھی نہیں پہنچ سکتی۔ (بہارِ شریعت)

۷۔ نبی ان چیزوں کی بھی خبر دیتا ہے جن تک براہِ راست عقل وحواس کی رسائی نہیں ہوتی اور اسی کو غیب کہتے ہیں۔ مثلاً جنت و نار' حشر ونشر' عذاب وثواب غیب نہیں تو اور کیا ہیں۔

۸۔ انبیاء کرام سب بشر اور مرد تھے۔ نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔ (بہارِ شریعت)

۹۔ نبی ہونے کے لیے اس پر وحی ہونا ضروری ہے۔ خواہ فرشتہ کی معرفت ہو یا بلاواسطہ نبی کا خواب بھی وحی ہی ہوتا ہے۔ (بہارِ شریعت)

۱۰۔ بہت سے نبیوں پر اللہ تعالیٰ نے صحیفے اور آسمانی کتابیں اتاریں۔ ان میں سے چار کتابیں بہت مشہور ہیں۔ تورات' حضرت موسیٰ علیہ السلام پر' زبور' حضرت داؤد علیہ السلام پر۔ انجیل' حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور قرآن حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر۔

۱۱۔ اس کائناتِ ارضی پر کئی پیغمبر مبعوث ہوئے جن کی صحیح تعداد خدا ہی جانتا ہے ہمیں یہی عقیدہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے جتنے پیغمبر ہیں ہم ان سب پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ کسی ایک کا انکار بھی کفر کو مستلزم ہے اور خصوصاً ذات پاک مصطفے علیہ التحیۃ والثناء کی نبوت کا انکار کرنا (جن کی آمد کی بشارت اور ان پر ایمان لانے کی تاکید گزشتہ انبیائے کرام نے فرمائی) صرف آپ کا انکار نہیں بلکہ تمام سابقہ انبیاء و مرسلین کی تکذیب ہے۔

۱۲۔ سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری حضور شافع یوم النشور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۱۳۔ نبوت ایک وہبی چیز یعنی نعمت غیر مترقبہ ہے جو کسی کے اعمال کی مرہونِ منت نہیں۔ عبادت و ریاضت کے ذریعہ حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ جس طرح جسمانی ربوبیت کے لیے سورج۔ چاند' ہوا پانی' زمین وغیرہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت کا پرتو ہیں۔ کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ یہ اشیاء اس کے کسی عمل کے نتیجہ میں پیدا کی گئی ہیں۔ اسی طرح نبوت بھی اس کا بے بدل انعام ہے جو کسی کے عمل کے نتیجہ میں نہیں ملتا' بلکہ یہ محض عطائے الٰہی ہے جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے دے دیتا ہے۔ **اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ** (الانعام: ۱۲۴) اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ منصب رسالت کس کو بخشے۔

۱۴۔ انبیاء کی سچائی بتانے کو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں ایسی نئی نئی اور مشکل مشکل باتیں ظاہر کیں جو اور لوگ نہیں کر سکتے۔ ایسی باتوں کو معجزہ کہتے ہیں۔

مفہوم معجزہ

نبی دنیا کو جس پیغام کی دعوت دیتا ہے' اس کی سچائی کا واضح ترین ثبوت اگرچہ خود یہ پیغام اور اس کے داعی کا مجسم وجود ہوتا ہے۔ تاہم اطمینانِ قلب اور اتمام حجت کے لیے اس داعی حق کی نسبت سے کچھ ایسے واقعات رو پذیر ہوتے ہیں۔ جو عام حالات میں انسانی دسترس سے باہر ہوتے ہیں اور ان کی توجیہہ و تعلیل سے انسانی عقل اپنے کو درماندہ پاتی ہے۔ مثال کے طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ سرد ہو گئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اژدہا بن گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے باپ کے پیدا ہوئے۔ آنحضرتؐ نے چشم زدن میں مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ و سدرۃ المنتہیٰ تک سیر کی۔ ان واقعات کی توجیہہ سے چونکہ عقل انسانی عاجز ہے اس لیے ان میں ایک طرح کا غیب نظر آتا ہے اور جس شخص کے تعلق سے ان کا ظہور ہوتا ہے۔ عالم غیب کے ساتھ اس کے روابط کی علامت ہے۔ قرآن مجید کی زبان میں اس قسم کے واقعات کا نام بینات' براہین یا آیات ہے۔ محدثین ان کو دلائل نبوت سے تعبیر کرتے ہیں اور حکما و متکلمین کی اصطلاح میں انہی کو معجزات کہا جاتا ہے۔

مقصد نبوت

نبوت ایک حقیقت ہے جو حق کی طرف سے حق لے کر حق کی تبلیغ کرنے آتی ہے۔ انسانیت کی فوز و فلاح اور خدا کی رضا نبوت کے دامن اطاعت سے وابستہ ہے کیونکہ نبی کا کوئی قدم خدا کے حکم کے بغیر نہیں اٹھتا۔ نبی کا ہر قول اور فعل بلکہ اس کی زندگی کا ہر لمحہ اس مرکز کے گرد گھومتا رہتا ہے کہ انسان حق شناس اور حق کا پرستار بن جائے۔

ضرورت نبوت کے چند پہلو

ا۔ انسانی فہم و ادراک بہت محدود ہے۔ کامل اور بے خطا ذات فقط اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اگر بشر کی عقل کامل ہوتی تو وہ کبھی غلطی کا مرتکب نہ ہوتا' لیکن زیرک ترین اشخاص بھی لغزش کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت انسان آج تک اپنے لیے مکمل ضابطہ حیات نہیں بنا سکا۔ بارہا اس نے زندگی کے میدان میں طبع آزمائی کی' مگر منزل مراد تک نہ پہنچ سکا بلکہ اسی جدوجہد میں بعض قومیں اپنے ہاتھوں یوں تباہ ہوئیں کہ ان کا نام ونشان تک مٹ گیا۔

انسان کی اس بنیادی کمزوری کے پیش نظر خالق کائنات نے اقوام عالم کی فلاح و بہبود اور رشد و ہدایت کے لیے نبوت کا سلسلہ پہلے دن سے ہی شروع کر دیا تھا جس نے حق و باطل کی راہیں روزِ روشن کی طرح نکھار کے رکھ دیں اور بتا دیا کہ حق و صداقت کا صراطِ مستقیم نجات کا ضامن ہے اور باطل وفریب کا راستہ ہلاکت کا موجب ہے۔

۲۔ انسان فطری طور پر تحریر سے اتنا اثر قبول نہیں کرتا جس قدر چلتے پھرتے عملی نمونہ سے متاثر ہوتا ہے۔ اگر انسانی رہنمائی کے لیے تنہا حروف اور الفاظ کافی ہوتے تو خدا تعالیٰ کے لیے کیا مشکل تھی کہ آسمان سے ایک لکھی لکھائی کتاب نازل کر دیتا یا اپنے احکام پہاڑ کی کسی چٹان پر رکھ دیتا۔ انسان ان تحریروں کو پڑھ لیتے اور صحیح راستہ پر گامزن ہو جاتے' لیکن انسانی رہنمائی صرف الفاظ وتحریر سے ممکن نہیں' اس کے لیے ضروری ہے کہ کوئی شخص ان احکام پر عمل کر کے دکھائے اور اس کی یہ مثال دوسروں کے لیے نمونہ بنے۔ رہنمائی کی یہی وہ بنیادی ضرورت تھی۔ جس کے لیے خداوند قدوس نے اپنی کتابوں کے ساتھ انبیاء کرام بھی مبعوث فرمائے۔

۳۔ محسوسات کو معلوم کرنے کے لیے حواس خمسہ اور معقولات کے علم کے لیے ہمارے پاس عقل ہے۔ ادراکِ انسانی کی تگ و دو حواس و عقل سے آگے نہ تھی مگر اس کی ضروریات کا تعلق ان دونوں سے آگے تھا جسے عالم غیب کہا جاتا ہے۔ جب تک اس عالم تک کسی کی رسائی نہ ہو۔ اس مقام سے متعلقہ انسانی ضرورتیں پوری نہیں ہوسکتیں۔ چونکہ نبوت کا ایک شعبہ غیب دانی بھی ہے۔ لہٰذا انسانی ضرورتوں کے پورا ہونے کے لیے نبوت کا ہونا ضروری ہے۔

۴۔ انسانی حواس علم کا ذریعہ ہیں اور ان سے غلطی بھی واقع ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس کے ازالہ کے لیے عقل کا ان پر حاکم ہونا ضروری تھا' مگر جب عقل بھی ٹھوکر کھائے تو اس کا ازالہ نہ عقل کرسکتی ہے نہ حواس' لہٰذا ضروری ہوا کہ عقل پر ایسی چیز کو حاکم تسلیم کیا جائے۔ جو غلطی سے پاک ہو' اور وہ نبوت ہے کیونکہ نبوت ہی غلطی سے مبرا ہے۔ لہٰذا اختلاف عقل کی مضرتوں سے بچنے کے لیے نبوت کو ماننا ضروری ہوا۔

۵۔ علامہ شوکانی نیل الاوطار میں رقمطراز ہیں: کہ اللہ تعالیٰ غایت تجرد اور نہایت تقدس میں ہیں یعنی رب العزت جل جلالہٗ ایسی ہستی ہے جو کمال کے انتہائی درجہ پر ہے اور انسان نقصان کے انتہائی درجہ پر' اس لیے انسان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ بغیر کسی واسطہ کے اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کر سکے۔ لہٰذا خداوند قدوس سے فیض حاصل کرنے کے لیے واسطہ کی ضرورت پڑی مگر وہ واسطہ کیسا ہو۔ لکھتے ہیں: **له وجه تجرد و نوع تعلق** جس میں ایک وجہ تجرد کی اور دوسری وجہ تعلق کی ہو۔ یعنی تجرد کی جہت سے وہ خدا تعالیٰ سے فیض حاصل کرے اور تعلق کی جہت سے وہ فیض الٰہی کو انسانوں تک پہنچائے۔ پس ایسا واسطہ انبیائے کرام ہیں اور ان میں سب سے بڑا اور سب سے ارفع واسطہ حضور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ علامہ شوکانی کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وهذا الواسطة هم الانبياء واعظمهم رتبة و ارفعهم منزلة نبينا صلى الله عليه وسلم.

یہ واسطہ انبیائے کرام ہیں اور ان میں سب سے بڑا رتبہ اور سب

سے اونچی شان ہمارے نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

ناممکن ہے

۱۔ اسلامی عقائد کا مرکزی نقطہ خدا کی توحید ہے۔ مگر توحید کا صحیح تصور نبوت کے بغیر ناممکن ہے۔

۲۔ انسان معرفت الٰہی کے لیے پیدا کیا گیا ہے' مگر عرفانِ خداوندی نبوت کے بغیر ناممکن ہے۔

۳۔ انسان عبادت اس لیے کرتا ہے کہ خدا راضی ہو جائے' مگر عبادت کا صحیح تعین نبوت کے بغیر ناممکن ہے۔

۴۔ اس عالم رنگ و بو میں اَن گنت نعمتیں ہیں مگر ان میں حلال وحرام کی تمیز نبوت کے بغیر ناممکن ہے۔

۵۔ کتابِ الٰہی سے احکام کا علم تو حاصل ہوتا ہے مگر ان پر عمل کرنے کا صحیح طریقہ نبوت کے بغیر ناممکن ہے۔

۶۔ مذہب فطرت کا تقاضا ہے مگر اس کی تفصیل نبوت کے بغیر ناممکن ہے۔

۷۔ کسی بھی چیز کو اگر ہم اپنے مصرف میں لانا چاہیں تو سب سے پہلے اس کے موجد کی طرف رجوع کیا جاتا ہے تاکہ اس کے فوائد اور نقصانات معلوم ہو جائیں۔ حتیٰ کہ جب کوئی مریض درد سے کراہتا ہوا ڈسپنسری میں داخل ہوتا ہے۔ چاروں طرف دوائیوں کے انبار نظر آتے ہیں انہی میں وہ دوائی بھی پڑی ہے جو اس کے درد کے لیے تریاق کی حیثیت رکھتی ہے اور وہ دوائیاں بھی ہیں جو اس کے لیے موت کا موجب بن سکیں۔ مگر یہ امتیاز کون کرے گا۔ یہ اس مریض کے بس کا روگ نہیں اسے کیا خبر کہ یہ گولی جو بظاہر خوبصورت نظر آ رہی ہے اس کے اوپر چینی کے دانے بھی دکھائی دے رہے ہیں ہوسکتا ہے اس کے اندر زہر ہو یا اس میں ایسے اجزاء ہوں جو اس کے لیے سم قاتل کی حیثیت رکھتے ہوں۔ بالآخر امتیاز وہ ڈاکٹر کرے گا جو ان دوائیوں کے اجزائے ترکیبی اور مرض کی حقیقت کو جانتا ہے۔

اسی طرح اس کائنات میں حضرت انسان کے دائیں بائیں، اوپر نیچے، اندر باہر ہر طرف اشیاء کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ بے شمار روشیں ہیں مگر اس میں خیر و شر کا امتیاز کون کرے گا۔ انسانی عقل اتنی کامل نہیں کہ ہر چیز کے حسن و قبح کو اجاگر کر سکے۔ تجربات شاہد ہیں کہ انسان نے کئی چیزوں کو اچھا سمجھا، مگر وہ اس کے لیے نقصان دہ ثابت ہوئیں۔

وعسی ان تکرھوا شیا وھو خیر لکم و عسی ان تحبوا شیا
وھو شرلکم واللہ یعلم وانتم لاتعلمون (پ ۲ رکوع ۱۰)
اور ہوسکتا ہے کہ تم ناپسند کرو کسی چیز کو حالانکہ وہ تمھارے لیے بہتر ہو
اور ہوسکتا ہے کہ تم پسند کرو کسی چیز کو حالانکہ وہ تمھارے حق میں بری
ہو اور حقیقت حال اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

خیر و شر کا صحیح امتیاز وہ حکیم و علیم خدا ہی کر سکتا ہے جو ان اشیاء کا خالق اور ان کے اسرار و رموز پر آگاہ ہے، مگر ان خدائی حقائق پر انسانی آگاہی نبوت کے بغیر ناممکن ہے۔

نبوتِ مصطفٰے

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ خدا خود آپ کی نبوت کا شاہد اور پورا عرب معاشرہ آپ کی صداقت کا گواہ ہے بلکہ آپ کی نبوت انسانیت کے لیے احسانِ عظیم ہے جس نے انسان کو انسانیت کی حقیقی قدروں سے آشنا کیا۔ یوں تو قرآن کی ہر آیت حضور کی نبوت کا زندہ ثبوت ہے مگر میں مشت از خوارے کی حیثیت سے صرف دو عام فہم دلائل ذکر کرتا ہوں۔

ا۔ کلامِ الٰہی

آج سے چودہ صدیاں پیشتر اگر خطہ عرب کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان بتوں کے سامنے سجدہ ریز تھا۔ درندوں کی طرح خونخوار اور تہذیب و مروت سے ناآشنا تھا۔ الغرض انسان تھا مگر انسانیت سے محروم تھا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کو انسانیت کی اس زبوں حالی پر رحم آیا اور اپنے محبوب حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اولادِ آدم کی رہنمائی کے لیے نبوت کا تاج پہنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیغام نبوت سنایا اور انسانوں کو انسانیت کی طرف بلایا مگر صدیوں کا ذہنی بگاڑ صرف ایک آواز سے کیسے زائل

ہو۔ پورا معاشرہ مخالف ہو گیا اور وجہ انحراف یہ بتائی کہ نہ آپ خدا کے نبی ہیں اور نہ یہ خدا کا پیغام ہے' بلکہ خود ساختہ ہے۔ کفار کا یہ اعتراض تھا کہ غیرت خداوندی جوش میں آئی نبوت مصطفٰے کی دلیل نازل فرما دی۔

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ.

(اور اگر تمھیں شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے بندے نبی آخر الزمان پر نازل کیا' تو اس جیسی ایک سورۃ ہی لا کر دکھا دو)

یہ چیلنج صرف عرب کے شعراء اور بلغاء کے لیے نہیں بلکہ عرب و عجم کے سب منکرین کو دیا جا رہا ہے۔ اسلام کے دشمنوں کے لیے یہ کتنا آسان طریقہ تھا کہ تین آیات کی ایک سورۃ بنا کر وحی مصطفٰے کے اس چیلنج کا جواب دے دیتے اور اس طرح آپؐ کی نبوت کا انکار ثابت کر دیتے لیکن چودہ صدیاں گزر چکی ہیں یہ چیلنج بدستور فضاؤں میں گونج رہا ہے کوئی بدخواہ آج تک جواب نہیں دے سکا اور نہ قیامت تک دے سکے گا۔ اس ایک آیت نے نبوت مصطفٰے کا ایسا مسکت ثبوت فراہم کر دیا ہے کہ کسی بڑے سے بڑے سرکش مخالف کو بھی مجالِ انکار نہیں ہو سکتی۔

۲۔ دعوت مباہلہ

۱۰ھ کا واقعہ ہے کہ بنی نجران کے ایک عیسائی وفد نے حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدہ توحید و تثلیث کے موضوع پر بحث کی۔ آپ نے تردید تثلیث کے لیے واضح اور روشن دلائل پیش فرمائے مگر وہ تثلیث کی رٹ لگاتے رہے' چنانچہ ان مخالفین پر حجت قائم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو ان سے مباہلہ کرنے کا حکم دیا۔ مباہلہ کی تعریف یہ ہے کہ فریقین نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کریں کہ ان میں سے جو جھوٹا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو' چنانچہ نبی آخر الزماں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اٹھائے ہوئے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراءؓ اور حیدر کرار رضی اللہ عنہ کو ساتھ لائے جب وفد نجران نے یہ نورانی چہرے دیکھے تو ان کے اسقف (لاٹ پادری) نے کہا کہ اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا تو یاد رکھو تمہارا نام و نشان مٹ جائے گا۔ چنانچہ انھوں نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور جزیہ ادا کرنے کے

لیے تیار ہو کر صلح کر لی۔

یہ حضور کی نبوت کا واضح ترین ثبوت ہے اگر حضور نبی آخر الزماں کو اپنی نبوت کے متعلق ادنیٰ سا بھی شک ہوتا تو بذات خود مباہلہ کے میدان میں تشریف نہ لاتے اور اگر نصرانیوں کو اپنے عقیدہ کی سچائی پر یقین ہوتا تو وہ کبھی مباہلہ سے انکار نہ کرتے۔

ختم نبوت

ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی شخص نبوت کا دعویٰ نہیں کر سکتا اور یہ ایسا متفق علیہ عقیدہ ہے جس میں کسی مسلمان کو اختلاف نہیں ہے اس کی ضرورت کے چند پہلو ہدیہ ناظرین ہیں۔

۱۔ انسانی رشد و ہدایت کے لیے کئی کتب اور صحیفے نازل ہوئے مگر اس حکیم و علیم خدا نے کسی کی حفاظت کا اعلان نہیں فرمایا۔ لہٰذا وہ کتب آئیں اور اپنی اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے بعد چلی گئیں۔ آج کوئی بھی اپنی اصلی صورت میں موجود نہیں' بالآخر قرآن مجید آیا اور ایسا آیا کہ بس آ ہی گیا چونکہ وہ آخری تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا۔ اسے مستقبل کے ہر زماں و مکاں کے لیے ناقابل تغیر کامل ضابطہ حیات قرار دیا اور واضح اعلان فرما دیا۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا. (المائدة)

ترجمہ: آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا ہے تمہارا دین اسلام ٹھہرا کر راضی ہوا ہوں۔

اس آیت کے معنی بالکل صاف اور واضح ہیں کہ دین اسلام تدریجی مراحل طے کرتا ہوا آج پایہ تکمیل کو پہنچ گیا ہے جو ہر حیثیت سے مکمل ہے' اس کے بعد اب کسی مزید ہدایت یا پیغام کی حاجت باقی نہیں ہے۔ پس اگر پیغام اور ہدایت ختم ہو گئی تو پیغامبر اور ہادی کی ضرورت بھی ختم ہو گئی۔ جب قرآن مجید کامل مکمل اور آخری ہدایت ہے تو لامحالہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کامل مکمل اور آخری نبی ہیں۔

۲۔ حضور نبی آخرالزمان کی بعثت سے قبل دنیا کے مختلف حصوں اور مختلف وقتوں کے

لیے انبیاء کرام تشریف لاتے رہے ان کی تعلیم عالمگیر نہ تھی اور عالمگیر ہو بھی کیسے سکتی تھی جب کہ انسانیت کو ارتقائی منازل طے کرنے میں ابھی بہت وقت درکار تھا۔ بالآخر ہمارے ہادی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد اس وقت ہوئی جب دنیا ایک ایسی منزل پر پہنچ چکی تھی جہاں سے وہ حقائق کے تمام امور کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ چنانچہ اب اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان کو عالمگیر دین دے کر بھیجا اور فرمایا جا کر اعلان کر دو۔

قل یا ایها الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعاً (اعراف)

اے نبیؐ فرما دیجیے میں تم سب لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

وما ارسلنک الا رحمته للعالمین (الانبیا: ۱۰۷)

اے محبوب! تمام عالمین کے لیے آپ کا وجود مسعود سراپا رحمت ہے۔

نبی آخر الزمان کا اپنا ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیں۔ **ارسلت الی الخلق کافة** میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

کان کل نبی یبعث الی قومه خاصة و بعثت الی کل احمر و اسود. ہر ایک نبی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا' لیکن میں تمام سرخ اور سیاہ اقوام کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

گزشتہ سطور اعلان کر رہی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں' ہر عالم اور ہر مخلوق کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ تو جب عالمگیر رسول عالمگیر پیغام ہدایت لے کر آ گیا تو مزید کسی پیغام کی ضرورت باقی نہ رہی...... لہٰذا سلسلہ نبوت کو ختم ہونا چاہیے تھا جو کہ ہو گیا۔

جب اپنی پوری جوانی پہ آ گئی دنیا
جہاں کے واسطے اک آخری نظام آیا

منطقی اصول

انبیاء کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ حق و باطل کو واضح کر دیا جائے اور فلاح دارین کے لیے انسان کو کامل ہدایت پہنچا دی جائے۔ لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی شکل میں انسان کو کامل ہدایت عطا فرما دی تو جس مقصد کے لیے انبیاء کا سلسلہ جاری کیا گیا تھا وہ

لامحالہ ختم ہو گیا کیونکہ منطق کا یہ اصول ہے۔ اذا فات الشرط فات المشروط. (جب شرط پوری ہو جائے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے)

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے وہ کامل ہدایت عطا کی گئی ہے۔ اس لیے منطقی طور پر آپ اس سلسلہ کے خاتم قرار پائے ہیں۔

آخری نمونہ

کسی بزرگ کا ارشاد ہے: ”آنے کو تو پیغمبر اور ہادی کہاں نہیں آئے۔ ہر قوم میں آئے' ہر نسل میں آئے اور ہر ملک میں آئے ہر زمانے میں آئے اللہ کا سلام ہو ان پر۔“

لیکن یہ سب جانے کو آئے' ایک مقررہ وقت اور معین زمانے کے لیے آئے۔ ان کے احکام ان کے نمونے وقتی تھے۔ قیامت تک رہنے کو ایک ہی دین آیا اور آیا تو آ گیا۔ اب اسے کون مٹائے۔ وہ آنے والا تو آخری آنے والا تھا۔ وہ چلا جائے اور اس کا نمونہ مٹ جائے تو قیامت آئے۔ اب تو کوئی آنے والا ہی نہیں۔ نمونہ تو یہی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ازل میں ہی یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ یہ آخری نمونہ ہے اور قیامت تک ہی رہے گا۔

ختم نبوت ایک نعمت ہے

ختم نبوت اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے جس کی بدولت امت مسلمہ میں ایک عالمگیر برادری اور وحدت قائم ہے۔ اگر یہ عقیدہ نہ ہوتا تو امت مسلمہ کو یہ وحدت کبھی نصیب نہ ہوتی کیونکہ ہر نبی کے آنے پر یہ پارہ پارہ ہوتی رہتی اور یہ ایک امت ایسی مختلف اور متعدد امتوں میں تقسیم ہو جاتی جن میں سے ہر امت کا روحانی مرکز الگ ہوتا۔ تاریخ الگ' علمی وتہذیبی سرچشمہ الگ ہوتا بلکہ انسان ہمیشہ اپنے مستقبل کی طرف سے غیر مطمئن رہتا اور ہر نئے آنے والے نبی کا منتظر رہتا' لیکن عقیدہ ختم نبوت نے مسلمانوں کو ہر ایسے بنیادی اختلاف سے محفوظ کر دیا ہے جو ان کے اندر مستقل تفریق کا باعث بن سکتا ہے۔

مرتد کے لغوی و اصطلاحی معانی اور اس کی شرائط و سزا

مفتی عبدالقیوم ہزاروی

سوال: مرتد کی لغوی اور اصطلاحی معانی بیان کریں نیز مرتد ہونے کی شرائط اور اس کی سزا کو واضح کریں۔ محمد ارسلان صدیقی فیصل آباد

جواب: محترم محمد ارسلان صدیقی صاحب' السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

مرتد کا لغوی معنیٰ

مرتد کا لغوی معنیٰ یہ ہے کہ کسی چیز کو دوسری چیز کی طرف لوٹا دینا۔ یہی وجہ ہے کہ مرتد اسلام سے پھر جاتا ہے اور حقیقت میں کسی کو مرتد اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کر لے۔ (تاج العروس' ۲:۳۵۱)

مرتد کا اصطلاحی معنیٰ

شرع کی اصطلاح میں مرتد اس شخص کو کہتے ہیں جو دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر کفر اختیار کرے۔ اب اس کے کسی قول' فعل پر اعتبار نہیں کیا جائے گا کہ آیا اس نے حقیقت میں ایسا کیا ہے یا نہیں۔ خواہ اس کا یہ کہنا عناداً ہو یا اعتقاداً ہو یا استہزاء اسی طرح اگر کوئی شخص حرام قطعی کو حلال جانے تو وہ مرتد ہے۔ مثلاً زنا' شراب نوشی' قتل' چوری اور ڈاکہ وغیرہ۔

مرتد کا حکم

ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا ومن یَرْتَدِدْ منکم عن دینه فَیَمُتْ وهو کافر فاولئک حبطت اعمالهم فی الدنیا والاخرة واولئک اصحب النارهم فیها خلدون.

اور وہ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمھیں تمھارے دین سے پھیر دیں اگر پھیر سکیں اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے پھر کافر ہو کر مرے تو ان لوگوں کے تمام (نیک) عمل ضائع ہو گئے دنیا میں اور آخرت میں اور وہ دوزخ والے ہیں۔ (البقرہ' ۲:۲۱۷)

ملعونین' اینما ثُقِفُوْ آ اخذوا وقُتِلُوْا تقتیلا.
پھٹکارے ہوئے (لعنتی) جہاں کہیں ملیں پکڑے جائیں اور گن گن کر قتل کیے جائیں۔ (الاحزاب ۳۳:۶۱)

حدیث پاک سے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ملحد مرتد لائے گئے آپ نے ان کو جلا دیا۔ یہ بات ابن عباس رضی اللہ عنہما کو پہنچی تو فرمایا میں ہوتا تو نہ جلاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

لا تعذوبوا بعذاب اللّٰه ولقتلتهم لقول رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من بدل دینه فاقتلوه.
اللہ کا عذاب (کسی کو) مت دو! میں ان کو قتل کر دیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے جو اپنے دین کو بدلے اسے قتل کر دو۔ (مشکوۃ ص ۳۰۷ بحوالہ بخاری)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "آخری زمانہ میں کچھ نوعمر' کم عقل لوگ آئیں گے بہترین خلق (محمد) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں (حدیث) بیان کریں گے (یا مخلوق میں سب سے بہتر باتیں کریں گے) ان کا ایمان ان کے حلق سے آگے نہیں بڑھے گا' دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے لگ کر۔

فاینما لقیتموهم فاقتلوهم فان فی قتلهم اجراً لمن قتلتهم یوم القیمة.
ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو! کہ ان کے قتل کرنے میں' قتل کرنے والوں کے لیے قیامت کے دن ثواب ہوگا۔ (متفق علیہ۔ مشکوۃ ص ۳۰۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

ان یهودیة کانت تیشتم النبی صلی اللّٰه علیه وسلم و تقع فیه فخنقها رل حتی ماتت فابطل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم دمها.
ایک یہودی عورت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا بھلا کہتی اور لعن وطنز کرتی' ایک مسلمان (عاشق رسول) نے اس کا گلا دبا دیا یہاں تک کہ مرگئی' رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا خون رائیگاں قرار دے دیا۔ (ابو داؤد۔ بحوالہ مشکوۃ ص ۳۰۸)

احکام فقہ

فقہائے اسلام سے

واذا ارتد المسلم والعیاذ باللّٰہ عرض علیه الاسلام' فان کانت له شبهة کشفت عنه لانه عساه اعترته شبهة فتزاح وفیه دفع شره باحسن الا مرین الا ان العرض علی ماقالو اغیر واجب لان الدعوة بلغته و یحبس ثلاثة ایام فان اسلم والاقتل.

اگر مسلمان' اسلام سے پھر جائے۔ خدا کی پناہ۔ تو اس پر اسلام پیش کیا جائے گا' اگر اس کا کوئی شبہ ہے تو اس کو دور کیا جائے گا' اس لیے کہ ممکن ہے ایسے شبہ ہو گیا تو اس کا ازالہ کر دیا جائے گا۔ اس صورت میں اس کی برائی کو دو میں سے بہتر طریقہ سے ختم کر دیا جائے گا۔ یعنی قتل یا اسلام۔ البتہ اس پر اسلام پیش کرنا جیسا کہ علماء نے فرمایا لازم نہیں۔ اس لیے کہ اسے دعوت اسلام پہنچ چکی ہے' اور اسے تین دن قید میں رکھا جائے گا اگر مسلمان ہو جائے تو بہتر' ورنہ قتل کر دیا جائے۔ (ہدایہ ص ۵۶۵' ج ۲۔ کتب السیر)

امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ تین دن کی مہلت دینا مستحب ہے خواہ وہ مطالبہ کرے یا نہ کرے۔ امام شافعی رحمتہ اللہ نے فرمایا حاکم پر لازم ہے کہ اسے تین دن کی مہلت دے۔ اس سے پہلے اسے قتل کرنا جائز نہیں۔ (ہدایہ مع فتح القدیر ص ۳۰۸ ج ۵ طبع پاکستان)

تین دن کی مہلت

ایک شخص ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ہاں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپ نے پوچھا کوئی نئی خبر؟ بولا جی ہاں! ایک شخص اسلام سے مرتد ہوا ہم نے قتل کر دیا۔ آپ نے فرمایا اسے تین دن کسی مکان میں قید کیوں نہ رکھا؟ ہر دن ایک روٹی اسے کھلا دیتے۔ شاید توبہ کر لیتا۔ پھر فرمایا اے اللہ نہ میں موجود تھا۔ نہ میں نے حکم دیا اور نہ میں راضی تھا۔ (موطا امام مالک ص ۶۴۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

من غیر دینه فاضربوا عنقه.

جو اپنا دین بدلے اس کی گردن مار دو! (موطا مالک ص ۶۴۰)

کیا مرتد کو فی الفور قتل کیا جائے گا یا مہلت دی جائے گی

سوال: مرتد کے بارے میں کیا حکم ہے۔ کیا اس کو فی الفور قتل کر دیا جائے گا یا اس کو کتنی مہلت دی جائے گی؟

محمد شعیب ضلع شیخوپورہ

جواب:

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من بدل دینه فاقتلوه.

جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کو قتل کر دو۔ (بخاری ۲:۱۰۲۳)

تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ مرتد کو قتل کرنا واجب ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت معاذ ؓ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتد کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسلمان کا خون صرف تین اسباب میں سے کسی ایک سبب سے حلال ہے۔ (۱) جان کا بدلہ جان ہو یا (۲) شادی شدہ زانی ہو (۳) وہ اپنے دین کو چھوڑ کر جماعت سے علیحدہ ہونے والا ہو۔ (مراد مرتد ہو)

(مشکوٰۃ ص ۲۹۹ بحوالہ صحیح بخاری و صحیح مسلم)

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان مرتد ہو جائے تو پھر اس پر اسلام پیش کیا جائے گا۔ اگر تو اس نے اسلام قبول کیا اور مسلمان ہو گیا تو ٹھیک ورنہ اسی جگہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ ہاں اگر وہ مہلت طلب کرے تو اس کو تین دن تک مہلت دی جائے گی۔

ایک دوسری بات یہ بھی ہے کہ مرتدین کا جرم عرب کے مشرکین کی طرح ہے۔ مشرکین عرب نے حق کی پاسداری اور وفاداری نہیں کی۔ بس عرب لوگوں کے لیے جو مشرکین تھے دو راستے تھے۔ اسلام یا تلوار۔ اس طرح مرتدین کے لیے بھی دو ہی حکم ہیں یا تلوار یا اسلام۔

(منہاج الفتاویٰ۔ جلد چہارم۔ ص ۳۵۷ تا ۳۶۱ از۔ مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی)

مرزائیوں کے اعتراض اور ان کے جوابات

ازقلم: مولانا محمد ابراہیم

وما جعلنا هم جسد الا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین. یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کھانا کھایا کرتے تھے اور پانی پیا کرتے تھے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں تو کیا کھاتے ہیں اور کیا پیتے ہیں اور کہاں بول براز کرتے ہیں؟

جواب

۱۔ مرزائی کمپنی کے ایجنٹو! بتلاؤ تو سہی کہ تم جس وقت اپنی ماں کے پیٹ میں رہتے تھے۔ تو کیا کھاتے پیتے تھے اور کہاں بول و براز کرتے تھے؟

۲۔ حضرت یونس علیہ السلام تین دن تک مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہے تو بتلایئے کہ کیا کھاتے پیتے تھے اور کہاں بول و براز کرتے تھے۔

۳۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت مائی حوا علیہا السلام جب آسمان میں یعنی جنت میں رہے تو کیا کھاتے پیتے تھے اور کہاں بول و براز کرتے تھے۔

۴۔ مرزا صاحب نے خود تحریر کیا ہے کہ میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مل کر ایک ہی برتن میں کھانا کھایا ہے۔ اب تم بتلاؤ اور مرزا صاحب سے پوچھو کہ وہ کیا کھانا تھا اور کیا پینا تھا۔ (نور الحق حصہ اوّل ص ۵۷ مصنفہ مرزا قادیانی)

۵۔ مرزا قادیانی نے خود تسلیم کیا ہے کہ اس درجہ پر مومن کی روٹی بھی خدا ہوتا ہے۔ جس کے کھانے پر اس کی زندگی موقوف ہے اور مومن کا پانی بھی خدا ہوتا ہے۔ جس سے وہ موت سے بچ جاتا ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم)

۶۔ مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیاتِ جسمانی کے قائل ہیں اب تم بتلاؤ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیا کھاتے پیتے ہیں اور کہاں بول و براز کرتے ہیں جیسا کہ وہ لکھتے ہیں۔

وانّہٗ حیٌّ فی السماء ولم یمت ولیس من المیتین. (نور الحق حصہ اوّل ص ۶۹)

و دیگر بل حیاۃ کلیم اللہ ثابتٌ بنص القرآن الکریم. (حمامۃ البشریٰ ص ۴۸)

۷۔ مرزائیو! اگر میں کہوں کہ مرزا صاحب اپنے اہل وعیال کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے۔ تو جب مرزا صاحب مر گئے تو آپ کے مرنے کے ساتھ ہی آپ کے اہل و

عیال بھی مر گئے؟

۸۔ اصحابِ کہف تین سونو برس بغیر کھانے پینے کے کیسے زندہ رہے جو خالق اصحابِ کہف کو اتنی مدت بغیر طعام کے زندہ رکھ سکتا ہے۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ نہیں رکھ سکتا؟

۹۔ اہل جنت کیا کھائیں گے اور کیا پیئیں گے اور کہاں بول و براز کریں گے؟

۱۰۔ آیت مذکورہ میں سے مایہ حیات طعام کا ہونا معلوم ہوتا ہے طعام کا معنیٰ یَطْعَمُ کے ہیں یعنی جو طعم اور غذا ہو کر مایہ حیات بنے۔ طعام کا معنیٰ گیہوں یعنی حبوب وغیرہ نہیں بلکہ منجملہ افرادِ طعام میں سے ہیں۔ کیا آپ نے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک نہیں سنا۔

یہ طعام ارضی کے علاوہ کسی دوسری اشیاء کے خورد ونوش کی خبر دی ہے۔ اسی طرح بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سوال کے جواب میں ظہورِ دجال کے وقت بطور استدراج جب رزق کے خزانے دجال کے ہاتھ میں ہوں گے۔ **فکیف بالمومنین یومئذٍ فقال یجزی ھم ما یجزی اھل السماء من التسبیع و التقدیس** (مشکوٰۃ شریف)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے راوی پوچھتا ہے کہ کیا حال ہوگا اہل ایمان لوگوں کا جب کہ طعام وغیرہ دجال کے ہاتھ میں ہوگا؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح آسمان پر رہنے والوں کا مایہ حیات طعام ذکر الٰہی ہے۔ اسی طرح مومنین کا ذکر سبحان الملک القدوس کا ذکر کریں گے۔ یہی ذکر مومنین کا طعام ہوگا۔

۱۱۔ حضرت امام ابن قیمؒ نے اپنی کتاب میں بعبارت النص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور آپؑ کی خوراک کو درج فرمایا ہے جیسا کہ **وھذا المسیح ابن مریم علیہ السلام حیٌّ لَمْ یَمُتْ وغِذَاءُ ہ' من جنسِ غِذَاءِ الملائکۃِ.**

(کتاب التبیان کلاں ص ۱۳۹ خورد ص ۲۸۳ مطبوعہ مصر)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں ہرگز نہیں فوت ہوئے اور ان کی خوراک وہی ہے جو ملائکہ کی ہے چونکہ ملائکہ کی غذا اور خوراک بھی تسبیح و تحلیل ہے۔

۱۲۔ دیگر چونکہ بول و براز کا تعلق اور دار و مدار مادی غذا اور ظاہری خوراک پر ہے۔ چونکہ ان کی مادی اور ظاہری خوراک ہے ہی نہیں اس لیے ان کے بول و براز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

گستاخ رسول اور مرتد
اسلام میں دونوں کی سزا قتل ہے

مولانا ڈاکٹر احمد علی سراج (کویت)

مرتد اس شخص کو کہتے ہیں جو پہلے مسلمان ہو اور پھر ضروریات دین اور اسلام کے بنیادی احکامات کا انکار کر دے تو ایسا شخص شرعی اصطلاح میں مرتد کہلاتا ہے۔ ایسا شخص جو اسلام سے پھر جائے یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ماننے سے انکار کر دے وہ مرتد کہلائے گا۔ فرمانِ نبوت کا انکار ہو یا ختم نبوت کا انکار دونوں ارتداد کے حکم میں آتے ہیں۔ اس لیے اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن وسنت میں سے کسی ایک کی حجیت کا بھی منکر ہو وہ مرتد ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ زندیق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے گئے تو انھوں نے ان کو جلا ڈالا۔ پھر جب اس بات کی خبر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو انھوں نے فرمایا کہ ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اس کو قتل کر دو (بخاری) اسلامی حکومت میں حدود اسلامی کے نفاذ میں مرتد کی سزا قتل ہے۔ اس کا اجراء رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی حیات مبارکہ میں فرمایا۔ بخاری ومسلم میں متفق علیہ حدیث ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ عکل کے کچھ لوگ آئے اور اسلام قبول کیا لیکن ان کو مدینہ کی آب وہوا موافق نہیں آئی۔ جس کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ وہ اونٹوں کے رہنے کی جگہ چلے جائیں...... پھر وہ مرتد ہو گئے اور اونٹوں کے چرواہوں کو قتل

کر کے اونٹوں کو ہانک کر لے گئے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ ﷺ نے ان کے پیچھے سواروں کو بھیج کر حکم دیا کہ ان کو پکڑ کر لایا جائے جب انھیں پکڑ کر لایا گیا تو ان کے جرم کی سزا پر ہاتھ پیر کاٹ دیے گئے اور ان کی آنکھیں پھوڑ دی گئیں۔ آخر کار وہ سب مر گئے۔ (بخاری و مسلم) دنیا میں ارتداد پر سزا پانے کے بعد آخرت میں اپنے کفر کی وجہ سے مرتد جہنم کی آگ کا ایندھن بھی بنے گا۔

یہ بات ذہن نشین کر لیں، اسلام میں سب سے بڑی عزت اور عظمت اللہ رب العزت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ اب اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے تو اس کی سزا قتل ہے۔ حاکم اسلامی پر لازم ہے کہ ایسے شخص کو تین دن کے لیے قید میں رکھ کر مہلت دے۔ اگر وہ ان تین دنوں میں توبہ کر کے دائرہ اسلام میں لوٹ آئے تو ٹھیک ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے کیونکہ اسلام نے مرتد کی سزا قتل مقرر کی ہے اس حکم اسلامی پر تمام مکاتب فکر اور فقہاء آئمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ مرد اور عورت دونوں اس حکم میں برابر ہیں۔ مرتد کی سزا میں قتل کرنا کوئی ظلم نہیں بلکہ اسلامی معاشرہ کو ارتداد سے بچانے کے لیے یہ ایک عظیم قدم رحمت ہے تا کہ دوسرے لوگوں کو ارتداد سے بچایا جائے۔ جرائم پر سزا سے دوسرے لوگوں کے لیے عبرت کا درس ہوتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتی تھی تو ایک شخص نے اس کا گلہ گھونٹ ڈالا جس سے وہ مر گئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون معاف کر دیا (ابو داؤد) یعنی ایسے شخص سے کوئی مواخذہ نہیں کیا گیا۔ ظاہر ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی ایک بہت بڑا جرم ہے جس کی سزا یہی ہے اور پھر آخرت میں ایسے شخص کے لیے جو ارتداد کا مرتکب ہوتا ہے سخت ترین عذاب ہے۔ وہ نار ہے، جحیم ہے، جہنم ہے اور دوزخ کی آگ ہے۔ جس میں سانپ اور بچھو ہیں۔ اگر کسی اسلامی حکومت میں اس کا نفاذ نہیں تو اللہ کی عدالت میں مرتد کو سزا سے نہیں بچایا جا سکتا کیونکہ جو کفر پر مرے اس کے لیے سخت عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔ اس دن (قیامت کے دن) بہت سے منہ سفید (منور) ہوں گے اور بہت سے منہ کالے ہوں گے پس جن کے منہ کالے ہوں گے ان سے کہا جائے گا کہ تم ایمان لانے کے بعد پھر کافر ہو گئے تھے تو تم نے جو کفر کیا ہے

اس کے بدلے میں عذاب چکھو (سورہ آل عمران۔ القران) مرتد کو کافر کہنا عین اسلامی حکم ہے کیونکہ ایسا شخص جو ضروریات دین میں کسی ایک کا انکار کرتا ہو یا اسلام کے بنیادی احکامات کا استہزا کرتا ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا منکر ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان یعنی سنت نبوی کی حجیت کا منکر ہو یا اللہ رب العزت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہو یا شعائر اسلامی کے خلاف بکتا ہو تو ایسا شخص کیسے مسلمان ہوسکتا ہے؟

اسلام نے دوملی نظریے کا تصور دیا ہے۔ اس دنیا میں دوملتیں ہیں ایک ملت مسلم ہے اور دوسری ملت کافر۔ ان دونوں اصطلاحوں کو قرآن پاک اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کیا ہے۔ دنیا کے سارے انسان مومن نہیں بلکہ انسانوں میں دوگروہ ہیں جن کی تقسیم مسلمان اور کافر کے ساتھ ہے۔ دنیا کے تمام مسلمان ایک ملت ہیں اور کافر دوسری ملت ہیں اور پھر جب کوئی مسلمان اسلام سے پھر جائے تو وہ ملت کفر کا فرد بن کر مرتد کے حکم میں آتا ہے۔ پھر ایسے مرتد کو مسلمان سمجھنا بھی منع ہے بلکہ مرتد کو کافر سمجھنا عین اسلامی حکم ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ رب ذوالجلال ہم سب مسلمانوں کو ایمان و اسلام میں استقامت و اخلاص سے قبول فرما کر خاتمہ بالخیر ایمان پر فرمائے اور اس دور پرفتن میں ارتداد سے بچائے اور ہماری حفاظت فرمائے (آمین) شرعی طور پر مرتد پر جو احکامات لاگو ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) اگر اسلامی حکومت میں ارتداد کی سزا ہے تو اس کو تین دن کی مہلت دے کر قید میں رکھے پھر اگر وہ اپنے ارتداد سے باز نہیں آتا اور توبہ نہیں کرتا تو حاکم وقت اس کو قتل کرادے۔

(۲) اگر مرتد ملک سے باہر بھاگ گیا یا ملک میں قانون ارتداد میں سزا نہیں ہے تو ایسی صورت میں اگر وہ زندہ ہے اور حکومت کی سزا سے بچ گیا ہے تو فقہی طور پر ایسے مرتد کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کی بیوی عدت پوری کرنے کے بعد کسی دوسرے شخص سے شادی کرسکتی ہے کیونکہ ایک مسلم خاتون کسی کافر مرتد کی بیوی نہیں بن سکتی اور اس طرح کوئی مرتد شخص کسی مسلمان عورت سے شادی نہیں کرسکتا۔

(۳) ارتداد کے بعد مرتد کافر اپنے والد کی میراث سے محروم ہو جاتا ہے۔ گویا اس

حدیث کی روشنی میں کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔ کافر کے ساتھ تو معاشرتی اور تجارتی تعلقات رکھے جاسکتے ہیں مگر جو مرتد ہو اس سے سماجی تعلقات رکھنا بھی جائز نہیں کیونکہ ارتداد کے بعد وہ درخت سے ٹوٹا ہوا ایسا پتہ ہے یا ایسی شاخ ہے کہ اب اس قابل نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دشمن سے دوستی یا تعلقات رکھے جاسکیں۔

یاد رکھیں کہ ارتداد کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے۔ ارتداد کی مختلف شکلیں ہیں۔ بعضوں کا تعلق ایمان اور اسلام کے ساتھ ہے۔ مثلاً اللہ کی ذات و صفات میں انکار' سنت نبوی کی حجیت کا انکار' فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قطعی انکار' ختم نبوت کا منکر' عبادات میں نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار اس طرح اللہ کی حلال چیزوں کو حرام یا حرام چیزوں کو حلال یا دونوں کے فرق کو ختم کر کے یہ کہنا کہ حلال وحرام کی تمیز یا فرق کو نہیں مانتا۔ ضرورت دین کا اور آخرت کا انکار یا جنت وجہنم کے وجود کا انکار' ان سب امور میں کسی ایک کا انکار بھی ارتداد ہے جو موجبات کفر میں سے ہے۔ قرآن پاک کی ایک آیت کا انکار بھی موجب کفر میں سے ہے۔

کفن بدوش قائد..... جب ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت چلی تو حضرت مولانا سید یوسف بنوریؒ تحریک کے امیر اور مولانا محمود احمد رضوی سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔ مولانا یوسف بنوریؒ کے فولادی عزم اور ولولہ انگیز قیادت نے پوری قوم میں جہاد کی روح پھونک دی۔ آپ نے پورے ملک کا طوفانی اور ایمانی دورہ کیا اور مسلمانوں کی رگوں میں خون کی بجائے بجلی دوڑادی' اور لوگ آپ کے نعرہ جہاد پر لبیک کہتے ہوئے میدان میں کود پڑے۔

جب گھر سے نکلے تو اپنے مدرسہ کے مفتی صاحب کے پاس گئے اور فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب! میں تحریک کی راہنمائی کے لئے جا رہا ہوں اور اپنا کفن بھی ساتھ لے کر جا رہا ہوں پھر کفن نکال کر دکھایا۔ مزید فرمایا کہ مرزائیوں کو اس ملک میں آئین کی رو سے کافر ٹھہراؤں گا۔ اپنی جان کا نذرانہ پیش کروں گا۔ واپس گھر جانے کا ارادہ نہیں۔ یہ مدرسہ تمہارے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ اس کی حفاظت کرتے رہنا۔ (اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے پوری ملت اسلامیہ کی لاج رکھ لی اور قادیانیوں کو آئین کی رو سے کافر قرار دے دیا گیا)

لاہوری مرزائی کافر کیوں ہیں؟

از مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ

پیغامی لاہوریوں کا کفر وارتداد

بعض لوگوں کو پیغامی لاہوریوں کے کفر وارتداد کے متعلق یہ شک ہوتا ہے کہ پیغامی نہ ختم نبوت کے منکر اور نہ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں تو پھر یہ کافر و مرتد کیوں ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو یہ تسلیم نہیں کہ پیغامی واقعی ختم نبوت کے حقیقتاً منکر نہیں اور بالفرض اگر پیغامی ختم نبوت کے منکر نہ بھی ہوں تو بھی دوسرے کفریات سے کیونکر ان کو نجات ہو سکتی ہے۔ پیغامیوں کی کفریات بھی مرزا کی طرح لاتعداد و لاتحصیٰ ہیں جن میں سے ہم یہاں بطورِ نمونہ چند وجوہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

لاہوری مرزائیوں (پیغامیوں) کے وجوہ تکفیر

(وجہ اوّل) مرزا قادیانی کے دعوائے نبوت کا انکار

تشریح: مرزا قادیانی نے قطعاً ویقیناً دعوائے نبوت کیا ہے اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد دعوائے نبوت دروغ اور نبوت کاذبہ ہے اور نبوت کاذبہ کی تکذیب کرنا بلکہ اس کے خلاف ہر قسم کا جہاد کرنا اہلِ اسلام کا فرض مذہبی ہے لہٰذا ہر مسلمان پر مسیلمۂ کذّاب و مرزا قادیانی کذّاب وغیرہ کی تکذیب کرنا فرض ہے ورنہ مسلمان رہنا ممکن نہ ہوگا کیونکہ ان کذابوں کی تکذیب نہ کرنے سے معاذ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے جو اپنے آپ کو آخر النّبیین اور لا نبي بعدي فرما گئے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ مسلمان بن جانے کے لیے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق شرط ہے جو تکذیب کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔ پس جو شخص نبوت کاذبہ کی تصدیق کرتا ہے وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت صادقہ کی تکذیب کرتا ہے اور اگر کوئی شخص نبوت کاذبہ کی تصدیق تو نہیں کرتا لیکن اس میں متردد ہے وہ گو نبوت کی کھلم کھلا تکذیب نہیں

کرتا ہے لیکن اس کی تصدیق میں متردد ہے اور ایمان کی تعریف میں تصدیق کے معنی یقین کامل اختیاری کے ہیں جو تردد کی صورت میں بالکل مفقود ہیں لہٰذا بحالتِ تردد بھی مومن نہیں ہو سکتا۔

حاصل یہ ہے کہ ایک مسلمان اس وقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے والا مومن ہوگا جبکہ وہ مسیلمہ اور مرزا جیسے تمام کذّابوں کی تکذیب بلا تردّد تامل کرتا ہو ورنہ ہر حال میں بے ایمان اور خارج از اسلام ہوگا۔ پس جیسے نبوّت صادقہ ایمان کا رکن ہے اسی طرح نبوت کاذبہ کی تکذیب بھی ایمان کی شرط ہے لہٰذا پیغامیوں کا مرزا کی نبوت کاذبہ کی تکذیب نہ کرنا اور صرف یہ کہنا کہ ”مرزا مدعی نبوت نہیں ہے“ ایک مستقل کفر ہے۔ فرض کرو کہ اگر آج کوئی یہ کہنے لگے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعوائے نبوت کیا ہی نہیں تو جیسے وہ بدیں وجہ کافر ہوگا کہ تصدیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم ہے اسی طرح کسی متنبّی کاذب کے قطعی اور یقینی دعوے کا منکر بھی کافر ہی ہوگا جو اس تکذیب سے علیحدہ ہے جس کے بدون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔

جس طرح نبی صادق کی تصدیق ضروری ہے اسی طرح متنبّی کاذب کی تکذیب بھی ضروری ہے۔

وجہ دوم

تشریح: مرزا نے نبوت حقیقیہ شرعیہ بلکہ تشریعیہ کا دعویٰ ایسے کھلے لفظوں میں کیا ہے کہ ان میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں اور جن عبارتوں میں کیا ہے وہ اُردو زبان کی عبارتیں ہیں۔ ہر اعلیٰ و ادنیٰ اس کا مطلب یہی سمجھتا ہے کہ مرزا مدّعی نبوت ہے اور اگر کچھ شرم و حیا ہوتی تو محمد علی صاحب اس بات کا احساس ضرور کر لیتے کہ انہوں نے مرزا کی اُردو عبارتوں پر جھوٹے معانی بیان کرتے ہوئے خاک ڈالنے کی کوشش میں اپنی ذات پر ایسا اخلاقی حملہ کیا ہے کہ ان کا کوئی سخت ترین دشمن بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ دعوائے نبوت کی عبارتیں عموماً اُردو زبان میں ہیں اور بجز محمد علی صاحب کے سب اہلِ زبان ان کے معنی دعوائے نبوت ہی سمجھتے ہیں لہٰذا اب ذیل کی دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہوگی۔

یا تو تمام ہندوستان میں سے صرف محمد علی صاحب پنجابی ہی میں بلا شرکت غیرے اُردو زبان سمجھنے کی قابلیت ہے حالانکہ ان کی تحریر و تقریر شاہد ہے کہ اپنی زبان کو با محاورہ بنانے کے لیے بھی ان کو سالہا سال درکار ہیں فصیح ہونا تو درکنار۔

دوسری صورت یہ ہے کہ سارے اہلِ زبان نے مطلب صحیح سمجھا صرف محمد علی ہی ایسے خوش فہم نکلے جو سمجھنے سے قاصر و عاجز رہ کر ان کے وہ معنی بیان کرتے ہیں جو تمام اہلِ زبان کے خلاف ہیں۔

ہم بنظر انصاف و صداقت اسی دوسری صورت کو صحیح نہیں مانتے ہیں کیونکہ ایک ہندوستانی کے لیے دوسرے ہندوستانی ہی کی معمولی عبارتوں کا نفس مطلب سمجھنا کسی طرح بھی اس قدر مشکل نہیں ہوسکتا بلکہ جب لکھنے والا اور سمجھنے والا دونوں پنجابی ہونے میں بھی مشترک ہوں تو حق یہ ہے کہ محمد علی صاحب بھی مطلب وہ ہی سمجھے ہوئے ہیں جو دوسرے لوگوں نے سمجھا مگر ازروئے عناد و مکر انکار کر کے خلق اللہ کو گمراہ بنانا چاہتے ہیں جس کا خلاصہ یہی نکلے گا کہ محمد علی صاحب دل میں تو ختم نبوت کے منکر اور مرزا کی نبوت کے قائل ہیں مگر ظاہر میں ازروئے مصلحت ختم نبوت کا اقرار اور مرزا صاحب کی نبوت کا انکار ہے اور یہ کھلا ہوا نفاق ہے جو بدترین کفر ہے۔

تیسری و چوتھی وجہ

پیغامی پارٹی ختم نبوت کو ضروریاتِ دین سے تسلیم کرتی ہے۔ نبوتِ حقیقیہ شرعیہ بلکہ نبوت تشریعیہ دونوں کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ختم مانتے ہیں اور واقعی یہ دونوں امر ضروریاتِ دین سے ہیں مگر پھر بھی نہ مرزا محمود اور اس کی جماعت کو کافر کہتی ہے نہ ظہیر الدین اروپی اور اس کے ہم خیالوں کو تو بس اب صرف تین ہی صورتیں ہوسکتی ہیں کہ لاہوریوں کے نزدیک ختم نبوت حقیقیہ و ختم نبوت تشریعیہ ضروریاتِ دین سے نہیں یا یہ کہ دونوں امر ضروریاتِ دین سے ہیں مگر ضروریاتِ دین کا انکار کفر نہیں یا ضروریاتِ دین سے بھی ہیں اور ان کا انکار کفر بھی ہے مگر پھر بھی کافر نہیں کہتے اور ظاہر ہے کہ ان تینوں صورتوں میں لاہوری پارٹی کفر کی زد سے نہیں بچ سکتی۔ ضروریاتِ دین کو ضروریاتِ دین نہ جاننا یا ان کے انکار کو کفر نہ سمجھنا یا انکار کرنے والے کو باوجود انکار ضروریاتِ دین کے کافر نہ جاننا یا کافر نہ کہنا بالاتفاق کفر ہے۔ (جیسے کوئی ابولہب کو کافر نہ جانے یا کافر نہ کہے تو وہ خود کافر ہے)

پانچویں وجہ

نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کرنا جو باقرار مرزا بھی متواترات میں اعلیٰ درجہ رکھتا ہے اور اس وجہ سے ضروریاتِ دین سے ہے گو اس میں تاویل ہو مگر ضروریاتِ دین کے انکار میں تاویل معتبر نہیں۔ (دیکھو اکفار الملحدین مصنفہ حضرت صدر المدرسین دار العلوم دیوبند)

چھٹی وجہ

پیغامی پارٹی نزول عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلہ میں مرزا سے کسی بات میں بھی جدا نہیں اور مرزا نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کو مشرکانہ اور بے ہودہ اور لغو عقیدہ کہتا ہے جس میں مرزا کے ساتھ پیغامی پارٹی بھی متفق ہے اور یہ امر مسلم ہے کہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ متواتر ہونے کی وجہ سے ضروریاتِ دین میں سے ہے پس اس ضرورتِ دین کو مشرکانہ خیال کہہ کر ایک اسلامی تعلیم کو مشرکانہ تعلیم کہنا صریح کفر ہے کیونکہ ضروریاتِ دین کا انکار کرنا یا تاویل یا استہزاء واستحقار یہ سب کفر صریح ہے جیسے معبودِ حق کے ایک ہونے کا یعنی توحید کا بلا تاویل یا بتاویل انکار کرنے لگے یا خود توحید کا ہی استہزاء واستخفاف کرے تو کیا یہ کفر نہ ہوگا' کسی ضرورت دین کو مشرکانہ خیال کہنا کیا اسلام کو مشرکانہ خیال کہنا نہیں؟ جو صریح کفر ہے۔

ساتویں وجہ

نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدہ کو یہ فرقہ بتقلید مرزا مشرکانہ عقیدہ تو مان ہی چکا ہے اور یہ امر بھی مُسلّم ہے کہ مرزا سے پہلے تیرہ سو برس تک تمام اُمتِ محمدیہ یہ ہی عقیدہ رکھتی تھی لہٰذا اس عقیدہ کے متعلق پیغامیوں کا یہ خیال رکھنا ہی اس بات کے لیے مستلزم ہے کہ ساری اُمت کو مرزا سے قبل ایک مشرکانہ عقیدہ پر قائم رہنے والی مانا جائے اور یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ اگر کسی شخص سے ایسی بات سرزد ہو جائے جس سے صحابہ کی تکفیر یا ساری اُمت کی تضلیل لازم آ جاوے وہ شخص بلا تردد خود کافر ہے۔ (فتح الباری)

لہٰذا پیغامی بھی یقیناً کافر ہو گئے کیونکہ ان کے خیال کے مطابق صحابہ سے لے کر ساری اُمت کا ایک شرکیہ عقیدہ پر تیرہ سو سال تک قائم رہنا لازم آ جاتا ہے۔

آٹھویں وجہ

پیغامیوں کے عقیدہ کے موافق مرزا سے قبل ساری اُمت نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدہ کی وجہ سے مشرکانہ عقیدہ پر قائم تھی اور مشرکانہ عقیدہ رکھنے والا یقیناً مشرک ہوتا ہے مگر پیغامی مرزا سے قبل ساری اُمت کو باوجود شرکیہ عقیدہ رکھنے کے بھی مسلمان ہی کہتے ہیں اور جیسے مسلمان کو کافر کہنا شرک ہے' ایسے ہی کافر ومشرک کو مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔ (جیسے کوئی آزر اور ابوجہل کو مسلمان کہنے لگے کیونکہ اس سے قرآن کی مخالفت بلکہ تکذیب لازم آتی ہے جو جا بجا مشرکوں اور

عقائد شرکیہ رکھنے والوں کو کافر قرار دیتا ہے) پس پیغامی اس وجہ سے بھی کافر و خارج از اسلام ہوئے۔

نویں وجہ

پیغامی مرزائی بتقلید مرزا نزول و حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کو شرکِ عظیم مان چکے ہیں۔ نیز یہ کہ ساری اُمت اس عقیدہ میں قبل از مرزا مبتلا بھی تھی باوجود اس کے مرزا سے قبل ساری اُمت کے اس شرک عظیم کو معاف بھی قرار دیتے ہیں حالانکہ باعتراف مرزا قادیانی (معاذ اللہ) یہ شرکِ عظیم کوئی غامض اور نظری بھی نہ تھا بلکہ بدیہیات اوّلیہ میں سے ہے جس کو آج مرزائیوں کا ایک بچہ اور ادنیٰ ادنیٰ مرزائی عورتیں بھی جانتی ہیں غرضیکہ ایک بدیہی مگر عظیم شرک کے متعلق بدون توبہ کے معاف ہونے کا حکم دینا نص قرآنی کے خلاف ہے۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذلک لمن یشاءO	اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرتا اور شرک کے سوا دوسرے گناہوں کو جس کے لیے چاہتا ہے معاف فرما دیتا ہے۔
(القرآن الحکیم)	

پس پیغامیوں کا بزعمِ خود ایک مشرک اُمت کے تیرہ سو سالہ شرک کو بدون توبہ صریح قابلِ معافی قرار دینا بھی ایک خالص اور صریح کفر ہے۔

دسویں وجہ

پیغامیوں کا بتقلید مرزا حیات و نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں یہ بھی عقیدہ ہے کہ احادیثِ نبویہ' قرآن شریف اور عقل اس عقیدہ کو شرک ولغو اور بے ہودہ خیال قرار دیتے ہیں اور یہ بھی مسلم ہے کہ ساری اُمت نے تیرہ سو سالہ مدت میں قرآن و حدیث سے ہی اس عقیدہ کو ثابت سمجھا جس سے پیغامیوں اور مرزا کو بھی انکار نہیں ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن و احادیث کے الفاظ کے معنی واقعی ایسے معنی ہوتے ہیں جن کو مرزائیوں نے تیرہ سو سال کے بعد شرکِ عظیم سمجھا تو یہ لازم آتا ہے کہ قرآن و احادیث بھی (معاذ اللہ) سناتن دھرمیوں کا وید بن جائیں جس میں کفر و شرک کی (معاذ اللہ) اتنی کھپت ہو کہ تیرہ سو سال تک ساری اُمتِ محمدیہ اس کے نصوص سے ایک ایسے غلط عقیدہ کو سمجھتی رہی جو کفر خالص اور شرک محض شرک بدیہی ہے اور جب شرک بدیہی میں بھی ساری اُمت امتیاز نہ کر سکی تو اس کی کیا دلیل ہے کہ توحید و رسالت' نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج کے معانی جو ساری اُمت نے آج تک سمجھ لیے

ہیں، یہ معنی صحیح ہیں یا غلط جن کے ازالہ کے لیے کوئی دیانند یا مرزا قادیانی درکار ہے۔

غرض کہ اس صورت میں قرآن کی تعلیم وید کی تعلیم سے (معاذ اللہ) بھی کچھ قدم آگے ہی بڑھ جاتی ہے اور دینِ محمدی کی تمام تعلیمات بھی نا قابلِ اعتبار ٹھہر جاتی ہیں جو کفر صریح ہے۔

رہی دوسری صورت یعنی یہ کہ قرآن و احادیث کا مطلب تو صاف تھا اس میں اس شرک کی کوئی کھپت نہ تھی مگر پھر بھی ساری اُمت نے مطلب غلط ہی سمجھا اور تیرہ سو سال تک ساری اُمت اس شرکِ عظیم میں مبتلا رہی تو اس میں بھی دو اعتبار سے کفر لازم آتا ہے۔ ایک یہ کہ ساری اُمت کی جہالت و تضلیل لازم آتی ہے جو کفر ہے۔ (دیکھو ساتویں وجہ) دوم یہ کہ اس شرکِ عظیم میں مبتلا ہونے کے باوجود بھی قبل از مرزا ساری اُمت کا یہ شرک معاف بھی ہے اور ساری اُمت اس شرک جلی کے باوجود مسلمان بھی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلام نہ صرف شرک بلکہ شرکِ عظیم، شرکِ جلی کا تحمل کرسکتا ہے جو صریح کفر ہے۔

(**نوٹ**) نویں اور دسویں وجہ میں یہ فرق ہوگا کہ نویں وجہ میں شرکِ جلی کا بلا توبہ و رجوع بخشا جانا لازم آتا ہے جو خلافِ اسلام و قرآن ہے اور دسویں وجہ میں کفر کی یہ وجہ ہے کہ دین میں شرک کا تحمل ہوسکتا ہے اور ایک مشرک بھی اعلیٰ درجہ کا مسلمان ہوسکے گا۔

گیارہویں وجہ

قلنا یانار کونی بردا وسلاما علیٰ ابرھیم. آیتِ قرآنی ہے اور تواتر و اجماع سے اس کے یہی معنی ثابت ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا گیا مگر حکمِ خداوندی سے وہ آگ ٹھنڈی ہوگئی۔ پیغامی اس کا بھی انکار کرتے ہیں اور نار کے معنی حسد و عداوت کر کے نارِ حسد و عداوت کو مخاطب قرار دیتے ہیں جو صریح کفر اور کھلی ہوئی تحریف ہے کیونکہ بوجہ تواتر و اجماع کے آیت کے وہ معنی ہیں جو اُمت میں مستفیض و مشہور ہو کر ضروریاتِ دین سے ہو چکی ہے اس لیے منکر بتاویل یا بلا تاویل سب کافر ہیں۔

بارہویں وجہ

پیغامی حشر اجساد کے انکار میں بھی مرزا کے ساتھ ہیں جو صریح کفر ہے۔ ائمہ دین نے جہاں یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ ضروریاتِ دین کا مخالف (خواہ تاویل کے ساتھ ہو یا بدون تاویل) ہر حال میں مرتد و کافر ہے، وہاں ضروریاتِ دین کی مثالوں میں عموماً سب سے پہلے حشر اجساد ہی کو پیش کیا ہے اور اس ایک مسئلہ میں بہت سی ضروریاتِ دین کا انکار کر کے متعدد وجوہ سے کافر

ہو گئے۔(معاذ اللہ)

تیرہویں وجہ

مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خصوصیت کے ساتھ گالیاں دی ہیں جن میں پیغامی بھی مرزا کے ساتھ شریک ہیں اب اگر پیغامی ان گالیوں کو فی الحقیقت موافقِ واقعہ خیال کرتے ہیں تو یہ ہی ایک امر صدہا وجوہ سے موجب کفر ہے اور اگر پیغامی ان گالیوں کو گالیاں ہی جانتے ہیں اور نبی کو گالیاں دینا کفر بھی سمجھتے ہیں تو مرزا قادیانی مذکورہ گالیوں کی وجہ سے خارج از اسلام ہو چکے ہیں اور ہر مسلمان پر ان کی تکفیر فرض تھی مگر پیغامی جماعت ان کو مسیح موعود مجدد امام الزماں اور تمام اقوال وعقائد میں سچے اور اپنا رہبر مانتے ہیں اور یہ صریح کفر ہے۔ جیسے آج کوئی ابولہب کو تمام افعال واقوال میں سچا جانے تو وہ بھی کافر ہی ہوگا کیونکہ سچا جاننے میں ابولہب کے ساتھ ان تمام بے ادبیوں میں متفق ہونا لازم آتا ہے جو اس نے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت کی تھیں۔

چودھویں وجہ

مرزا نے جو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مساوات یا افضلیت کا دعویٰ کیا ہے یا (معاذ اللہ) آپ کی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) توہین کی اس وجہ سے بوجوہ مرزا کافر ہے پھر اس کو کافر نہ کہنا صریح کفر ہے جس کا ارتکاب پیغامی کر رہے ہیں۔

پندرہویں وجہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مہد میں کلام کرنا بتواتر اور نص قرآنی ثابت ہے۔ پیغامی اس معجزہ کا صاف انکار کرتے ہیں نہ صرف یہی بلکہ یکلم الناس فی المھد و کھلا کے معنی (لڑکا تندرست اور زندہ رہے گا) کہہ کر ایسی تحریف کرتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کو بھی شرم آتی ہوگی۔ غرض کہ یہاں بھی پیغامی بوجوہ عدیدہ کافر و مرتد ہو گئے۔

سولہویں وجہ

عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں قرآن صاف فرماتا ہے کہ وما صلبوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر نہیں چڑھایا مگر پیغامی یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام سولی پر چڑھائے گئے مگر موت

سولی پر نہیں آئی جو وما صلبوہ کے نص قرآنی اور اس کے سباق وسیاق اور اجماع مسلمین کے خلاف ہے۔

سترہویں وجہ

عزیر علیہ السلام کے واقعہ کو سراسر خواب بنا کر قرآن عزیز کی تحریف کرتے ہیں کیونکہ قرآن تو او کالذی مر علیٰ قریۃ میں اس واقعہ کو نہایت تصریح کے ساتھ ادا فرما رہا ہے مگر پیغامی یہاں بھی دست برد سے باز نہ آئے۔

(**نوٹ**) اس قسم کے وجوہِ کفریہ پیغامیوں میں بہت موجود ہیں۔ یہاں تفصیل مقصود نہیں محض نمونہ کے طور پر اطلاع مطلوب ہے تاکہ پیغامیوں کے مجموعۂ کفریات یعنی محمد علی کے اُردو و انگریزی قرآن سے اہلِ اسلام محترز رہیں اس سے زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو رسالہ کشف الاسرار کا مطالعہ کریں۔

اٹھارہویں وجہ

رجم محصن زانی پر اجماع صحابہ ہے (ہدایہ وغیرہ کتب فقہ) اس کے بعد اُمتِ محمدیہ کا بھی اس پر اجماع ہو چکا ہے پیغامیوں نے اس کا بھی صاف انکار کیا۔

انیسویں وجہ

اسراء یعنی معراجِ نبوی کا پہلا حصہ تو باالاتفاق ضروریاتِ دین میں سے ہے اس کا منکر کافر ہو جاتا ہے جیسے علم کلام وغیرہ میں مصرح ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ مقدس مکہ معظمہ سے شام تک کی مسافت بعیدہ کو بہت ہی قلیل وقت میں بطورِ اعجاز شبِ معراج میں طے کر لینا قطعیات سے ہے اگر کوئی اس کا انکار کرے تو اسلام سے خارج ہے۔ پیغامیوں کو اسراء سے بھی انکار ہے وہ اس سارے واقعہ کو خواب ہی مانتے ہیں۔

بیسویں وجہ

رجم محصن زانی قتل مرتد وغیرہ قطعیاتِ اسلام سے ہیں اور بلاشبہ ثابت ہے کہ عہد نبوی سے لے کر آج تک اُمتِ محمدیہ میں ان پر عمل رہا ہے۔ ان امور کا مذاق اُڑانا شرع محمدیؐ کی تعلیمات کا مذاق اُڑانا اور ان کی اہانت کرنا شرع محمدی کی تعلیمات اور اُمتِ مرحومہ کے

اجماعیات کی اہانت کرنا ہے۔ پیغامیوں نے یہ سب کچھ کرلیا اور اتنا کرلیا کہ آج تک اسلام کی کسی تعلیم پر نہ کسی عیسائی نے اتنا کیا ہوگا اور نہ کسی آریہ نے۔ ائمہ دین کے اتفاق سے اسلامی تعلیم کی اہانت کرنے والا مرتد و کافر اور واجب القتل ہے۔

اکیسویں وجہ

رفع عیسیٰ علیہ السلام قرآن عزیز سے ثابت ہے اور رفع عیسیٰ علیہ السلام کے یہ معنی کہ ''آسمان پر زندہ و بجسم عنصری اُٹھائے گئے'' اُمت میں متواتر بھی ہیں اور باقرار مرزا اصحابہ کا اجماعی عقیدہ ہے اس لیے خود رفع اور اس کے یہ معنی دونوں کے دونوں ضروریاتِ اسلام میں سے ہیں جس کا انکار کفر وارتداد ہے۔ پیغامی اس میں بھی اپنے آقا مرزا قادیانی کے ساتھ ہیں اس لیے دونوں کا حکم بھی ایک ہی ہوگا۔

بائیسویں وجہ

قتل مرتد پر صحابہ و اُمتِ محمدیہ کا اجماع ہے (میزان) پیغامیوں نے اس کا بھی انکار کیا جو کفر صریح ہے۔ (فتاویٰ حدیثیہ)

تئیسویں و چوبیسویں وجہ

حد خمر ایک اسلامی حکم ہے جو اجماع صحابہ سے ثابت ہے۔ (ہدایہ) پیغامیوں نے اپنے خاص اور یوروپین انداز میں اس کا نہ صرف انکار ہی کیا بلکہ اس پر ایسا مذاق اُڑایا کہ آریہ بلکہ شیطان بھی شرمندہ ہوا ہوگا اس لیے یہ بھی پیغامیوں کے ان کفریات میں رہے گا جس میں انکار کے ساتھ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو و توہین کر کے ان الذین یوذون اللہ ورسولہ کے مصداق بن کر پادریوں اور آریہ سے بھی سبقت لے گئے۔

قارئین غور سے دیکھ لیں گے تو بشرط انصاف معلوم ہو جائے گا کہ حد خمر کی مخالفت اور توہین شرع میں مرزا قادیانی کے ان سپوتوں نے جانشینی کا ایسا حق ادا کیا ہے کہ ایک مجوسی و بت پرست بلکہ ایک پادری کو بھی باوجود عداوت کے ایسا مذاق اُڑانا خلافِ انسانیت معلوم ہوگا۔ حد خمر کا انکار ہی فی نفسہ کفر ہے پھر جب اس کے ساتھ اہانت حدود اللہ بھی شامل ہوگئی تو یہ دوسری وجہ بھی ان کے کفر کی ہوگی۔ ملاحظہ ہو پیغام صلح نمبر 98 مورخہ 19 ربیع الاوّل 1343ھ جلد 12 صفحہ اوّل کالم 2 مطابق 19 اکتوبر 1924ء اس کالم کو مسٹر محمد علی صاحب ہی خود غور سے پڑھ کر فتویٰ دیں

کہ اس میں حد خمر کا انکار اور استہزاء ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو وہ خود اپنے اقرار سے کافر و مرتد ہوئے ورنہ اس کالم کا کوئی مطلب ایسا بیان کریں جس کی بناء پر کفر و ارتداد کی یہ دونوں وجہیں تو کم سے کم دُور ہو جائیں اگرچہ ان کے خرمن کفر میں ان دو دانوں کی کمی سے کچھ کمی محسوس نہ ہوگی۔

پچیسویں وجہ

اپنی شرعی باندی سے بغیر نکاح صحبت کرنا قرآن و حدیث و اجماع و تواتر سے ثابت اور اسلام کا وہ مسئلہ ہے جس کو مخالفین اسلام بھی اسلامی مسئلہ جانتے ہیں مگر لاہوری اس کا یورپ کی تقلید میں انکار کر کے مرتد اور کافر ہوئے۔ غالباً انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ آدمی جب ایک کفر سے بھی کافر ہو جاتا ہے چوں آب از سر گذشت چہ یک نیزہ چہ یک انگشت پھر اب پیٹ بھر کر ہی کفر کیوں نہ کریں' پوری ہی نمک حلالی کرنا چاہیے۔

یہ چوتھائی صدی کفریات لاہوری پارٹی کے پیش کر دیئے ہیں' کیا اس کے بعد بھی کوئی مسلمان لاہوری پیغامیوں کے کافر اور مرتد ہونے میں شک کر سکتا ہے؟ نعوذ باللہ العظیم۔

(پیغام صلح نمبر ۴۲-۴۳)

برما رنگون میں مرزائیت کا احتساب

روزنامہ "پرواز" رنگون کی اطلاع کے مطابق سر این اے خان قادیانی کا رنگون میں انتقال ہوا۔ اس کی قبر مسلمانوں کے قبرستان میں کھودی گئی۔ مسلمانوں کی مسجد سے نہلانے کا تختہ دیا گیا۔ ایک مسلمان موذن نے اسے غسل دیا۔ جونہی مسلمانوں کو پتہ چلا قبر بند کر دی گئی۔ غسل کا تختہ جلا کر خاکستر کر دیا گیا۔ موذن کو مسجد سے فارغ کر دیا گیا اور بعد میں توبہ کرنے پر اس کا دوبارہ نکاح پڑھا گیا۔ جنازہ میں شریک ہونے والے مسلمانوں کا تجدید ایمان' و تجدید نکاح کیا گیا۔ یہ منظر قابل دید تھا۔ این اے خان قادیانی کے ساتھ ہی قادیانیت کا جنازہ بھی نکل گیا۔ اس سلسلہ میں جمیعۃ علماء برما کی خدمات قابل تحسین ہیں۔ (تفصیلات از پرواز رنگون اشاعت۔ ۹' ۱۰ ستمبر ۱۹۶۳)

("تحریک ختم نبوت" ۱۹۷۴ء' ص ۱۴۲' از مولانا اللہ وسایا)

جن کو نہ ہو کچھ پاس پیغمبر کے ادب کا
جن چن کر اس قوم کو میں مٹی میں ملا دوں
اسلام سے جس قوم کو ہے کچھ بھی محبت
میں اس کے لیے راہ میں آنکھیں بچھا دوں

انسانی حقوق اور قادیانی جماعت

پروفیسر منور احمد ملک

1974ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا اس فیصلے سے قبل قادیانی جماعت کے اس وقت کے سربراہ مرزا ناصر احمد کو اپنا مؤقف پیش کرنے کا پورا پورا موقع دیا گیا' کئی دن تک قادیانی جماعت نے تفصیل سے زبانی اور تحریری طور پر اپنا مؤقف پیش کیا اس کے بعد قومی اسمبلی کے ممبران نے فیصلہ کیا۔ 1984ء میں جنرل ضیاء الحق مرحوم نے اس فیصلہ کی روشنی میں اس کے تقاضے پورے کرتے ہوئے نیا آرڈیننس جاری کر دیا جس میں قادیانیوں کو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے' اپنی عبادت کے لیے مسلمانوں کی طرح اذان دینے' اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہنے' مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھیوں کو صحابی کہنے' مرزا غلام احمد قادیانی کے جانشینوں کو امیر المومنین کہنے اور مرزا قادیانی کی ازواج کو اُم المومنین کہنے سے روک دیا گیا۔

1974ء سے مسلسل اور 1984ء سے خصوصی طور پر قادیانی جماعت نے باضابطہ طور پر دنیا میں دہائی کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے جس میں دنیا کو یہ باور کروانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ پاکستان میں قادیانیوں پر ظلم ہو رہا ہے۔ انسانی حقوق کے حوالے سے سخت قسم کی خلاف ورزیاں ہو رہی ہیں' قادیانیوں کا جینا حرام کر دیا گیا ہے اور کسی قسم کا انصاف قادیانیوں کو میسر نہیں اس پروپیگنڈہ سے قادیانی جوق در جوق یورپ میں داخل ہو رہے ہیں مگر داخل ہونے کے آداب سے عاری ہیں۔ یعنی جعلی کاغذات کی بناء پر داخل ہونا پھر جعلی کاغذات تیار کر کے اپنے آپ کو مظلوم ظاہر کرنا اور پھر پناہ حاصل کرنا قادیانیوں نے مشغلہ بنا رکھا ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ یورپ کا قادیان پر اعتماد اُٹھ گیا ہے اب انہوں نے دھڑا دھڑ کیس مسترد کرنے شروع کر دیئے ہیں اس سے پاکستان بدنام ہو رہا ہے۔ 98 فیصد قادیانیوں کے کیس جھوٹے اور جعلی کاغذات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ قادیانی تو ترستے ہیں کہ ان پر ظلم ہو اور وہ اس کا ثبوت دنیا کو دکھا سکیں مگر ظلم کی عدم دستیابی پر وہ پیسے دے دلا کر جعلی ایف آئی آر درج کروا کر اس کی نقل حاصل کر کے گزارا کرتے

ہیں۔اس لحاظ سے برملا قادیانی مظلوم ہیں کہ ان کی ضرورت پوری کرنے کے لیے مقدور بھر ظلم بھی دستیاب نہیں۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ قادیانی جو دنیا میں اپنے مظلوم ہونے کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں' خود کتنے منصف مزاج' نرم دل' صلح جو اور انسانی حقوق کا تحفظ یا خیال کرنے والے ہیں۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر اتنا کچھ لکھا جاسکتا ہے کہ لکھاری لکھتے لکھتے تھک جائے اور قاری پڑھتے پڑھتے ''رَج'' جائے۔ سمجھ نہیں آتی کہ قادیانیوں کے کس کس ظلم کی تصویر پیش کروں۔ عدل جماعت کے عنوان پر ایک تفصیلی مضمون بعد میں آئے گا اس وقت انسانی حقوق کے حوالے سے چند گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

پاکستانی عدالتیں اور قادیانی جماعت کا نظام

قادیانیوں کا سب سے بڑا اعتراض اور دنیا میں پاکستان کو ظالم ثابت کرنے کے حوالے سے سب سے بڑی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ پاکستان میں قادیانیوں کے ساتھ انصاف نہیں ہوتا' کوئی قادیانی چوری کے جرم میں سزا پائے یا بدعنوانی کی وجہ سے گرفت میں آئے' قادیانی جماعت میں سب لوگ اس سے ہمدردی کرتے ہوئے کہیں گے کہ قادیانی جو ہوئے سزا تو ہونی ہی تھی۔ یہ سزا صرف قادیانی ہونے کی وجہ سے ملی ہے۔

قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا بلکہ ایک کیس بھی ایسا نہیں ہوگا کہ کسی قادیانی کے خلاف عدالت میں کیس گیا ہو اور جج قادیانی کو بتائے بغیر اس کو صفائی کا موقع دیئے بغیر براہِ راست سزا سنا دے اور پھر وہ چیلنج بھی نہ ہو سکے۔ آج تک ایک کیس بھی ایسا نہیں گزرا اس حوالے سے قادیانی ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکتے۔

ہوتا یوں ہے کہ کسی نے کسی قادیانی کے خلاف عدالت میں کیس کر دیا' عدالت قادیانی کو بذریعہ نوٹس کیس کے بارے میں مطلع کرے گی اور اسے مقررہ تاریخ پر طلب کرے گی۔ وہ قادیانی عدالت میں پیش ہوگا' اسے کیس (الزامات) کی پوری تفصیل بتائی جائے گی بلکہ کیس کی نقل دی جائے گی۔ اسے وکیل کرنے کا موقع دیا جائے گا اور اپنی صفائی میں جواب داخل کرنے کے لیے مناسب وقت (کچھ دن) دیا جائے گا' وہ قادیانی وکیل کی مدد سے جواب تیار کرے گا اور مقررہ تاریخ کو جمع کروا دے گا۔

کچھ دنوں' ہفتوں بعد دونوں فریقوں کے وکیل آمنے سامنے اس کیس سے متعلق بحث

کریں گے پھر جج دونوں فریقوں کو باری باری گواہ لانے اور دیگر ثبوت مہیا کرنے کا موقع دے گا۔ قادیانی کو پورا اختیار ملے گا کہ وہ نہ صرف اپنی صفائی بیان کرے بلکہ اپنے مخالف اور اس کے گواہوں پر خوب جرح کرے۔

اس طرح یہ کیس چلتے چلتے چھ ماہ' ایک سال یا پانچ سال تک کا عرصہ لے گا۔ خوب بحث وتکرار کے بعد اگر فیصلہ قادیانی کے خلاف ہو جاتا ہے تو اس فیصلے کو درست سمجھا جانا چاہیے کیونکہ قادیانی کو خوب صفائی کا موقع ملا ہے مگر اس کے باوجود قادیانی کو یہ اختیار دیا جائے گا کہ سیشن کورٹ میں اس فیصلے کے خلاف اپیل کرے اس اپیل پر (چیلنج پر) کیس دوبارہ شروع ہوگا۔ قادیانی کو ایک بار پھر صفائی کا موقع ملے گا' وکلاء دوبارہ بحث کریں گے' چار' چھ ماہ تک دوبارہ کیس چلنے اور واقعات کو کھنگالنے کے بعد اگر قادیانی کے خلاف فیصلہ ہو جاتا ہے تو اب فیصلے کو درست سمجھا جانا چاہیے مگر قادیانی کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ہائی کورٹ میں چیلنج کر دے۔ ہائی کورٹ میں ایک بار پھر کیس چلے گا' قادیانی کو صفائی کا خوب موقع ملے گا اب اگر چار' چھ ماہ بعد قادیانی کے خلاف فیصلہ ہو جاتا ہے تو قادیانی کو پھر اختیار دیا گیا ہے کہ سپریم کورٹ بھی جا سکتا ہے۔ سپریم کورٹ میں پھر کیس چلے گا اور کچھ عرصہ بعد اگر فیصلہ قادیانی کے خلاف ہو جاتا ہے تو اب قادیانی کو فیصلہ تسلیم کر لینا چاہیے مگر اس کے باوجود قادیانی کو مزید چانس یہ ملے گا کہ وہ سپریم کورٹ میں نظر ثانی کی درخواست دے کر ایک بار پھر انصاف کے لیے دستک دے سکے۔

اب اگر لوئر کورٹ سے سپریم کورٹ تک کیس چلنے میں چار یا چھ سال لگ جائیں اور قادیانی کو خوب صفائی کا موقع ملے تو اس فیصلے کو انصاف پر مبنی سمجھا جانا چاہیے اس طرح کی صفائی کا موقع قادیانیوں کو ملتا رہا ہے اور ملتا ہے مگر اس کے باوجود قادیانی یہ شکوہ کرتے ہیں کہ ہم پر ظلم ہو رہا ہے اور انصاف نہیں ملتا۔ پاکستانی عدالتوں کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے آج تک ایک فیصلہ بھی ایسا نہیں دیا جس میں قادیانی کو صفائی کا موقع دیئے بغیر فیصلہ سنا دیا گیا ہو۔

قادیانیوں کا انصاف

اب ذرا قادیانیوں کا انصاف ملاحظہ کیجیے۔ قادیانی جماعت میں عدالت نام کی کوئی چیز نہیں البتہ دھوکہ دہی کے لیے دارالقضاء ایک ادارہ قائم ہے جس کے اختیارات امراء کو پریشان نہیں کرتے۔ قادیانیوں میں یہ عام بات ہے کہ امیر جماعت نے کسی کے خلاف لکھ دیا۔ قادیانی جماعت نے اس پر ایکشن لیتے ہوئے متعلقہ قادیانی کو سزا دے دینی ہے نہ کوئی انکوائری ہوگی اور

نہ ہی قادیانی کو جرم بتا کر صفائی کا موقع دیا جائے گا۔ بغیر جرم بتائے' بغیر انکوائری کے اور بغیر صفائی کا موقع دیئے سزا دینا اور پھر وہ سزا کسی طرح بھی چیلنج نہ کرے تو یہ کہاں کا انصاف ہے؟ کیا یہ انسانی حقوق کی پامالی نہیں ہے؟ دوسروں سے انصاف کی بھیک مانگنے والے خود کتنا ظالمانہ نظام رکھتے ہیں؟ ''اوروں کو نصیحت اور خود میاں فضیحت'' (اُردودانوں سے درخواست ہے کہ قول وفعل میں اتنا ظالمانہ فرق رکھنے والوں کے لیے کوئی مناسب سا محاورہ ایجاد کریں' درج بالا محاورہ بہت نرم ہے) ذرا قادیانی جماعت کے امام اور سربراہ کا انصاف اور عدل کا معیار ملاحظہ کیجیے۔

قادیانی جماعت کے امام کا عدل

قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد اپنے ایک ایسے عہدے دار کے بارے میں فیصلہ دیتے ہیں جس کے بارے میں قادیانی جماعت کے ادارے نظارت امورِ عامہ' نظارتِ مال' نظارتِ اصلاح وارشاد اور نظارتِ علیا کی طرف سے این او سی (NOC) جاری ہونے کے بعد خود اُسے مقرر کیا ہے۔ (واضح رہے کہ قادیانی جماعت کے درج بالا ادارے حکومت کی منسٹری کے برابر کے ہیں) پورے ضلع میں کل تین عہدے داروں کی تقرری درج بالا اداروں کی سفارش اور کلیئرنس کے بعد کی تھی' ان میں سے ایک عہدے دار کے بارے میں فیصلہ سنا رہے ہیں' کہتے ہیں کہ:

''جہاں تک میری معلومات ہیں' آپ خرابی پیدا کرنے والے گروہ کے سربراہ ہیں۔ خواہ آپ مانیں یا نہ مانیں مگر بتاتے سبھی یہی ہیں۔''

(**نوٹ**) مرزا طاہر احمد کے دستخطوں سے جاری ہونے والا اصل خط میرے پاس موجود ہے۔

قادیانی جماعت میں گھسا پٹا جو نظام چل رہا ہے (نظام جماعت پر الگ مضمون پیش کیا جائے گا) اس کے مطابق جس قادیانی کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنا ہو' اس کے خلاف لوکل جماعت کی مجلس عاملہ قرارداد پاس کرے گی یا سزا کی سفارش کرے گی پھر لوکل امیر جماعت اس سفارش کو امیر ضلع پھر ناظر امور عامہ اور ناظر اعلیٰ تک پہنچائے گا پھر ناظر اعلیٰ امام جماعت سے سزا کی سفارش کرے گا مگر درج بالا کیس میں مرزا طاہر احمد تمام حدود وقیود کو عبور کرتے ہوئے جو کہہ رہے ہیں نہ اس بارے میں کوئی انکوائری ہوتی ہے نہ ہی الزام علیہ کو جرم یا الزام کا پتہ ہے نہ ہی خرابی کی تفصیل بتائی ہے اور نہ ہی اس کی کسی درخواست یا کیس کے جواب میں بلکہ ''سوال گندم اور

جواب چنا'' کے مصداق ایک علیحدہ مضمون کے خط کے جواب میں یہ فیصلہ فرما رہے ہیں۔

غور فرمایئے کہ فرماتے ہیں کہ جہاں تک میری معلومات ہیں اب ان کی معلومات کے ذرائع یا تو نظارتیں ہیں یا پھر امیر ضلع۔ مقامی صدر جماعت اور مجلس عاملہ ہے جبکہ درج بالا کیس میں ان میں سے کسی نے کچھ کہانہ لکھا' ان کے علاوہ کسی ذریعہ کی قانونی یا اخلاقی حیثیت نہیں ہے۔

غور فرمایئے' فرماتے ہیں کہ خواہ آپ مانیں یا نہ مانیں گویا فیصلہ سنا دیا اب یہ فیصلہ چیلنج بھی نہیں ہوسکتا نہ صفائی کا موقع نہ چیلنج کے قابل اور نہ ہی جرم بتایا گیا ہے کہ کس جرم میں سزا دی جا رہی ہے پھر کہتے ہیں ''مگر بتاتے سبھی یہی ہیں'' (کنوں کچا)

گویا سنی سنائی بات پر ایسا فیصلہ دیا جا رہا ہے جو نہ صرف چیلنج نہیں ہوسکتا بلکہ بغیر انکوائری کے' بغیر جرم بتائے اور بغیر صفائی کا موقع دیئے سنی سنائی بات پر فیصلہ؟؟؟

یہ ہے قادیانی جماعت یا قادیانی جماعت کے امام کے عدل کی ہلکی سی جھلک۔ یہ جماعت کیسے دوسروں کو انسانی حقوق کا درس دے سکتی ہے۔ کیا یہاں انسانی حقوق پامال نہیں ہوئے کہ الزام علیہ کو پتہ ہی نہیں کہ اس نے کیا جرم کیا ہے نہ اس سے کوئی جواب طلب کیا گیا ہے نہ کوئی انکوائری ہوئی نہ مجلس عاملہ نے مداخلت کی نہ امیر جماعت نے نہ نظارتیں اثر انداز ہوئیں۔ یہ کیسا انصاف ہے؟ اور وہ بھی امام جماعت کی طرف سے جسے قادیانی ''خلیفہ وقت'' کہتے ہیں بلکہ ''خدا کا خلیفہ'' کہتے ہیں (اگر کسی قادیانی کو شک ہو تو اس مذکورہ خط کی فوٹو کاپی حاصل کرسکتا ہے)

قادیانی بتائیں کہ قیامِ پاکستان سے آج تک کسی جج یا عدالت بھی کبھی قادیانیوں کے خلاف ایسا فیصلہ دیا ہے؟ یقیناً نہیں تو پھر اپنے گھر کو سنبھالو' دوسروں کو عدل اور انسانی حقوق کا سبق نہ دو' انسانی حقوق کے حوالے سے شور اور واویلا بند کرو۔

فضائل مدینہ وآداب زیارت!

مولانا عبدالشکور لکھنوی!

مدینہ منورہ کا تقدس اور اس کی عظمت وشان صرف اسی بات سے ظاہر ہے کہ وہ بہترین انبیا ﷺ کا مسکن تھا اور اب ان کا مدفن ہے۔ یہ ایک ایسی بڑی فضیلت ہے جو کسی دوسرے مقام کو نصیب نہیں اور کوئی دوسری فضیلت کیسی ہی کیوں نہ ہو اس کی ہمسری کسی طرح نہیں کر سکتی۔

مدینہ منورہ کے نام احادیث میں بکثرت وارد ہوئے ہیں۔ یہ بھی ایک شعبہ اس کی فضیلت کا ہے۔ منجملہ ان کے چند نام میں یہاں لکھتا ہوں۔ طابہ' طیبہ' طیبہ' طائبہ! علماء نے لکھا ہے کہ ان ناموں کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ نہایت پاک اور پاکیزہ مقام ہے۔ نجاست معنوی یعنی شرک وکفر سے بھی پاک ہے اور نجاسات ظاہری سے بھی بری ہے۔ وہاں کے درودیوار اور ہر چیز میں حتیٰ کہ مٹی میں بھی نہایت لطیف خوشبو آتی ہے جو ہرگز کسی دوسری خوشبودار چیز میں پائی نہیں جاتی۔ اس خوشبو کا ادراک اکثر اہل ایمان کرتے ہیں۔ خاص کر وہ لوگ جن کے دل حضرت سیدالمرسلین ﷺ کی محبت سے لبریز ہیں۔ اس کی خوشبو کی دل ربا کیفیت سے خوب واقف ہیں۔ حضرت شیخ شبلیؒ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی مٹی میں ایک عجیب خوشبو ہے جو مشک وعنبر میں ہرگز نہیں۔ شیخ ابوعبداللہ عطار کا شعر ہے کہ:

بطیب رسول الله طاب نسیمها
فما المسك والکافو روا لصندل الرطب

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص مدینہ منورہ کو بے خوشبو کہے یا وہاں کی ہوا کو خراب کہے وہ واجب التعزیر ہے۔ اسے قید کر دینا چاہئے یہاں تک کہ وہ صدق دل سے توبہ کرے۔ ارض اللہ دارالہجرۃ بیت رسول اللہ حرم رسول اللہ محبوبہ حسنہ اور بھی بہت سے نام ہیں جو علمائے کرام نے ذکر کئے ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور نام مدینہ' ہے۔

احادیث میں مدینہ منورہ کے فضائل بہت وارد ہوئے ہیں۔ اس مقام پر صرف چند حدیثیں صحیح لکھی جاتی ہیں:

مدینہ منورہ کے فضائل

1 ...... جب شروع شروع میں رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تھے اس وقت وہاں کی آب وہوا نہایت ناقص وخراب تھی۔ اکثر وبائی بیماریاں رہتی تھیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت بلالؓ آتے ہی سخت بیمار ہوگئے تھے تو اس وقت رسول خدا ﷺ نے یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! مدینہ کی محبت ہمارے

دلوں میں ڈال دے۔ جیسا کہ ہم لوگوں کو مکہ سے محبت ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اے اللہ! ہمارے صاع اور مد میں برکت دے اور مدینہ کی آب ہوا کو درست کر دے اور اس کا بخار جحفہ کی طرف بھیج دے۔ (صحیح بخاری)

2 ...... آنحضرت ﷺ کو مدینہ منورہ سے اتنی محبت تھی کہ جب کہیں سفر میں تشریف لے جاتے تو لوٹتے وقت جب مدینہ منورہ قریب رہ جاتا اور اس کی عمارتیں دکھائی دینے لگتیں تو حضور اکرم ﷺ اپنی سواری کو کمال شوق میں تیز کر دیتے اور فرماتے کہ یہ طابہ آ گیا۔ (صحیح بخاری) اور اپنی چادر مبارک اپنے شانہ اقدس سے گرا دیتے اور فرماتے کہ یہ طیبہ کی ہوائیں ہیں۔ صحابہ کرامؓ میں سے جو کوئی بوجہ گرد و غبار کے اپنا منہ بند کرتا تو آپ منع کرتے اور فرماتے کہ مدینہ کی خاک میں شفا ہے۔ (جذب القلوب)

3 ...... حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایمان مدینہ کی طرف لوٹ آئے گا۔ جیسا کہ سانپ اپنے سوراخ کی طرف لوٹ آتا ہے۔ (صحیح بخاری)

4 ...... حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دجال کا گزر ہر شہر میں ہو گا۔ مگر مکہ اور مدینہ میں نہ آنے پائے گا۔ فرشتے ان کی محافظت کریں گے۔ (صحیح بخاری)

5 ...... حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مدینہ برے آدمیوں کو اس طرح نکال دیتا ہے جیسے لوہے کی بھٹی لوہے کے میل کو نکال دیتی ہے۔ (صحیح بخاری)

یہ خاصیت مدینہ منورہ میں ہر وقت موجود ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب مدینہ منورہ سے شام آنے لگے تو بہت خائف تھے۔ اپنے ساتھیوں سے کہتے تھے کہ: نخشی ان تکون فمن نفسته المدینه! یعنی ہم کو خوف آتا ہے کہ کہیں ہم ان لوگوں میں سے تو نہیں ہیں جن کو مدینہ نکال دیتا ہے اور خاص کر اس خاصیت کا ظہور قیامت کے قریب بہت اچھے طور پر ہو گا۔ تین مرتبہ مدینہ منورہ میں زلزلہ آئے گا کہ جس قدر بد باطن لوگ اس وقت وہاں پناہ گزین ہوئے ہوں گے نکل جائیں گے۔

6 ...... حضور نبی کریم ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے چلنے لگے تو دعا کی کہ اے پروردگار! اگر تو مجھے اس شہر سے نکالتا ہے جو تمام مقامات سے مجھے زیادہ محبوب ہے تو اس مقام میں مجھے لے جا جو تمام شہروں سے زیادہ تجھے محبوب ہو۔

7 ...... حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس سے یہ بات ہو سکے کہ مدینہ میں مرے اس کو چاہئے کہ مدینہ میں مرے۔ کیونکہ جو شخص مدینہ میں مر جائے گا قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے ایمان کی گواہی دوں گا اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ سب سے پہلے جن لوگوں کو میری شفاعت کی دولت نصیب ہو گی وہ اہل مدینہ ہوں گے۔ بعد اس کے اہل مکہ۔ بعد اس کے اہل طائف۔ اسی وجہ سے اکثر حضرت عمرؓ دعا کیا کرتے تھے

جیسا کہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب کر اور میری موت اپنے رسول ﷺ کے شہر میں کر۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دونوں دعائیں قبول فرمائیں۔ خدا کی راہ میں شہید بھی ہوئے اور خاص مدینہ منورہ میں حضرت حبیب خدا ﷺ کے ہمراہ مدفون ہوئے۔ اسی وجہ سے امام مالکؒ حج کرنے کے لئے صرف ایک بار گئے اور حج کر کے فوراً مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ کبھی مدینہ منورہ سے باہر نہیں گئے کہ مبادا مدینہ سے باہر موت نہ آ جائے۔ تمام عمر مدینہ منورہ میں رہے اور وہیں وفات پائی۔

8 ...... حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مدینہ میری ہجرت کا مقام ہے اور وہی میرا مدفن ہے اور وہیں سے میں قیامت کے دن اٹھوں گا۔ جو شخص میرے پڑوسیوں (یعنی اہل مدینہ) کے حقوق کی حفاظت کرے گا قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے ایمان کی گواہی دوں گا۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کرے گا وہ ایسا گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

9 ...... مدینہ کی خاک پاک میں اور وہاں کے میوہ جات میں حق تعالیٰ نے تاثیر شفا ودیعت فرمائی ہے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ ایک مقام ہے وادی بطحان۔ وہاں کی مٹی سرور دو عالم ﷺ مرض تپ میں تجویز فرماتے تھے اور فوراً شفاء ہوتی تھی۔ اکثر علمائے کرام نے اس مٹی کے متعلق اپنا تجربہ بھی لکھا ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ بھی جذب القلوب میں لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں مدینہ منورہ میں مقیم تھا۔ میرے پیر میں ایک مرض سخت پیدا ہو گیا کہ تمام اطباء نے اس امر پر اتفاق کر لیا کہ اس مرض کا آخری نتیجہ موت ہے۔ صحت دشوار ہے۔ میں نے اس خاک پاک سے اپنا علاج کیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں بہت آسانی سے صحت حاصل ہو گئی۔ اسی قسم کی خاصیتیں وہاں کی کھجور میں بھی مروی ہیں اور لوگوں نے تجربہ بھی کیا ہے۔ اگرچہ بعد ثابت ہو جانے اس امر کے کہ حضرت سرور دو عالم ﷺ نے یوں فرمایا ہے کسی کے تجربہ کی کچھ حاجت نہیں۔ یہ تو شفائے جسمانی ہے۔ اہل ایمان تو وہاں کی خاک پاک میں شفائے روحانی کا یقین رکھتے ہیں۔

10 ...... منجملہ فضائل مدینہ منورہ کے یہ ہے کہ وہاں مسجد نبوی ہے جو آخر مساجد انبیاء ہے اور مسجد قباء جو دین اسلام میں سب سے پہلی مسجد ہے اور جس کی تعریف قرآن مجید میں وارد ہوئی ہے اور اس کو مسجد تقویٰ کا لقب دیا گیا ہے۔

مسجد نبوی کی فضیلت

مسجد نبوی کے فضائل بیان کرنے کی چنداں حاجت نہیں جس مسجد میں سرور انبیاء ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس کی تعمیر اپنے اہتمام سے فرمائی اور اس کو اپنی مسجد فرمایا۔ اس کی فضیلت اور بزرگی کوئی کیا بیان کر سکتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک نماز میری مسجد میں بہتر ہے ہزاروں نمازوں سے جو کسی اور مسجد

میں ہوں۔ سوا کعبہ مکرمہ کے اور نیز فرمایا کہ لوگوں کو کسی مسجد کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز نہیں سوا ان تین مسجدوں کے۔ میری مسجد اور مسجد حرام یعنی کعبہ اور مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس۔ مسجد قباء کے فضائل بھی بہت ہیں۔ حضرت سرور دو عالم ﷺ ہفتہ میں ایک بار ضرور وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ کبھی سوار ہو کر کبھی پاپیادہ۔ (صحیح بخاری)

11 ...... صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے گھر یعنی (روضۂ مقدسہ) اور میرے منبر کے درمیان میں ایک باغ ہے۔ بہشت کے باغوں میں سے اور میرا منبر (قیامت کے دن) میرے حوض کے اوپر ہوگا۔

علمائے کرام نے اِس حدیث کے کئی مطالب بیان کئے ہیں۔ مگر صحیح مطلب یہ ہے کہ وہ خطہ پاک جو روضۂ اقدس اور منبر اطہر کے درمیان ہے بعینہ اٹھ کے جنت الفردوس میں چلا جائے گا۔ جس طرح کہ دنیا کے تمام مقامات برباد ہو جائیں گے۔ اس مقام مقدس پر کوئی آفت نہ آئے گی۔ یہی مطلب ہے اس کے باغ ہونے کا۔ منجملہ باغات بہشت کے اور حضرت محمد ﷺ کا منبر عالی قیامت میں از سرِ نو اعادہ کیا جائے گا جس طرح کہ آدمیوں کے بدنوں کا اعادہ ہوگا۔ پھر وہ منبر آپ ﷺ کے حوض پر نصب کر دیا جائے گا۔

12 ...... صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ فلاں مقام سے فلاں مقام تک حرم ہے۔ اس کے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ اس میں کوئی بات (ظلم و معصیت کی) کی جائے جو شخص اس میں نئی بات کرے گا۔ اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب آدمیوں کی لعنت۔ علمائے کرام نے اس حدیث کے مطلب میں اختلاف کیا ہے۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک مکہ معظمہ کی طرح مدینہ منورہ کے لئے بھی حرم ہے جس طرح مکہ کے حرم میں جدال قتال اور درخت کا ثنا شکار کرنا منع ہے اور ان افعال کے ارتکاب سے جزا لازم ہوتی ہے اسی طرح مدینہ منورہ کے حرم میں بھی یہ امور ممنوع ہیں اور ان کے ارتکاب سے جزا واجب ہوتی ہے۔ (یہ امام شافعیؒ کا قدیم قول ہے جدید قول میں وہ اس امر کے قائل ہو گئے ہیں کہ جزا واجب نہیں ہوتی۔ ردالمختار) انہوں نے مدینہ کے حرم کی بھی ہر جانب سے تحدید کی ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس حدیث میں صرف مدینہ کی عظمت کا اظہار مقصود ہے اور وہاں ظلم و بدعت کا سدباب منظور ہے۔

13 ...... تمام علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ مدینہ منورہ کا وہ مقدس حصہ جو جسم اطہر نبوی ﷺ سے متصل ہے تمام مقامات سے افضل ہے۔ یہاں تک کہ کعبہ بلکہ عرش عظیم سے بھی۔ اب اس کے بعد اختلاف ہے کہ آیا مکہ افضل ہے یا مدینہ۔ صحیح یہ ہے کہ کعبہ کو چھوڑ کے باقی حصہ پر مدینہ کا باقی حصہ افضل ہے۔ امیر المومنین سیدنا حضرت عمرؓ نے بطور زجر و انکار کے عبداللہ بن عباس مخزومی سے کہا کہ کیا تم یہ کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے۔ انہوں نے کہا کہ مکہ خدا کا حرم ہے اور وہاں اس کا گھر ہے (اس وجہ سے اس کو افضل کہتا ہوں) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں خدا کے حرم

اوراس کے گھر کی نسبت کچھ نہیں کہتا۔ پھر فرمایا کہ کیا تم یہ کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے۔ انہوں نے پھر وہی کہا کہ مکہ خدا کا حرم ہے اور وہاں اس کا گھر ہے۔ (اس وجہ سے میں اس کو افضل کہتا ہوں) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں خدا کے حرم اور اس کے گھر کی نسبت کچھ نہیں کہتا۔ پھر فرمایا کہ کیا تم یہ کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے۔ کئی بار حضرت عمرؓ نے اس کلام کی تکرار فرمائی اور چلے گئے۔ معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ خانہ کعبہ کو مستثنیٰ کر کے مدینہ کو مکہ سے افضل کہتے تھے اور یہی حق ہے۔

زیارت روضہ مقدسہ کے فضائل اور اس کا حکم

حضرت سید المرسلین ﷺ کی زیارت سرمایۂ سعادت دنیا و آخرت ہے اور اہل ایمان و محبت کا مقصد اصلی اور حقیقی غایت اس کے فضائل بیان کرنے کی چنداں حاجت نہیں۔ قسم ہے رب العرش کے عزت و جلال بے زوال کی کہ اگر اس زیارت میں کچھ بھی ثواب نہ رکھا جاتا اور اس کا معاوضہ آخرت میں کچھ بھی نہ دیا جاتا تب بھی مشتاقان بے دل کی یہی حالت ہوتی اور حضرت رحمۃ للعالمین ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے اس وقت بھی اسی طرح مہینوں بلکہ برسوں کا سفر اختیار کر کے دشوار گزار راستوں سے عبور کر کے فوج کی فوج اس آستانہ عالی کی زیارت کے لئے آتے۔ ان کے مصائب سفر اور تمام تکالیف کا یہی معاوضہ بس ہے کہ روضۂ محبوب کی زیارت نصیب ہو جائے اور سرور انبیاء کی مقدس چوکھٹ پر جبہ سائی کی دولت مل جائے۔

مگر اس بارگاہ رحمت و کرامت کی فیاضی کا مقتضی ہے کہ جو لوگ اس آستانہ عالی کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ ان کے لئے علاوہ اس دولت بے بہا یعنی دیدار جمال بے مثال روضہ سرور انبیاء کے اور بھی بڑے بڑے اعلیٰ مدارج کا وعدہ کیا گیا ہے۔ نمونہ کے طور پر دو چار حدیثیں لکھی جاتی ہیں:

1 ...... حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری قبر کی زیارت کرے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گی ہے۔

2 ...... حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری زیارت کے لئے آئے اور میری زیارت کے سوا اس کو کوئی کام نہ ہو تو میرے اوپر ضروری ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔

3 ...... حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص حج کرے پھر بعد میری وفات کے میری قبر کی زیارت کرے۔ وہ مثل اس شخص کے ہو گا جس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

4 ...... حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص قصد کر کے میری زیارت کو آئے وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہو گا اور جو شخص حرمین میں سے کسی مقام میں مر جائے گا اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بے خوف لوگوں میں اٹھائے گا۔

5 ...... حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بعد وفات میری زیارت کرے۔ گویا اس نے زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہوگئی اور میری امت میں جس کسی کو مقدور ہو پھر وہ میری زیارت نہ کرے تو اس کا کوئی عذر نہیں۔ (سنا جائے گا۔)

احادیث مبارکہ کے علاوہ قرآن مجید میں بھی ایسے اشارات صریحہ موجود ہیں جو زیارت قبر اقدس واطہر کی ترغیب دیتے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک آیت یہ ہے:

ترجمہ:...... ''اور اگر وہ لوگ جبکہ اپنی جانوں پر ظلم کر چکے تھے (اے نبی) تمہارے پاس آتے۔ پھر وہ اللہ سے استغفار کرتے اور رسول (یعنی تم بھی) ان کے لئے استغفار کرتے تو بے شک وہ اللہ کو بخشنے والا مہربان پاتے۔''

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جانا اور ان سے استغفار کرنا باعث مغفرت ہے اور انبیاء علیہم السلام کے لئے حیات ابدی کا ثبوت تمام اہل اسلام کو مسلم اور قرآن و احادیث سے واضح طور پر ظاہر ہے۔ لہذا یہ شبہ بھی نہیں ہوسکتا کہ یہ فضیلت صرف اسی زمانہ کے لوگوں کو نصیب ہوسکتی تھی۔ اب اس کا وقت جاتا رہا۔

حافظ ابن کثیر محدث اپنی تفسیر میں اس آیت کے نیچے لکھتے ہیں کہ محمد بن حرب ہلالی کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ گیا اور روضۂ شریف کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ولو انھم ...... لہذا میں اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا آپ ﷺ کو اپنا شفیع بنانے کے لئے آیا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ بہت رویا اور اس نے ولولۂ شوق میں دو شعر عرض کئے۔ اس میں ایک یہ ہے کہ:

نفس الفداء لقبر انت ساكنه

فيه العفاف وفيه الجود والكرم

محمد بن حرب کہتے ہیں کہ اس اعرابی کے لوٹ جانے کے بعد میں نے حضرت سرور دو عالم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس اعرابی سے جا کر ملو اور اس کو بشارت دو کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے گناہ میری شفاعت سے بخش دیئے۔ اب باقی رہا یہ مسئلہ کہ زیارت روضہ شریف کا کیا حکم ہے۔ یعنی یہ سنت ہے یا واجب۔ علمائے محققین اس کے وجوب کے قائل ہیں اور احادیث سے ان ہی کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی۔ اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ اسی مضمون کی اور بھی احادیث ہیں اور تمام علما کا سلف ہے کہ آج تک تارکین زیارت پر ردوقدح کرنا اور ترک زیارت کو معیوب سمجھنا بھی اسی امر کی دلیل ہے کہ وہ لوگ زیارت کو واجب سمجھتے تھے۔ ورنہ سنت یا مستحب کے ترک پر ایسے سخت کلمات کا استعمال جیسے تارکین زیارت پر ان لوگوں نے کیا ہے نہیں ہوا۔ علاوہ ان سب کے سلف صالحین کا صحابہ کرامؓ و تابعینؒ کے زمانہ میں اس زیارت باسعادت کے لئے اہتمام کرنا اور اس پر سخت التزام رکھنا اس کے وجوب کی طرف صریح اشارہ کر رہا ہے۔

سیدنا حضرت بلالؓ موذن کا خاص زیارت روضۂ اقدس کے لئے شام سے مدینہ منورہ آنا بہت مشہور واقعہ ہے اور صحیح روایت ہے۔ ابن عساکرؒ نے روایت کی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں حضرت بلالؓ شام سے مدینہ منورہ آئے۔ انہوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت سرور انبیاء ﷺ فرماتے ہیں کہ اے بلالؓ یہ کیا ظلم ہے کہ تم کبھی ہماری زیارت کو نہیں آئے۔ یہ خواب دیکھتے ہی حضرت بلالؓ وہاں سے چل دیئے۔ جب روضۂ مقدسہ پر پہنچے تو بہت روئے۔ پھر حسنینؓ کے کہنے سے انہوں نے اذان دی جس سے ایک قیامت برپا ہوگئی اور حضرت سید المرسلین ﷺ کی وفات کا غم از سر نو تازہ ہو گیا۔ اشھد ان محمدا...... ! پر پہنچ کر ان کی عجیب حالت ہوگئی اور بغیر اذان پوری کئے اتر آئے۔ امیر المومنین سیدنا حضرت عمرؓ جب بیت المقدس تشریف لے گئے اور کعب احبار مسلمان ہوئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ اے کعب! کیا تمہارا جی چاہتا ہے کہ تم ہمارے ساتھ مدینہ چلو اور سرور انبیاء ﷺ کی زیارت کرو۔ چنانچہ کعب احبار ان کے ہمراہ خاص زیارت کے لئے مدینہ منورہ آئے۔ پھر حضرت عمرؓ نے مدینہ پہنچ کر سب سے پہلے جو کام کیا وہ یہ تھا کہ روضۂ مقدسہ پر حاضر ہوئے اور حضرت رحمۃ للعالمین ﷺ کی جناب میں بہ تمام ادب سلام عرض کیا۔

حضرت ابن عمرؓ کی عادت تھی کہ جب کسی سفر سے آتے تو سب سے پہلے روضۂ مقدسہ پر حاضر ہو کر جناب نبوی ﷺ میں سلام عرض کرتے۔ حضرت امام مالکؒ اپنے موطا میں روایت کرتے ہیں کہ نافع سے کسی نے پوچھا کہ تم نے دیکھا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں دیکھا ہے اور سو بار سے زیادہ دیکھا ہے۔ وہ قبر شریف پر کھڑے ہو کے یہ کہتے تھے کہ: السلام علی النبی السلام علی ابابکر السلام علیٰ ابی!

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ شام سے مدینہ منورہ قاصد بھیجا کرتے تھے۔ خاص اس لئے کہ وہ ان کا سلام بارگاہ رسالت ﷺ میں پہنچا دے اور یہ زمانہ جلیل القدر تابعینؒ کا تھا۔ اس قسم کی اور بھی بہت سی روایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ اس زیارت پر کیسے دلدادہ تھے اور اس کے لئے کتنا اہتمام کرتے تھے اور در حقیقت مومن کے لئے حق سبحانہ کے دیدار کے بعد اس سے زیادہ اور کون سی دولت اور نعمت ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے اس بقعہ نور کی زیارت کرے اور اس کس بیکساں تکیہ گاہ ہر دو جہاں کی خدمت میں سلام عرض کرے اور اس کے جواب سے مشرف ہو:

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس نعمت عظمیٰ کا لطف اس شخص سے پوچھئے جس کی قسمت نے یاری کی اور اس شربت کی چاشنی اس کو ملی

چکی ہو اور خدا نے اس کو قلب سلیم اور ایمان کے ساتھ درد ومیت سے ممتاز فرمایا ہو۔ اس سے زیادہ بدنصیبی اور کیا ہوگی کہ بعض لوگ اس زیارت باسعادت کو یا اس کے لئے سفر کرنے کو ناجائز کہتے ہیں اور اپنی خوش فہمی سے اس پر نازاں ہیں۔ سنا ہے کہ بعض لوگ حج کر کے اپنے وطن لوٹ آئے اور مدینہ منورہ نہ گئے۔ ہائے افسوس اس سے زیادہ محرومی اور کیا ہوگی۔

زیارت کا طریقہ اور اس کے آداب

1...... جو شخص حج کرنے جائے اس کو چاہئے کہ اگر حج فرض ہو تو پیشتر حج سے فراغت کرے۔ پھر زیارت کے لئے جائے اور اگر حج نفلی ہو تو اختیار ہے۔ چاہے پہلے حج کرلے بعد اس کے زیارت کو جائے۔ یہ سب صورتیں اس حالت میں ہیں کہ جب حج کے لئے جانے کا راستہ مدینہ منورہ کی طرف سے نہ ہو۔ اگر مکہ جانے کے راستہ ہی میں مدینہ منورہ ملتا ہو۔ جیسے اہل شام کو وہ مکہ آنا چاہیں تو پہلے ان کو مدینہ منورہ ملے گا تو ایسی حالت میں خواہ مخواہ حج سے پہلے زیارت کرنا چاہئے۔ خواہ حج فرض ہو یا نفل۔ کیونکہ باوجود اس قدر قرب کے پھر زیارت کا ترک کر دینا نہایت بدبختی اور قساوت قلبی کی دلیل ہے۔ (ردالمختار)

2...... زائر کو چاہئے کہ جب زیارت کے لئے چلے تو یہ نیت کرے کہ میں روضۂ اقدس واطہر اور مسجد انور حضرت خیر البشر ﷺ کی زیارت کے لئے سفر کرتا ہوں۔ غرض یہ کہ اس سفر کے دو مقصود ہوں۔ زیارت روضۂ شریف بھی اور زیارت مسجد شریف بھی۔ (درمختار وغیرہ)

3...... جس وقت مدینہ منورہ کی طرف کوچ کرے۔ اپنے ذوق وشوق کو ترقی دے اور اپنے دل کو بشارت دے کہ انشاء اللہ! اب عنقریب حضرت رحمتہ للعالمین ﷺ کی زیارت نصیب ہونے چاہتی ہے اور سوا ان خیالات کے اور کسی قسم کے خیالات اپنے دل میں نہ آنے دے اور راہ بھر درود شریف کی کثرت رکھے۔ سوا اوقات نماز کے اور قضائے حاجت کے اسی عبادت عظمٰی میں مشغول رہے۔ درود شریف سے بہتر کوئی ذریعہ بارگاہ رسالت ﷺ میں تقرب کا نہیں ہے اور درود شریف کی کثرت سے آنحضرت ﷺ کے جمال بے مثال کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔ خصوصاً مدینہ منورہ کے قریب پہنچ کر درود شریف کی کثرت کرنا عجیب ہی ثمرہ دیتا ہے۔

حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چند فرشتوں کو اسی کام پر مقرر فرمایا ہے کہ جب کوئی زیارت کے لئے آنے والا درود شریف پڑھتا ہے تو وہ فرشتے حضور نبوی ﷺ میں جا کر عرض کرتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا حضرت محمد ﷺ کی زیارت کے لئے آتا ہے اور حضرت محمد ﷺ! اپنے پہنچنے سے پہلے یہ تحفہ حضور ﷺ کے لئے بھیجا ہے۔ خیال کرو کہ اس سے زیادہ اور کیا نعمت ہوگی کہ اس سردار دو عالم ﷺ کے سامنے تمہارا اور تمہارے باپ کا نام لیا جائے اور تمہارا تحفہ پیش کیا جائے:

جان میدہم در آرزو اے قاصد آخر بازگو
درمجلس آن نازنین حرفے کہ از مامی رود

4…… اثنائے راہ میں جس قدر مقامات متبرکہ ملیں۔ مثلاً وہ مساجد جن میں حضرت سید المرسلینﷺ نے نماز پڑھی یا اور اسی قسم کے مقامات ان سب کی زیارت سے مشرف ہو اور جب ذوالحلیفہ کی مسجد میں پہنچے تو وہاں دو رکعت نماز پڑھے۔

5…… جب حرم شریف طیبہ مکہ قریب آجائے اور وہاں کی عمارات اور مقامات دکھائی دینے لگیں تو نہایت خشوع و خضوع اور مسرت اور فرحت کو اپنے دل میں جگہ دے اور اس امر کا تصور کرے کہ اب ہم سلطان عالمﷺ کی بارگاہ میں پہنچنے جاتے ہیں اور مقام مقدس کے عظمت و جلال کا خیال بیش از بیش رکھے اور کوئی بات خلاف ادب اپنے سے سرزد نہ ہونے دے۔ یہ وہ وقت ہے کہ جن کے دل نور ایمان سے منور ہوتے ہیں۔ آنحضرتﷺ کی محبت ان کے سینوں میں مشتعل ہو جاتی ہے اور ایک عجیب وجد و سرور کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ پھر ان کو اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہتا۔ اس بے خودی کی حالت میں کبھی کسی سے کوئی بات خلاف شرع بھی صادر ہو جاتی ہے کہ:

وقت آن آمد کہ من عریان شوم
جسم بگذارم سرا سرجان شوم

بوئے یار مہربانم میرسد
بوئے جانان سوئے جانم میرسد

باز آمد آب مادر جوئے ما
باز آمد شاہ مادر کوئے ما

اور اگر کسی شخص کو یہ حالت نصیب نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ بہ تکلف اپنے اوپر یہ حالت پیدا کرے اور ذوق وشوق والوں کی سی صورت بنائے۔ انشاء اللہ! اگر کچھ دیر بہ تکلف یہ حالت اپنے اوپر قائم رکھے گا تو پھر خود بخود ایک اصلی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ پھر جب جبل مفرح کے قریب پہنچے تو اس پر چڑھ کر عمارات مدینہ منورہ کا مشاہدہ کرے اور اس شہر مقدس کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک دے۔ یہ بات ایک ذوق وشوق کی ہے۔ اس کو مسنون نہ سمجھنا چاہئے۔

پھر جب مدینہ منورہ بالکل سامنے آجائے تو بخیال ادب اور بمقتضاء شوق اپنی سواری سے اتر پڑے اور اگر ممکن ہو تو وہاں سے مسجد شریف تک پیادہ پا جائے۔ جب قبیلہ عبدالقیس کے لوگ حضور نبویﷺ میں حاضر ہوئے تھے۔ جیسے ہی ان کی نظر اس جمال پاک پر پڑی بغیر اس کے کہ اونٹ کو بٹھلائیں۔ بے اختیار اپنی سواریوں سے نیچے

آ گئے اور حضرت محمد ﷺ نے انہیں منع نہیں فرمایا۔ پھر جب حرم شریف مدینہ منورہ کے اندر داخل ہونے لگیں تو پہلے حضرت خیر البشر ﷺ کی خدمت میں سلام باادب تمام عرض کرے۔ بعد اس کے یہ دعا پڑھے۔

ترجمہ:......''اے اللہ! یہ تیرے نبی کا حرم ہے اور تیری وحی اترنے کی جگہ ہے۔ پس مجھے اس میں داخل ہونے کی دولت عنایت کر اور اس کو میرے لئے دوزخ سے بچنے کا ذریعہ اور عذاب سے امان کا (باعث) بنادے اور مجھے ان لوگوں میں سے کر جن کو قیامت کے دن حضرت محمد ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔''

6...... مدینہ منورہ کے حرم شریف میں داخل ہونے کے لئے خوب اچھی طرح غسل کرے اور اگر غسل کا سامان حرم شریف سے باہر ممکن نہ ہو تو بعد داخل ہونے کے زیارت روضۂ اقدس کے لئے جانے سے پہلے غسل کرے اور خوشبو کا استعمال کرے اور عمدہ لباس (بعض لوگ مدینہ منورہ کے اندر داخل ہونے کے لئے احرام کا لباس پہنتے ہیں۔ یہ بالکل بے اصل ہے اور اس کا لباس مکہ معظمہ کے لئے خاص ہے۔ جذب القلوب) جو اس کو میسر ہو پہنے۔ بہتر یہ ہے کہ سفید کپڑے ہوں۔ کیونکہ حضرت رسول خدا ﷺ کو سفید لباس سے زیادہ رغبت ہے اور نہایت ادب وحلم ووقار سے مدینہ منورہ کی زمین مقدس پر قدم رکھے اور اس بات کا خیال ہر وقت دل میں رکھے کہ یہ وہ پاکیزہ زمین ہے جس سے حبیب خدا ﷺ کے مبارک قدموں نے مس کیا ہے اور یہ وہی گلی کوچے ہیں جہاں سردار انبیاء ﷺ کے اصحابؓ چلتے پھرتے تھے۔ درحقیقت وہ زمین تو اس قابل ہے کہ وہاں آدمی سر کے بل چلے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے کہ:

برزمین کہ نشان کف پائے تو بود
سالہا سجدۂ ارباب نظر خواہد بود

7...... مدینہ منورہ کے اندر پہنچ کر سب سے پہلے مسجد شریف میں بقصد زیارت حضرت سید المرسلین ﷺ کے جائے اور اس کو ہر کام اور ہر چیز پر مقدم رکھے۔ ہاں! اگر یہ سمجھے کہ اسباب وغیرہ اچھے طور پر نہ رکھ لیا جائے گا تو تلف ہو جائے گا تو اپنا اسباب وغیرہ حفاظت سے رکھ کر باطمینان زیارت کے لئے آئے اور مسجد شریف میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے:

ترجمہ:......''میں (شیطان سے) خدا کی پناہ مانگتا ہوں اللہ کا نام لے کر (اس میں داخل ہوتا ہوں) رسول خدا پر سلام ہو اے نبی! آپ پر سلام ہو اور خدا کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں۔''

اور مسجد شریف میں نہایت ادب اور تعظیم کے ساتھ داخل ہو۔ پہلے داہنا پاؤں مسجد میں رکھے اور یہ بات دل میں ہر وقت رہے کہ یہ مسجد حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی مسجد ہے۔ یہ وہ مسجد ہے جہاں سردار انبیاء ﷺ نماز پڑھتے تھے۔ وعظ فرماتے تھے۔ اعتکاف کرتے تھے۔ یہاں وحی اترتی تھی۔ جبرائیل علیہ السلام آتے تھے اور مسجد شریف میں داخل ہونے سے پہلے مستحب ہے کہ کچھ صدقہ فقرائے مدینہ منورہ کو دے دے اور مسجد شریف میں پہنچ کر اعتکاف

کی نیت کرے۔ گوتھوڑی ہی دیر کے لئے ہو۔ کیونکہ یہ ایک بے مشقت عبادت ہے۔ جس کا ثواب بہت زیادہ ملتا ہے اور چاہئے کہ ہر مسجد میں داخل ہوتے وقت نیت اعتکاف کی کرلیا کرے۔ مفت بے مشقت ثواب ملتا ہے۔ اس کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ پھر مسجد شریف میں منبر اقدس کے قریب دو رکعت نماز بہ نیت تحیۃ المسجد پڑھے اور اس نماز میں زیادہ طول نہ دے۔ صرف سورۃ الکافرون اور سورۃ اخلاص پر اکتفا کرے۔ بعد تحیۃ المسجد کے دو رکعت نماز شکرانہ کی پڑھے کہ حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اس کو یہ دولت نصیب کی اور اس بارگاہ عظمت و جاہ میں اس کو پہنچایا۔ جس کی آستاں بوسی کی تمنا میں بڑے بڑے قدوسی جان دیتے ہیں۔

8...... تحیۃ المسجد اور نماز شکر کے بعد زیارت کی طرف متوجہ ہو اور یہ سمجھ لے کہ میں اب اس باعظمت بارگاہ میں جاتا ہوں جس کے سامنے تمام دنیا کے پرجلال بادشاہوں کی بھی کچھ وقعت نہیں۔ جو خدا کے تمام نیک بندوں کا سردار اور سب سے زیادہ اس کا مقرب اور محبوب ہے اور خدا سے دعا کرے کہ! اے اللہ! اس مقام مقدس کے لائق ادب اور تعظیم کی مجھے توفیق دے اور میرے دل اور اعضاء کو تمام خلاف ادب باتوں سے محفوظ رکھ۔ سچ یہ ہے کہ بغیر عنایت ایزدی کے اس درگاہ عرش اشتباہ کی شان کے لائق ادب و تعظیم کسی سے ممکن نہیں۔ ایک زائر دلدادہ کہتا ہے کہ:

ترجمہ:......''جب ہم احمد ﷺ کی قبر شریف پر پہنچے تو ان کے نور سے ایک ایسی روشنی نکلی جس نے آفتاب اور ماہتاب کو شرمندہ کردیا اور ہم ایسے مقام میں کھڑے ہوئے کہ میں خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ مقام اپنی ہیبت سے حشر کو یاددلاتا تھا۔''

غرض جس قدر اس کے امکان میں ہو ظاہر و باطن سے تعظیم و ادب اور خشوع و خضوع کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ جذب القلوب میں لکھتے ہیں کہ جن باتوں کی شریعت میں ممانعت ہے مثل سجدہ کرنے' زمین پر منہ رکھنے اور کٹہرہ شریف کے بوسہ دینے وغیرہ کے ان امور سے پرہیز کرے اور یہ خوب سمجھ لے کہ ان باتوں میں کچھ بھی ادب نہیں۔ ادب تو فرمان برداری اور آنحضرت ﷺ کے حکم کی پیروی میں ہے۔ ہاں! اگر غلبہ شوق و بے خودی میں کسی سے کوئی بات صادر ہوجائے تو وہ معذور ہے۔ پھر نہایت ادب کے ساتھ نماز کی طرح داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سر مبارک کی طرف منہ کرلے اور قبلہ کی طرف پشت کرکے چار گز کے فاصلہ پر کھڑا ہو اور اس بات کا یقین کرلے کہ آنحضرت ﷺ اس کی حاضری سے واقف ہیں اور اس کو دیکھ رہے ہیں اور اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں اور نہایت لطف و عنایت اس شخص کے حال پر فرمارہے ہیں۔ اس خیال کو خوب پختہ کرکے نہایت دردناک اور باادب آواز میں نہایت شوق و ذوق کے ساتھ معتدل آواز سے عرض کرے کہ:

ترجمہ:......''آپ پر سلام ہو اے میرے سردار' اے خدا کے رسول۔ آپ پر سلام ہو اے خدا کے نبی۔

آپ پر سلام ہو اے خدا کے پیارے۔ آپ پر سلام ہو اے نبی (سراپا رحمت) آپ پر سلام ہو اے امت کی شفاعت کرنے والے۔ آپ پر سلام ہو اے سب رسولوں کے سردار۔ آپ پر سلام ہو اے نبیوں کے مہر۔ آپ پر سلام ہو اے مزمل۔ آپ پر سلام ہو اے مدثر۔ آپ پر سلام ہو اور آپ کے پاکیزہ باپ دادوں اور آپ کی اہلبیت پاک پر جن سے اللہ نے نجاست کو دور کر دیا اور ان کو خوب پاک کر دیا۔ اللہ آپ کو ہم سب کی طرف جزا دے۔ ان جزاؤں سے بڑھ کر جو اس نے کسی نبی کو اس کی قوم کی طرف سے اور کسی رسول کو اس کی امت کی طرف سے دی ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔ آپ نے خدا کے پیغام پہنچائے اور امانت ادا کر دی اور امت کی خیر خواہی کی اور (دین حق کی) دلیل روشن کر دی اور اللہ کی راہ میں خوب جہاد کیا اور دین کو مضبوط کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ کو موت آ گئی۔ اللہ آپ پر صلوٰۃ اور سلام بھیجے جو آپ کے جسم کریم کے حلول سے مشرف ہے۔ ایسے صلوٰۃ وسلام جو رب العالمین کی طرف سے ہمیشہ رہیں۔ ان چیزوں کی تعداد کے موافق جو ہو چکیں اور جو خدا کے علم میں ہونے والی ہیں۔ ایسی صلوٰۃ کہ جس کی انتہا نہ ہو۔ یا رسول اللہ! ہم آپ کے مہمان اور آپ کے حرم کے زائر ہیں۔ آپ کے سامنے حاضری سے مشرف ہوئے ہیں اور بے شک ہم دور دراز شہروں اور بعید مقامات سے نرم اور سخت زمین کو قطع کر کے آپ کے پاس آپ کی زیارت کے ارادہ سے آئے ہیں۔ تاکہ ہم آپ کی شفاعت سے اور آپ کی بخششوں سے اور آپ کے وعدوں سے اور کسی قدر آپ کے حق ادا کرنے سے اور آپ کی شفاعت سے اپنے پروردگار کے سامنے کامیاب ہوں۔ کیونکہ خطاؤں نے ہماری پیٹھ کو توڑ ڈالا ہے اور گناہوں نے ہمارے شانوں کو بوجھل کر دیا ہے اور آپ شافع مقبول الشفاعۃ ہیں۔ جن سے بڑی شفاعت اور مقام محمود کا وعدہ کیا گیا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر چکے تھے آپ کے پاس آتے۔ پھر وہ اللہ سے استغفار کرتے اور رسول بھی ان کے لئے استغفار کرتے تو بے شک وہ اللہ کو بخشنے والا مہربان پاتے اور ہم آپ کے پاس اپنی جانوں پر ظلم کر کے اپنے گناہوں سے استغفار کرنے آئے ہیں۔ پس آپ اپنے پروردگار سے ہماری شفاعت کیجئے اور اس سے دعا کیجئے۔ ہم کو آپ کے طریقہ پر موت دے اور ہمارا آپ کے گروہ میں حشر کرے اور ہمیں آپ کے حوض پر پہنچائے اور آپ کے جام سے ہمیں سیراب کرے اور ہم نہ رسوا ہوں نہ شرمندہ۔ شفاعت فرمائیے۔ شفاعت فرمائیے۔ شفاعت فرمائیے یا رسول اللہ! اے پروردگار! بخش دے ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے اور ہمارے دلوں میں مسلمانوں کا کینہ نہ رکھ۔ اے پروردگار ہمارے! بے شک تو شفقت کرنے والا مہربان ہے۔"

زیارت کرنے والے کو چاہیے کہ جو دعا وہاں پڑھے اس کے معنی ضرور معلوم کر لے۔ معلمین زیارت جو دعائیں اس وقت پڑھاتے ہیں اگر ان کے معنی معلوم ہو سکیں تو پھر اپنی زبان میں بھی جس قدر جی چاہے عرض معروض

کرے اور اپنے ذوق وشوق کو نہ روکے۔ مگر ادب کا خیال بیش از بیش رکھے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس مقام مقدس میں زیادہ گوئی بھی خلاف ادب ہے۔ لہذا صرف صلوٰۃ وسلام پر اکتفا کرنا اولیٰ ہے۔ مگر یہ بات ٹھیک نہیں۔ کیونکہ جو مشتاق دردمند ہزار تمناؤں کے بعد اس قدر مصائب سفر برداشت کر کے اپنے حبیب ﷺ کی خدمت میں پہنچا ہو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے دل کی کیفیت بھی اچھی طرح عرض نہ کرے۔ یہ بڑا ظلم ہے کہ اس وقت اس سے کہا جائے کہ تو اپنے سوز وشکایت کو دل کے دل ہی میں رکھ۔ جب اپنے عرض نیاز سے فارغ ہو تو اپنے دوستوں سے جس شخص نے عرض وصیت کی ہو اس کا سلام حضرت سید المرسلین ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کر دے کہ یارسول اللہ ﷺ فلاں ابن فلاں نے حضور کو سلام عرض کیا ہے۔ حضور اس کے لئے پروردگار بزرگ سے شفاعت کریں۔

ناظرین! جو اقبال مند خوش نصیب ہو اور اس کو یہ دولت نصیب ہو اور حضرت رحمۃ للعالمین ﷺ کی زیارت سے وہ مشرف ہو اس سے نہایت التجا کے ساتھ میری وصیت ہے کہ اس ذرۂ بے مقدار کا سلام بھی اس کے آقائے نامدار کو پہنچا دے کہ یارسول اللہ! آپ کے ادنیٰ غلام عبدالشکور بن ناظر علی نے حضور کی جناب میں سلام عرض کیا ہے اور آپ کے لطف وکرم اور رحمت وشفاعت کا امیدوار ہے۔ یارسول اللہ! حق تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین اور رؤف ورحیم فرمایا ہے۔ یارسول اللہ! آپ کی رحمت ورافت تو خدا کی تمام مخلوق پر محیط ہے۔ یارسول اللہ! خدا کی مخلوق میں میں بھی ہوں۔ بلکہ میں آپ پر ایمان لایا ہوں۔ اگرچہ نیک بندوں میں نہیں۔ لیکن آپ کی امت کے گنہگاروں میں تو ہوں:

ترجمہ شعر: ''اے نسیم صبح! میرا سلام اس جناب کو پہنچا دے جن کی محبت میرے سینے میں جم گئی ہے۔ پس میرا بدن بظاہر ان سے دور ہے مگر میرا دل باطن کی آنکھ سے انہیں دیکھ رہا ہے۔

اللھم صلی علیٰ سیدنا محمد النبی الامی وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم! جو شخص میری اس وصیت کو پورا کرے حق جل شانہ اس کو بطفیل حضرت حبیب خدا ﷺ کے جزائے خیر دے اور صلاح دنیا وآخرت اس کو نصیب کرے اور ایمان پر اس کی زندگی پوری کرے۔ آمین!

جب حضرت سید المرسلین ﷺ کی جناب میں اس طریقہ سے سلام نیاز اپنا اور اپنے احباب کا عرض کر چکے تو حضرت امیر المومنین امام المتقین سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے سرمبارک کے سامنے نہایت ادب سے کھڑے ہو کر اس عبارت میں سلام عرض کرے:

ترجمہ: ''آپ پر سلام ہو اے رسول خدا ﷺ کے خلیفہ۔ آپ پر سلام ہو اے رسول خدا کے ہم نشین اور غار میں ان کے انیس اور سفروں میں ان کے رفیق اور ان کے رازوں میں امین۔ اللہ آپ کو ہماری طرف سے جزا دے تمام جزاؤں سے بڑھ کر جو اس نے کسی امام کو اس کے نبی کی امت کی طرف سے دی ہو۔ بے شک آپ نے

نبی کی خلافت بہت اچھی کی اوران کے طریقہ اور روش پر چلے اور آپ نے مرتدوں اور بدعتیوں سے جنگ کی اور آپ نے اسلام کی بنیاد ڈالی اوراس کے ارکان بلند کر دیئے۔ پس آپ بہت اچھے امام تھے اور آپ نے رسول خدا کی قرابت والوں کے ساتھ نیک سلوک کیا اور ہمیشہ حق پر اور دین اہل دین کے مددگار رہے۔ یہاں تک کہ آپ کو موت آ گئی۔ آپ اللہ سبحانہ سے ہمارے لئے اپنی محبت کے دوام اور اپنی جماعت میں محشور ہونے اور ہماری زیارت کے مقبول ہونے کی دعا کیجئے۔ آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں۔''

پھر حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ کے سر مبارک کی محاذات میں اسی ادب کے ساتھ کھڑا ہو اور ان کو سلام کرے۔ اس عبارت سے:

ترجمہ:......''آپ پر سلام ہو اے امیر المومنین۔ آپ پر سلام ہو اے اسلام کے غالب کرنے والے۔ آپ پر سلام ہو اے بتوں کے توڑنے والے۔ اللہ آپ کو ہماری طرف سے بڑی عمدہ جزا دے۔ بے شک آپ نے اسلام کی اور مسلمانوں کی مدد کی اور بعد سید المرسلین کے اکثر شہر آپ نے فتح کئے اور آپ نے یتیموں کی کفالت کی اور رسول خدا کی قرابت والوں کے ساتھ نیک سلوک کیا اور اسلام آپ سے قوی ہو گیا اور آپ مسلمانوں کے لئے ایک پسندیدہ پیشوا اور ہدایت یافتہ رہنما تھے۔ آپ نے مسلمانوں کی تفریق کو جمع کیا اور ان کے فقیر کی مدد کی اور ان کے شکستگی کا اندمال کیا۔

پھر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما دونوں سے مخاطب ہو کر عرض کرے کہ:

ترجمہ:......''آپ دونوں پر سلام ہو اے رسول خداﷺ کے پاس لیٹنے والو اور آپ کے رفیق اور آپ کے وزیر اور آپ کے مشیر اور دین پر قائم رہنے میں آپ کی مدد کرنے والو اور آپ کے بعد مسلمانوں کی مصلحت کو قائم رکھنے والو۔ اللہ آپ دونوں کو عمدہ جزا دے۔ ہم آپ کے پاس آئے ہیں۔ تاکہ آپ کو رسول خداﷺ سے تقرب کا ذریعہ بنائیں جس میں آپ ہماری شفاعت کریں اور ہمارے پروردگار سے دعا کریں کہ وہ ہماری کوشش کو قبول کرلے اور ہمیں آپ کے مذہب پر زندہ رکھے اور آپ کے گروہ میں ہمارا حشر کرے۔''

پھر جس طرح پہلی بار حضرت سید المرسلینﷺ کے سر مبارک کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوا تھا اسی طرح کھڑا ہو اور پھر تضرع وزاری شروع کرے اور جو جو خواہش رکھتا ہو حضرت محمدﷺ کے طفیل میں حق تعالیٰ سے مانگے اور بہت ذوق وشوق کے ساتھ حضرت حبیب خداﷺ کی خدمت میں سلام عرض کر کے وہاں سے ہٹے اور حضرت ابولبابہؓ کے ستون کے پاس آ کر توبہ کرے اور جس قدر ممکن ہو نوافل پڑھے۔ پھر بعد اس کے اور آثار نبویہ کی زیارت کرے جو معلمین زیارت بتا دیتے ہیں۔ پھر بعد اس کے جنت البقیع میں جائے اور وہاں کے مزارات مقدسہ کی زیارت کرے۔ خصوصاً حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب اور حضرت امام حسنؓ اور بقیہ آئمہ اہل بیتؓ اور حضرت

امیر المومنین امام المتقین عثمان بن عفانؓ اور حضرت ابراہیم فرزند رسول خداﷺ اور ازواج مطہرات اور حضرت صفیہؓ اور باقی صحابہ کرامؓ کی۔ پھر شہدائے احد کی زیارت کرے۔ خصوصاً حضرت سید الشہداء حمزہؓ بن عبدالمطلب عم نبیﷺ اور جب وہاں پہنچے تو یہ کہے: سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ......! اور ان تمام مشاہد ومزارات پر جاکر فاتحہ پڑھے۔ یعنی قرآن مجید کی سورتیں پڑھ کر ان کا ثواب ان حضرات کی ارواح مقدسہ کو پہنچادے۔ پھر ہفتہ کے دن یا جس دن ممکن ہو مسجد قباء کی زیارت کے لئے بھی جائے اور وہاں پہنچ کر کم از کم دو رکعت نماز بہ نیت تحیۃ المسجد پڑھے۔

1 ...... جتنے دنوں مدینہ منورہ میں قیام ہو سکے اس کو غنیمت سمجھے اور وہ زمانہ غفلت میں نہ کاٹے اور جس قدر ہو سکے عبادت اور طاعت حق تعالیٰ کی کرے اور ہر روز اکثر حصہ اپنے وقت کا حضرت رحمۃ للعالمینﷺ کی زیارت میں صرف کیا کرے۔ پھر یہ دولت کہاں نصیب ہوگی۔ یہ روضۂ اقدس کہاں ملے گا جو وقت ہے غنیمت ہے۔

2 ...... اپنا اکثر وقت مسجد شریف نبوی کی ملازمت میں صرف کرے۔ وہاں اعتکاف کرے اور ہر قسم کی عبادت سے اپنے وقت کو آباد رکھے۔ نماز، روزہ، صدقہ۔ غرض جس قدر عبادتیں ممکن ہوں اس مسجد مقدس میں کرے اور جس قدر حصہ مسجد کا حضرت سید الرسلﷺ کے زمانہ میں تھا بے شک وہ حصہ اس سے افضل ہے جو آپ کے بعد میں اضافہ کیا گیا۔ پس اگر اس حصہ میں بیٹھنا ممکن ہو تو بہت بہتر ہے اور کم سے کم ایک شب اس مسجد مقدس میں شب بیداری کرے اور اس رات کو اپنی تمام عمر کا خلاصہ اور ماحصل سمجھے اور تمام رات عبادت میں کاٹ دے۔ بہتر ہے کہ اس رات میں اور کوئی عبادت نہ کرے۔ بلکہ صرف درود شریف کا ورد کرے: اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد کماصلیت علی ابرھیم وعلی آل ابراھیم ۰ اللھم بارك علی محمد وعلی آل محمدکما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انك حمید مجید ! اگر اس شب میں نیند کا غلبہ ہو تو اس کو دفع کرے۔ انشاء اللہ جس وقت اس امر کا خیال کرے گا کہ میں کس مسجد مقدس میں بیٹھا ہوں اور حضرت سرور انبیاءﷺ کی حضوری مجھے حاصل ہے۔ اس وقت نیند وغفلت کا اثر بالکل جاتا رہے گا۔

مسجد اقدس میں رات بھر رہنے کے لئے اگر کچھ حکام وخدام کی خوشامد کرنا پڑے۔ بے تامل خوشامد بھی کرے اور جو جو باتیں کرنا پڑیں سب کرے اور اس دولت کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دے۔ مسجد شریف میں جب تک رہے اپنے دل اور زبان اور تمام اعضاء کو لغو کلمات اور حرکات سے محفوظ رکھے اور سوا حضور اقدس نبویﷺ کے کسی طرف متوجہ نہ ہو۔ اگر نہایت ضرورت کسی سے کلام کی ہو تو مختصر کلام کرکے پھر اسی جناب مقدس کی طرف متوجہ ہو جائے۔ مسجد شریف کے ادب کا خیال خوب رکھے۔ تھوک وغیرہ وہاں نہ گرنے پائے۔ کوئی بال سر یا داڑھی کا وہاں نہ ڈالے اور اگر گرا پڑا ہوا دیکھے تو فوراً اٹھالے۔ بعض لوگ چھوہارے کھاکر مسجد شریف میں اس کی گٹھلی ڈال دیتے

تھے۔ یہ بھی خلاف ادب ہے۔ جب تک مسجد اقدس میں رہے حجرہ شریفہ کی طرف نہایت شوق کی نگاہوں سے نظر کرتا رہے۔ کم از کم ایک قرآن مجید کا ختم اس مسجد عالی میں کرے اگر ممکن ہو تو کوئی کتاب جو آنحضرت ﷺ کے حالات وفضائل میں ہو اس کو پڑھے یا کوئی شخص پڑھتا ہو تو اس سے سنے۔

3...... مدینہ منورہ کے رہنے والوں سے نہایت محبت اور ادب کے ساتھ پیش آئے اور اگر چہ ان میں کوئی بات خلاف شریعت دیکھے پھر بھی ان کی برائی نہ کرے اور ان سے بہ خشونت نہ پیش آئے۔ ہاں بخیال امر بالمعروف نہایت ادب کے ساتھ نرم وشیریں الفاظ میں ان کو اس فعل کی خرابی سے مطلع کردے۔

4...... جب مدینہ منورہ میں قیام کی مدت ختم ہو جائے اور اس مقام مقدس سے چلنے لگے تو مسجد شریف کو رخصت کرے۔ یعنی وہاں نماز پڑھ کے دعا مانگے اور حسرت کے ساتھ وہاں سے جدا ہو۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ اور شیخینؓ کی زیارت حسب معمول کرے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے کہ پھر اس درگاہ اقدس کی زیارت سے اسے مشرف فرمائے۔ علامت مقبولیت دعا اور زیارت کی یہ ہے کہ اس وقت بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہوں اور دل میں یاس وحسرت بھری ہو اور اگر خدانخواستہ کسی شخص پر یہ حالت نہ پیدا ہو تو وہ بتکلف اپنے اوپر اس حالت کو طاری کرے۔

5...... پھر جب اپنے وطن کی طرف چلے تو وہاں سے کچھ تحائف اپنے احباب واعزہ کے لئے ہمراہ لائے۔ مکہ معظمہ سے آب زمزم اور مدینہ منورہ سے کھجوریں۔ پھر جب اپنے شہر میں پہنچ جائے تو چاہئے کہ گھر جانے سے پہلے جو مسجد گھر کے قریب ہو اس میں جائے۔ دو رکعت نماز پڑھے اور خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نعمت عظمیٰ پر حق تعالیٰ نے اسے فائز کیا۔ بعد اس کے اپنے گھر جائے۔ پھر جب گھر میں پہنچ جائے تو دو رکعت نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم کا دل سے شکریہ ادا کرے۔ اس مبارک سفر سے لوٹنے کے بعد یہ سمجھے کہ میں تجدید توبہ کر چکا ہوں اور توبہ بھی کسی اور کے سامنے نہیں۔ بلکہ وہ توبہ جو حضرت سرور انبیا ﷺ کے حضور میں ہوئی۔ لہذا اس امر کا عزم قوی رکھے کہ میں اب بھی اس توبہ کو نہ توڑوں گا اور حق تعالیٰ جل شانہ سے ہر نماز کے بعد خصوصاً بعد نماز صبح کے دعا مانگا کرے کہ الٰہی مجھے اس توبہ پر قائم رکھ اور اپنی نافرمانیوں سے بچا اور اپنی فرماں برداری کی توفیق دے اور ایمان پر میرا خاتمہ فرما۔

علمائے کرام نے لکھا ہے کہ حج مبرور کی علامت یہ ہے کہ جس حالت میں گیا تھا اس سے بہتر حالت میں لوٹے اور دل میں حضرت سید الرسل ﷺ کے اتباع سنت کا شوق پیدا ہو جائے اور دنیا واہل دنیا کی محبت سے دل سرد ہو جائے اور آخرت اور اہل دین کی محبت دل میں غالب ہو جائے۔

چراغِ مصطفوی اور طوفانِ قادیان

تحقیق وتدوین

محمد طاہر عبدالرزاق

فہم ختم نبوت سیریز 7

عنوانات

بہترین کاغذ، اعلیٰ پرنٹنگ، چار رنگا خوبصورت ٹائٹل

صفحات: 208، قیمت-/ 90 روپے، مجاہدین ختم نبوت کے لیے خصوصی رعایت

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان